

صحیفۃ بابا اولیاء

ملفوظات

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
کے مجلسی ملفوظات وارشادات جن
سے اصلاح نفس، احسان، فکر آخرت
اور ایمان و یقین کی کیفیت پیدا کرنے
کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

مرتبہ
مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

سید امجد مبینی
اکبر منزل
پاکستان چوک کراچی

صحیفۃ الالباء

ملفوظات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مجلس ملفوظات وارشادات جن سے اصلاح نفس، فکر آخرت، ایمان و یقین کی کیفیت پیدا کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور تصوف احسان کے رموز و آداب دلنشیں ہوتے ہیں)

مستنبطہ:
مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

ناشر:
لیج۔ ایم سعید کمپنی ناشران و تاجران کتب
ادب منزل پاکستان چوک کراچی

(مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

بفضلہ تعالیٰ یکم جنوری ۱۹۶۴ء جب ایک بار پھر مکہ مکرمہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو میں وہاں اپنے دیرینہ کرم فرما مولانا محمد احمد قادری صاحب سے ملنے کے لئے رابطہ عالم الاسلامی کے دفتر گیا حسن اتفاق سے وہاں مولانا تقی الدین ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو موصوف نے اظہار فرمایا کہ اپنی کتاب ”صحبتے با اولیاء“ یعنی ملفوظات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مد فیوضہم جو مجلس معارف ترکیسر سورت (گجرات ہندوستان) سے طبع ہو چکی ہے۔ پاکستانی اصحاب کے لئے پاکستان سے بھی شائع کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اسے نعمت غیر مترقبہ جانا اور اس سلسلہ میں اپنے ادارہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کی خدمات پیش کر دیں۔ بحمد اللہ اس ادارہ کا بنیادی مقصد یہی کتب کی اشاعت ہی رہا ہے۔ اور ہمیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی بعض دیگر تصانیف کی اشاعت کا بھی شرف حاصل ہے مولانا تقی الدین صاحب نے بڑی محبت کے ساتھ اظہار پسندی فرمایا اور اپنی کتاب کا ایک تصحیح شدہ نسخہ مرحمت فرمادیا۔ چنانچہ آپ کی اجازت کے بعد ہم اس بابرکت کتاب کی اشاعت کے لئے قدم اٹھا رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مد فیوضہم کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اس دور کے اکابر اسلام میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنی خُلقِ باخیر و برکت میں یا دیگر سلف اور آیات اللہ میں علم و عمل میں متقدمین کا بہتر نمونہ ہیں۔ آپ کی ذات منبع فیوض ہے کہ جو ہر دُور طریق یعنی شریعت اور طریقت میں فیض رسانی فرما رہی ہے۔ آپکی دینی خدمات کی مقبولیت کی یہ دلیل کیا کم ہے کہ جو ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بلا کر ان سے دین کی مزید خدمت لی جا رہی ہے۔ فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

میں اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تصانیف کی طباعت و اشاعت کی توفیق بخشی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ کا بھی ممنون ہوں کہ جنہوں نے میرے ادارے کو اس سلسلہ میں مزید خدمت سرانجام دینے کا موقع عطا فرمایا۔ جزاہ اللہ خیراً فی الدین والدنیا والاخرہ۔ اللہ پاک ان ملفوظات کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور نافع بنائے۔ آمین

مندہ عاجزہ محتاج دعا

(حاجی) محمد زکی عفی عنہ

کراچی

۱۹۶۴ء

۳ فہرست مضامین

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--------------------------------------|------|---|
| | مدینہ منورہ میں تین دن کے بجائے ایک | ۹ | مقدمہ |
| ۴۰ | چلہ قیام کی غیبی صورت | | از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ |
| | روحانہ پاک پر درخواست اور واپسی | ۱۷ | عرض حال |
| ۴۰ | کی غیبی صورت | ۲۱ | حضرت شیخ الحدیث کے معمولات نظام الاوقات |
| ۴۲ | ایک استفتاء | | از مولانا ابوالحسن علی ندوی |
| ۴۲ | جمل حسیر کا مطلب | | پہلی مجلس |
| ۴۲ | حضرت سہارنپوریؒ کی نماز | ۳۱ | ماہ مبارک کے مشاغل میں انہماک استغراق |
| | حضرت رائے پوریؒ کے ۳۵ھ کے | ۳۱ | پنجاب کے ایک پیر صاحب کا قصہ |
| ۴۲ | سفر حج کا ایک قصہ | ۳۳ | حضرت اقدس کا ماہ مبارک میں تلاوت |
| | حجاج کے مادی سوغات لانے پر | ۳۳ | کا معمول |
| ۴۳ | اظہار زنا پسندیدگی | | حکیم طیب کا مقولہ کیا رمضان مجھار |
| | قدوائی صاحب سابق سفیر ہند | ۳۴ | کی طرح آتا ہے؟ |
| ۴۴ | برائے حجاز کا مکتوب | | دوسری مجلس |
| ۴۶ | تیسری مجلس | ۳۶ | حضرت اقدس کا پہلا سفر حج |
| ۴۶ | حضرت رائے پوریؒ کا ایک مجاہدہ | ۳۶ | حضرت سہارنپوریؒ کے بارے میں |
| ۴۷ | چچا جان کا مجاہدہ | ۳۸ | مولانا محب الدین صاحب کا ارشاد |
| ۴۸ | حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا مجاہدہ | ۳۸ | مولانا محب الدین صاحب کا ایک کشف |
| ۴۸ | تقویٰ کسے کہتے ہیں | ۳۸ | مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کا پُر خط سفر |
| ۵۰ | ایک دیہاتی مبلغ کا قصہ | ۳۹ | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|-------------------------------------|------|---|
| | بغیر واقفیت کے مسائل میں رائے زنی | ۵۱ | ایک بزرگ کا مجاہدہ |
| ۷۲ | مگراہ کن ہے۔ | ۵۲ | صوفی عبدالرب کا قصہ |
| ۷۳ | حوادث پر صبر جمیل | ۵۴ | مہمانوں کی برکت سے حق تعالیٰ کھلاتا ہے |
| ۷۴ | نماز میں لقمہ کا لطیفہ | ۵۵ | چوتھی مجلس |
| ۷۵ | بچے سجادہ رنگین کن الخ کا مطلب | | جو بزرگوں کی ابتداء کو دیکھے وہ کامیاب |
| ۷۵ | عملیات و تعویذات | ۵۵ | اور جوانہٹا کو دیکھے وہ ناکام |
| ۷۷ | ساتویں مجلس | ۵۶ | شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری معروف بہ |
| | حضرت سہارنپوریؒ سے بیعت اور | ۵۶ | میاں صاحب کا قصہ |
| ۷۷ | ذکر میں انہماک | ۵۷ | اللہ سے تقرب حاصل کرنے کا راستہ آسان ہے |
| ۷۹ | اوقات کی قدر و قیمت | ۵۸ | حق تعالیٰ کی رضا جوئی و اخلاص کی برکت |
| ۸۰ | آٹھویں مجلس | ۶۰ | ہر نیکی صدقہ ہے۔ |
| | حضرت مدنیؒ و حضرت رائے پوریؒ کے | ۶۱ | تصوف کیلئے؟ |
| | اخلاق | ۶۶ | پانچویں مجلس |
| ۸۰ | ۱۱ منٹ میں ۱۲ آدمیوں کا کھانا پکانا | ۶۶ | ایک ضروری تنبیہ |
| ۸۴ | نویں مجلس | ۶۶ | مدارس کی سرپرستی سے ڈرتے رہنا چاہیئے |
| | رمضان المبارک میں قلتِ طعام سے | | مدارس کے معاملات میں ہمارے اکابر |
| ۸۴ | ضعف نہیں پیدا ہوتا۔ | ۶۷ | کی احتیاط و تورع |
| ۸۵ | محبت کی تنقید میری نہیں معلوم ہوتی | ۶۹ | مدارس میں اسباب تعیش کی مخالفت |
| ۸۶ | اسٹرائک سے نفرت | ۷۰ | سادگی |
| | جو اللہ کے سامنے جھک جائے اس کے | ۷۱ | چھٹی مجلس |
| ۸۸ | سامنے ساری مخلوقات جھک جاتی | ۷۱ | ہر چیز میں میری تقلید نہ کرو |
| | ہے۔ | ۷۲ | کتبوں کی رائیٹنگ |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|------------------------------------|------|--|
| ۱۰۶ | سوہویں مجلس | ۹۰ | دسویں مجلس |
| ۱۰۶ | مجاہدہ | ۹۰ | تمقید اگر اخلاص پر مبنی ہو تو محمود ہے |
| ۱۰۶ | مہانوں کا اکرام | ۹۲ | گیارہویں مجلس |
| ۱۰۶ | اپنے شام کا کھانا چھوڑنے کا قصہ | ۹۲ | سکوت کی مجلس |
| ۱۰۸ | رمضان کا ادبار | ۹۲ | اللہ کے احسانات کا شکر |
| ۱۰۸ | کاندھلہ کے افطار و سحری کا طریقہ | ۹۳ | بارہویں مجلس |
| ۱۰۸ | اوقات کی پابندی | | دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہو اور |
| ۱۰۹ | اصل چیز مرید کی طلب ہے | ۹۳ | اپنے حقوق کا مطالبہ اللہ سے کرو۔ |
| ۱۱۰ | باوضو سبق کا پڑھنا | | صرف چار احادیث انسان کے دین کے |
| | حضرت سہارنپوریؒ کے سامنے پان | ۹۴ | لئے کافی ہیں۔ |
| ۱۱۱ | کھانے سے احتراز | ۹۸ | تیرہویں مجلس |
| ۱۱۱ | طلباء کا اجتماع | ۹۸ | ہر موقع پر احتیاط پیش نظر رہے۔ |
| ۱۱۲ | سترہویں مجلس | ۱۰۱ | چودھویں مجلس |
| | اللہ تعالیٰ کا نام کتنی ہی غفلت سے | | اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے |
| ۱۱۲ | لیا جائے اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ | ۱۰۱ | ارشادات میں دین و دنیا کی بھلائی ہے |
| ۱۱۳ | نسبت کے اقسام اربعہ | ۱۰۳ | بیعت کی حقیقت |
| ۱۱۹ | کبھی شاگرد استاد سے بڑھ سکتا ہے | ۱۰۴ | اجازت کی ذمہ داری |
| ۱۲۰ | ایک مبلغ کا خواب | ۱۰۴ | رمضان میں حضرت مدنیؒ سے مکاتبت |
| ۱۲۱ | اٹھارہویں مجلس | ۱۰۶ | پندرہویں مجلس |
| ۱۲۱ | ہر تمقید قابل قبول نہیں | ۱۰۶ | دوستی و دشمنی میں راہ اعتدال |
| | تھانہ بھون حاضری اور وہاں قرآن | ۱۰۶ | "تعمیر حیات" کا مضمون |
| ۱۲۲ | سننے کی فرمائش۔ | | |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--------------------------------------|------|--------------------------------------|
| | فضائل درود کی ایک حکایت پر ایک | ۱۲۳ | مدینہ پاک میں تجوید شروع کرنے کا قصہ |
| ۱۳۵ | اہم تنبیہ | ۱۲۴ | انیسویں مجلس |
| ۱۳۶ | بانیسویں مجلس | | خانقاہوں کی بربادی پر اظہارِ افسوس |
| | ذاکرین و مجاہدین کے لئے "الکمال" | ۱۲۴ | اور مدارس میں اسٹرائٹک کا سبب |
| ۱۳۶ | ارشاد "کا مطالعہ ضروری ہے۔" | | امسال اور گزشتہ سال کے رمضان |
| ۱۳۷ | یہاں بامقصد آنے سے خوشی ہوتی ہے | ۱۲۵ | میں موازنہ |
| ۱۳۷ | بوریا نشینی کو ترجیح | ۱۲۶ | تنہائی کا رونا |
| ۱۳۸ | یکسوئی کا رمضان | | مردِ مومن موت کا خندہ پیشانی سے |
| ۱۳۹ | دارِ جہد کی مسجد میں اعتکاف کا آغاز | ۱۲۷ | استقبال کرتا ہے۔ |
| | شیطان کبھی اہم کام سے ہٹا کر غیر اہم | ۱۲۸ | بلیسویں مجلس |
| ۱۴۰ | کام میں مشغول کر دیتا ہے۔ | ۱۲۸ | کار خود کن کار بگذر از گفتار |
| | تیسویں مجلس | | طویل لباس کو مشیخت سے خاص |
| ۱۴۱ | دعا کے درجات | ۱۲۹ | مناسبت ہے۔ |
| ۱۴۱ | کیمیا گر کا قصہ | | اپنے شیخ کے حکم سے سرتابی حرام |
| ۱۴۲ | چوبیسویں مجلس | ۱۳۰ | نصیبی کا سبب ہے۔ |
| ۱۴۳ | علی گڑھ کے ڈاکٹروں کی آمد | | حضرت تھانویؒ کا بڑے حضرت |
| ۱۴۵ | ایک تنبیہ | ۱۳۰ | راپوریؒ کے بارے میں ارشاد |
| ۱۴۵ | کام انہماک سے ہوتا ہے | ۱۳۱ | اکیسویں مجلس |
| | یہاں کا ماحول اپنے مقام | | ذوق و شوق ہو تو ہر منزل آسان |
| ۱۴۶ | پرستائے کرو۔ | ۱۳۲ | ہو جاتی ہے۔ |
| ۱۴۷ | ایک آدمی میں تین اشخاص | ۱۳۲ | سماع و عرس وغیرہ کی حقیقت |
| ۱۴۸ | اوقات کے تعین | ۱۳۵ | بے تحقیق حکم لگانا ناجائز ہے |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|---|------|---|
| ۱۴۳ | خطائے بزرگاں گرفتار خطا است کا مطلب | ۱۴۹ | پچیسویں مجلس |
| ۱۴۴ | جو دنیا سے بے تعلق رہتا ہے اس کے پاس ذیل | ۱۴۹ | اپنی جھجھانہ کی جائیداد سے بے تعلق کا اظہار |
| ۱۴۵ | ہو کر آتی ہے | ۱۵۰ | چھبیسویں مجلس |
| ۱۴۵ | تیسویں مجلس | ۱۵۰ | لاپچہ بقدر ضرورت و بر محل اچھی چیز ہے |
| ۱۴۵ | عید کی نماز کا اعلان | ۱۵۱ | در نہ بُری |
| ۱۴۵ | مرتب حقیقی حق تعالیٰ ہے شیخ صرف وسیلہ ہے | ۱۵۲ | موسمی پھل اپنے موسم میں نقصان دہ نہیں |
| ۱۴۶ | اخلاص و خوشامد سے مانگنے کی لذت | ۱۵۳ | موت کا مراقبہ |
| ۱۴۶ | روپے کا نشہ | ۱۵۳ | ستائیسویں مجلس |
| ۱۴۸ | اکابر کے طرفیتہ کو لازم پکڑو | ۱۵۳ | اسباب کا اختیار کرنا توکل کے متنافی نہیں |
| ۱۴۸ | ضمیمہ | ۱۵۳ | کاروبار زندگی میں مشغول رہ کر بھی آدمی |
| ۱۴۸ | تبلیغی جماعت اور مدارس | ۱۵۳ | ولی بن سکتا ہے۔ |
| ۱۴۹ | مشاجرات صحابہ کرامؓ تکوینی طور پر پیر میں | ۱۵۵ | ذکر اگر آداب سے کیا جائے تو روز ازل |
| ۱۵۱ | کے لئے پیش آئے۔ | ۱۵۶ | دور ہو جائیں گے۔ |
| ۱۵۱ | علماء کا اختلاف اچھی چیز ہے اور مخالفت بُری | ۱۵۶ | اٹھائیسویں مجلس |
| ۱۵۳ | آپس کے اختلافات میں راہ اعتدال | ۱۵۶ | سہارنپور کی دین داری |
| ۱۵۵ | ہمارے اکابر کی طبائع میں تضاد تھا مگر | ۱۵۷ | حضرت گنگوہیؒ کا نماز عید کیلئے تشریف لیجانا |
| ۱۵۵ | اس کے باوجود ایک تھے۔ | ۱۵۷ | حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی |
| ۱۵۵ | اللہ والوں سے ڈرتے رہنا چاہیے | ۱۵۷ | بھوپالی کی سہارنپور تشریف آوری |
| ۱۵۷ | اکابر کے حالات معلوم کرنے کا اشتیاق | ۱۶۰ | حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی سے ملاقات |
| ۱۵۷ | ہر گئے راز نگ و بُوئے دیگر است | ۱۶۲ | انتیسویں مجلس |
| ۱۵۸ | بڑوں سے انتساب اس وقت اچھا | ۱۶۲ | ہمارے یہاں تمہارے اثرات کو باقی رکھنے کی صورت |
| ۱۵۸ | معلوم ہوتا ہے جب آدمی میں کوئی ذاتی کمال | ۱۶۲ | میں خواہشمند کو اجازت نہیں دیتا۔ |

| صفحہ | عنوانات | صفحہ | عنوانات |
|------|--|------|--|
| ۱۹۸ | ہمارے اکابر کے یہاں اخفا ہے | ۱۷۸ | پریشانی کا سبب کوئی معصیت ہوتی ہے |
| | اکابر کی رُخا کے ساتھ حرکت کی | ۱۷۹ | اکثر مصائب کا سبب زبان درازیاں ہیں |
| ۱۹۸ | ضرورت ہے۔ | ۱۷۹ | "آج بھی ہو جو براہِ تیم کا ایماں پیدا" |
| ۱۹۹ | ایک تاجہ کا کارنامہ | ۱۸۲ | ٹائم ٹیل کا قصہ |
| ۱۹۹ | اصل علاج رُوح کل ہے | | انسان کے مقدر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ |
| ۲۰۱ | دُنیا مسافر خانہ ہے | ۱۸۳ | مل کر رہتا ہے |
| ۲۰۱ | ایک غیبی مدر | ۱۸۶ | تقدیر و تدبیر کی لڑائی |
| ۲۰۲ | عادت کو عبادت کا درجہ نہ دیا جائے | | منجانب اللہ سفر حج کے انتظامات اور |
| ۲۰۳ | نماز کے اوقات کے اسرار | ۱۸۸ | مدرسہ کی تنخواہ نہ لینے کا واقعہ |
| ۲۰۵ | فکرِ آخرت | ۱۹۱ | روزی انسان کو تلاش کرتی ہے |
| ۲۰۶ | حضرت ولی اللہ صاحب کے والد صاحب کا واقعہ | | مولانا محمد یوسف صاحب کے استغناء |
| ۲۰۶ | آداب کی رعایت | ۱۹۲ | کا ایک قصہ |
| ۲۰۷ | طالب کے لئے بیعت مفید ورنہ غیر مفید | ۱۹۳ | کرنل اقبال کا قصہ |
| ۲۰۸ | علماء و مدین سے خصوصی خطاب | ۱۹۴ | داد اور قابلیت شرط نیست |
| ۲۰۹ | ۱۳۹۱ھ کا رمضان المبارک | ۱۹۵ | ماثور و عاؤل کی تاثیر |
| ۲۱۰ | قابل رشک موت | ۱۹۵ | ایک خصوصی سوال |
| ۲۱۰ | تبلیغی جماعت کی ضرورت | ۱۹۶ | سند سے زیادہ استعداد مطلوب ہے |
| ۲۱۳ | بیعت کا طریقہ | ۱۹۶ | ایک شب میں ختم قرآن |
| ۲۱۳ | ختم خواجگان | ۱۹۷ | حفظ قرآن |
| ۲۱۳ | طالب صادق کی کامیابی یقینی ہے | | اپنے مشائخ کے لئے ایصالِ ثواب کی |
| ۲۱۶ | خاتمہ | ۱۹۷ | خصوصی تاکید |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

رمضان المبارک جس طرح قرآن کی سالگرہ، رحمتوں اور برکات و تجلیات کا مہینہ ہے طاعات و عبادات کی بہار کا زمانہ ہے اور روحانیت کا جشن عام ہے، اسی طرح عارفین عشاق اور عالی ہمت خاصان خدا کی دلی مراد برآنے کا موسم اور ان کا محبوب ترین مہینہ ہے جس کے لئے وہ سال بھر دن گنتے رہتے ہیں۔ اولیاء متقین کا ذکر نہیں بعض قریب العہد بزرگوں کے متعلق سنا گیا ہے کہ عید کا چاند دیکھتے ہی آینولے رمضان کا انتظار شروع ہو جاتا تھا، رمضان المبارک آتے ہی ان میں ایک نیا جوش و ولولہ اور ایک نئی نشاط و امنگ پیدا ہو جاتی تھی، اور وہ کبھی زبان حال سے یوں گویا ہوتے تھے:

هذا الذي كانت الايام تنتظر : فليوف الله اقوام بمانذروا

اور کبھی کیف و سرور میں آ کر یوں گنگانے لگتے تھے:

پلا ساقیا وہ نے دل فرورز کہ آتی نہیں فصل گل روز روز

رمضان المبارک کے آتے ہی دینی و روحانی مرکزوں اور خانقاہوں کی فضا بدل جاتی تھی۔ ان لوگوں کے علاوہ جو وہاں مستقل طور پر قیام پذیر ہوتے تھے۔ شیخ و مرشد سے بیعت و عقیدت کا تعلق رکھنے والے دور دور سے اس طرح کھنچ کھنچ کر آجاتے تھے، جیسے آہن پارے مقناطیس کی طرف اور پروانے شمع کی طرف آجاتے ہیں۔ یہ روحانی مرکز تلاوت اور نوافل و عبادات سے اس طرح معمور ہو جاتے کہ گویا دن میں اس کے سوا کوئی کام اور رمضان کے بعد پھر کوئی رمضان آینا نہیں ہر شخص دوسرے شخص سے بڑھ جانے کی کوشش کرتا اور رمضان کے ہر دن کو صرف رمضان ہی کا نہیں اپنی زندگی کا آخری دن سمجھتا ہے اور خواجہ میر درد کے اس شعر کی سچی تصویر اور عملی تصویر بن جاتا۔

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ! جس قدر بس چل سکے ساغر چلے

جو خدا کا بندہ تھوڑی سی دیر کے لئے اس ماحول میں آجاتا وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا۔ افسردہ طبیعتوں میں نئی گرمی، بلکہ سرگرمی، پست ہمتوں میں عالمی ہمتی اور اولوالعزمی بلکہ مردہ دلوں میں زندگی اور بلند پروازی پیدا ہو جاتی۔ بجلی کا ایک کرنٹ تھا، جو دلوں سے دلوں کی طرف پہنچ جاتا اور مردہ جسموں میں ایک بجلی سی پسیدہ کر دیتا، جو شخص اس روحانی دملکوئی فضا کو دیکھتا اس کا قلب شہادت دیتا، کہ جب تک خدا طلبی کا یہ ہنگامہ برپا ہے اور دین و روحانیت کی شمع کے پروانے کا ہجوم ہے اور ہر قسم کے دنیوی اغراض اور نفس پرستی و دنیا طلبی سے بالاتر ہو کر خدا کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے کے لئے اتنے آدمی کسی جگہ جمع ہیں۔ دنیا تباہ نہ ہوگی اور زندگی کی اس بساط کو تہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا جائیگا اس وقت وہ بے اختیار خواجہ حافظ کے الفاظ میں اس طرح گویا ہو جاتا تھا۔

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است عالم نشود ویران تا میکدہ آباد است

افسوس ہے کہ آٹھویں صدی میں سلطان المشائخ محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی خانقاہ غیاث پور (دہلی) اور تیرھویں صدی میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خانقاہ مظہریہ واقع چٹلی قبر (دہلی) کے رمضان المبارک کا آنکھوں دیکھا حال کسی مورخ نے نہیں لکھا۔ اور وہاں ذکر و تلاوت کی سرگرمی، شب بیداری اور وہاں کا نظام الاوقات کسی کتاب میں تفصیل سے

نہیں ملتا، لیکن فوائد الفوائد، سید الاولیاء اور دارالمعارف میں اس کی کچھ جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ جو شخص ان خانقاہوں کے شب و روز اور ان مشائخ کے ذوق و شوق اور ساز و سوز سے واقف ہے، وہ ان نقطوں سے پوری تحریر اور ان نامکمل خطوط سے پوری تصویر تیار کر سکتا ہے کہ ہج قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لیکن جن خانقاہوں اور روحانی مرکوزوں کے حصے میں ان خانقاہوں کی وراثت اور جن علماء و مشائخ کے حصے میں ان بزرگان سلف اور مشائخ پیشین کی نیابت و خلافت آئی۔ انھوں نے ان مناظر کو تازہ اور زندہ کر دیا۔ اور تاریخ نے ان کے عہد میں اپنے آپ کو دہرا دیا۔

وہ لوگ تو خال خال ہوں گے، جنہوں نے گنگوہ میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے زمانہ میں رمضان کی بہار دیکھی ہے، لیکن وہ لوگ بکثرت موجود ہیں۔ جنہوں نے گنگوہ کے دور کے بعد شیخ وقت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری کے دور میں راپور میں اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے دور میں تھانہ بھون میں رمضان کی بہار دیکھی اور جس وقت وہ اس زمانے کو یاد کرتے ہیں، ان کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے۔

ہمارے علم میں اس اخیر دور میں جس نے اسلاف کی اس سنت دیرینہ کو زندہ کیا اور اس کو نئی آب و تاب بخشی وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی ذات بابرگاہ تھی، انہوں نے اپنے مخصوص طالبین و مخلصین کی درخواست پر کسی ایک جگہ قیام کر کے رمضان المبارک کے گزارنے کا معمول بنالیا، اور اطراف و اکناف بلکہ ملک کے دور دراز گوشوں سے منتبین اور ارادت مند پروانہ وار جمع ہونے لگے، حضرت نے ایک عرصہ تک سہٹ میں رمضان المبارک گزارا۔ پھر کئی سال بانسکندی (بنگال) میں رمضان گزارا، ایک دو سال اپنے وطن مالوف الہہ داد پورہ متصل ٹانڈہ ضلع فیض آباد خاص اپنے دولت خانے پر رمضان المبارک گزارا، ان سب مقامات پر سینکڑوں کی تعداد میں مریدین دخیل اور اس ماہ مبارک کے قدرداں جمع ہوتے، جو آپ کے یہاں ہوتے، آپ ہی ان مقامات پر تشریف لے جاتے۔ لوگ ذکر و شغل، تلاوت و

عبادات میں پوری سرگرمی و عالی ہمتی سے مشغول رہتے، خدام کو بڑی کیفیات و ترقیات محسوس ہوتیں، اور وہ عرصے تک مزے لے کر ان پر کیف و پر سرور ساعتوں کا ذکر کرتے رہے اگر اللہ کو منظور ہوتا اور مولانا کی زندگی وفا کرتی تو غالباً اللہ داد پورہ میں یہ مبارک سلسلہ جاری رہتا، اور خدا جانے کتنے بندگانِ خدا اپنی مراد کو پہنچتے، اور تربیت و تکمیل کے مدارج سے گزرتے، لیکن مولانا کی وفات (یوم جمعہ ۱۳ تاریخ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ) نے اس سلسلہ کو منقطع کر دیا اور لوگ کفر افسوس ملتے رہ گئے۔

مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب راپوریؒ کے یہاں بھی رمضان کا غیر معمولی اہتمام تھا، تقسیم سے پہلے پنجاب کے اہل تعلق جن میں ایک بڑی تعداد علماء اہل مدارس اور صاحبِ جازت مشائخ کی ہوتی تھی، شعبان کی آخری تاریخوں میں رمضان گزارنے کے لئے راپور آجاتے۔ اور پھر پوری یکسوئی و انہماک کے ساتھ دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو کر دنیا سے الگ تھلگ اس گاؤں میں جس کو شہر سے ملانے والی کوئی پختہ سڑک بھی نہیں اور نہ کوئی ریلوے اسٹیشن قریب ہے، اس مبارک مہینہ کو وصول کرنے میں مشغول ہو جاتے اور عید کی نماز پڑھ کر ہی یہاں سے تشریف لے جاتے، اس زمانے میں راپور کی خالقاہ کی کیا کیفیت ہوتی تھی، اور شیخ و طالبین کا کیا حال ہوتا تھا، اس کا کچھ اندازہ راقم کی کتاب "سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب راپوریؒ" سے ہو سکتا ہے۔

راپور کے علاوہ بہٹ ہاؤس (سہارنپور) صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی واقع جیل روڈ، (لاہور) گھوڑا گلی (کوہ مری پاکستان) اور خالصہ جی کالج (لاہور) میں بھی اس دھوم کے ساتھ رمضان گزرے کہ کئی کئی سو خدام اور اہل تعلق کا مجمع تھا، اور ذکر تلاوت اور مجاہدہ کا زور و شور،

اس سنت کا تسلسل و استمرار بلکہ اس کی ترقی و توسیع اس شخصیت کے حقے میں آئی جس کے ہاتھوں سے اپنے اسلاف و شیوخ اور اساتذہ و مربیوں کے بہت سے کاناوٹ کی حفاظت، بہت سی تصنیفات کی اشاعت اور بہت سی نا تمام چیزوں کی تکمیل

مقتدر ہو چکی تھی۔

ہمارے مخدوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے مخلصین طالبین کے ہجوم کی وجہ سے (جو خصوصیت کے ساتھ ماپنور، کھانا بھون کے خالی ہو جانے اور مولانا مدنی کی وفات کی وجہ سے تربیت و سرپرستی کے محتاج، اور کیسوی کے ساتھ ہمیں رمضان گزارنے کے مشتاق تھے) ۱۳۸۵ھ سے سہارنپور میں اراطلبہ جدید مدرسہ مظاہر علوم کی وسیع مسجد میں پورے مہینے کے اعتکاف کا معمول اختیار کیا، اور طالبین و اہل تعلق نے پروانہ دار اس جگہ کا رخ کیا، مقیمین اور معتکفین کی تعداد بھی تدریجاً بڑھتی چلی گئی۔

راقم السطور کو ۱۳۸۸ھ اور ۱۳۹۰ھ میں چند چند دنوں کے لئے سہارنپور حاضر ہونے اور چند دن ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا، آتے جاتے رہنے والوں کے علاوہ کئی سو کی تعداد میں صرف معتکفین تھے، تین سو ساڑھے تین سو کا اوسط عموماً رہتا تھا، ہندوستان پاکستان کے علاوہ حرمین شریفین، ترکی و جنوبی افریقہ اور انگلستان سے بھی اہل تعلق رمضان گزارنے اور حضرت کی صحبت بابرکات سے استفادہ کرنے کے لئے سفر کر کے آتے ہیں اور یہ سب شیخ ہی کے ہاں ہوتے ہیں۔ ان مختلف الاوطان، مختلف المزاج اور مختلف حیثیتوں اور معیاروں کے مہالوں کی میزبانی اور ان کی خدمت بڑا نازک و دشوار کام ہے۔ خاص طور پر سب جانتے ہیں کہ رمضان المبارک میں طبیعتوں کی نزاکت

۱۳۸۹ھ کا رمضان حضرت شیخ کا مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں سے گزرا، اس سے ناچیز کو بھی نصف رمضان انہیں دنوں مکہ مکرمہ گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس کے معمولات و نظام الاوقات کا تذکرہ آپے بیق ۲ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

اور بڑھ جاتی ہے لیکن حضرت کے مخصوص خدام جن میں مولانا نصیر الدین صاحب، مولانا منور حسین صاحب مولانا کفایت اللہ صاحب پانپوری اور بعض دوسرے حضرات قابل داد و مستحق شکر و دعا ہیں، وہ پوری بیدار مغزی و مستعدی و جفاکشی کے ساتھ ان مہانوں کی خدمت ناز برداری کی حد تک انجام دیتے ہیں، اس کے کسی قدر تفصیلی حالات "سوانح یوسفی" کے اس حصے میں دیکھے جاسکتے ہیں جو شیخ کے تذکرے پر مشتمل ہے یہ تعداد بھی روزانہ سنوں ہے، اور اثرات و برکات بھی روزانہ سنوں ہیں! اس سال جب کہ یہ سطور قلم بند کرائی جا رہی ہیں معتکفین کی تعداد قریباً تین سو تھی۔

ان مبارک آیام میں افطار و طعام و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد اس سال سے پہلے پہلے معمول تھا کہ سب مقیمین و معتکفین شیخ کے قریب آجاتے اور شیخ بلا کسی اہتمام و تصنیع اور ترتیب کے حاضرین کی تربیت و اصلاح اور افادہ تعلیم کے لئے کچھ ارشاد فرماتے، اس میں بزرگوں کے حالات و واقعات بھی ہوتے جن سے سننے والوں کی

۱۔ یہ تعداد صرف معتکفین کی ہے ورنہ عام مہانوں کی تعداد ان غیر عشرہ میں قریباً پانچ سو تھیں۔
(۲) تقی الدین ندوی)

۳۔ رمضان المبارک کا نظام الاوقات، عام طور پر صبح صادق سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے سب لوگ بیدار ہو جاتے ہیں، تہجد وغیرہ سے فارغ ہو کر سحری کھاتے ہیں اور اس کے بعد نوافل یا تلاوت وغیرہ میں سب لوگ صبح صادق تک مشغول رہتے ہیں۔ نماز اول وقت میں ہوتی ہے، نماز کے بعد ۱۰، ۹ بجے تک سب لوگ آرام کرتے ہیں، رات کا عالم معلوم ہوتا ہے۔ دس بجے سے ساڑھے دس بجے تک کسی کا بیان یا مواعد سنانا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ؟ مسجد کے صحن میں سنانا جاتی ہے، اس کے بعد ظہر تک تلاوت وغیرہ کا معمول ہے۔ نماز ظہر کے بعد ختم خواجگان اور دعا ہوتی ہے ظہر سے عصر تک ذکر کی مجلس ہوتی ہے۔ نماز عصر کے بعد کوئے کتابیہ عام طور پر امام السلوک و اکمال الشیم "سنانا جاتی ہے۔ جو غروب سے پندرہ بیس منٹ پہلے بند (بقیہ اگلے صفحے پر)

ہمت بلند اور عزم پختہ ہو، کچھ تصویب و سلوک کے نکات بھی، بعض علمی تحقیقات بھی، اور اپنی زندگی کے سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات بھی، اور کبھی کوتاہیوں اور بعض بے عنوانیوں پر محاسبہ بھی، غرض کہ مقتضائے حال کے مطابق جو کچھ خدا دل میں ڈالتا ہے وہ بے تکلف فرمادیتے اور ہم لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ اور بہت سے لوگ اس کو حرز جان بنا لیتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، ان کے قلمبند کرنے میں کوئی اہتمام نہ تھا۔ ممکن ہے بعض احباب اپنے اپنے طور پر، بعد میں خاص خاص چیزوں کو نوٹ فرمادیتے ہوں، یہ افادیت و مفوظات چونکہ خدا کے ایک مخلص

کردی جاتی تھیں اور حاضرین دعا میں مشغول ہو جاتے تھے، افطاری اور مغرب کے نماز اور اس سے تھوڑی دیر کے بعد کھانا اور چائے ہوتی تھیں، اس کے بعد سب لوگ حضرت اقدس مدنیوہم کی معتمد کے قریب جمع ہو جاتے تھے۔ یہ مفوظات اکثر اسی مجلس میں بیان فرماتے تھے۔ البتہ اس سال اسے مجلس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتاب "نسبت صوفیہ" وغیرہ سنائی گئی، اور اذان کے قریب حضرت اقدس بیعت فرماتے تھے، بیعت کے وقت کا عجیب منظر ہوتا ہے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے اور عشاء کی نماز و تراویح و وتر میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرن ہوتا ہے۔ اور ہر عشرہ میں ایک قسم کا معمول ہے اور دو عشروں میں مولوی سلیمان صاحب سلمہ کا تراویح پڑھنا معمول رہا ہے۔ بہتے صاف و رواں پڑھتے تھے، البتہ ایک عشرہ میں ہر سال مختلف لوگوں نے قرآن سنایا۔ وتر کے بعد قسم سورۃ الیسین و دعا کا معمول ہے اور ایک دو مرتبہ بعض لوگوں نے حفظ کی نیت سے حضرت اقدس کو قرآن سنایا۔ ایسے موقع پر الیسین شریف کے بعد دعا افسر میں ہوتی ہے، اس کے بعد ایک مختصر مجلس ہوتی ہے جس میں فضائل رضوان و فضائل درود سنائی جاتی ہے۔ کبھی صرن فضائل درود کے درود سنایاتے پر اتفاق کیا گیا۔ اس کے بعد سب حضرات لوافل و ملائکہ وغیرہ معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ بعض باہمت حضرات شب بیدار رہتے ہیں۔ عام طور پر ابھی شب کے بعد لوگ سونے کی تیاری کرتے ہیں۔

بندے کی زبان سے نکلے ہیں اور ایک بابرکت زمانہ اور ایک پُر سکینیت ماحول میں ادا ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کی برکت المضاعف اور ان کی برکت دو چندان بلکہ سو چندان ہو جاتی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی کہ عزیز گرامی مولوی تقی الدین صاحب ندوی مظاہری سلم نے (۸۸-۸۹ھ) ان کے قلم بند و محفوظ کرنے کا اہتمام کیا اور وہ حضرت شیخ کے تلمیذ خاص بھی ہیں اور مرید یا اختصاص بھی، پھر صاحب تصنیف و صاحب درس ہیں۔ اس لئے انھوں نے جو کچھ لکھا وہ حفظ و احتیاط کے ساتھ، اور جو مضمون ادا کیا انہم و تفقہ کے ساتھ اور ملفوظات پر جا بجا نظر ڈال کر اس کی تصدیق و توثیق بھی ہوئی۔ اس لئے پوری اُمید ہے کہ مطالب صحیح طور پر ادا ہوئے ہیں، اور جو کچھ اس مجموعے میں آیا ہے وہ قابل اعتبار و لائق اشاعت ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو ابھی تادیر جاری رکھتے، اور اہل ذوق کو جسمانی حاضری اور اپنے کانوں سے سننے کی سعادت نصیب فرمائے، لیکن جن لوگوں کو اس کا موقع نہیں وہ اس مجموعے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس ماحول و فضا کا اندازہ نہیں کر سکتے، جو بغیر دیکھے سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ ”شنیدہ کے بودمانت دیدہ“ اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر اور قارئین کو استفادہ اور انتفاع کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

ابوالحسن علی المحسنی الندوی

مہمان خانہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲ شوال ۱۳۹۱ھ یوم چہار شنبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ حال

== از مرتب ==

ناچیز مرتب ملفوظات حضرت اقدس مدنیو ضہم کی تقریروں و ملفوظات کا ضخیم حصہ قلم بند کئے ہوئے تھا، اپنی طالب علمی کے زمانے میں بخاری شریف کے سبق میں اکثر موقع کی مناسبت سے حضرت اقدس تقصّے بھی سنایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ان کو بھی میں نے قلم بند کر لیا تھا، اس کے بعد سال یا کئی بار حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے، اس حاضری میں بھی سننے کا موقع ملتا رہا نیز ۱۳۸۶ھ کے سفر حج میں ناکارہ حضرت اقدس مدنیو ضہم کے ہمراہ تھا، مگر افسوس کے اس زمانے کی چیزیں قلم بند نہ کر سکا، جس کا اب بیحد قلق ہے، البتہ ۱۳۸۶ھ ۸۸ھ ۱۳۹۱ھ کے رمضان المبارک میں پورے مہینے حاضری کی سعادت حاصل رہی۔ اور ملفوظات کے قلم بند کرنے کا اہتمام رہا، اس سال ماہ مبارک میں حضرت اقدس کے کئی خاص خدام بالخصوص محترم مولانا منور حسین صاحب مدظلہ مولانا جمیل احمد صاحب حیدر آبادی، مولانا سجاد صاحب اور عزیز گرامی مولانا عبد الرحیم متالا سلمہ نے ان کو اہتمام سے قلمبند کرنے اور مرتب کرنے کی تاکید فرمائی، مگر اس اندیشہ کی بنا پر کہ حضرت اقدس سے اشاعت کی اجازت دشوار ہے۔ میں نے ان کی ترتیب و انتخاب کے کام کو موخر کر دیا، اس کے بعد میں نے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ و حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

صاحبِ زبانی اور خط و کتابت میں اس کا ذکر کیا تو ان دونوں بزرگ نے بالخصوص محترم مولانا معین اللہ صاحب ندوی نے ان کو مرتب کرنے کی تاکید فرمائی، اس لئے ان ملفوظات کے گلدستہ کو مرتب کر کے ناظرین کے سامنے پیش کر رہا ہوں، میں نے ان کی ترتیب میں اپنی تحسیر و حافظہ پر اعتماد کیا ہے اور اس کی کوشش کی ہے کہ حضرت اقدس کے الفاظ و جملے تک میں حتی الامکان تبدیلی نہ ہو سکے اگرچہ حضرت اقدس جس رقت انگیز انداز میں بیان فرماتے ہیں اسکی تصویر کشی سے یہ بے بصیرت قاصر ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ "سوانح راپٹوری" میں تحسیر فرماتے ہیں۔

"کامل الاحوال بزرگوں کی باطنی کیفیت کا اندازہ عامی کیا جاسکتے ہیں، ان حضرات کا

اصول و مسلک یہ ہے کہ

عشق عصیان است گزستور نیست

لیکن پھر بھی پیما نہ جب لبر نہ ہو جاتا ہے تو دو چار قطرے ٹپک پڑتے ہیں۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ضبط کر لے اور اخفائے حال کی کوشش اس حقیقت کی غازی کرتی ہے۔ جس سے سینہ معمور اور دل مخمور ہے، کسی حقیقت شناس نے عرصہ ہوا کہا تھا،

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگران

حضرت اقدس جس وقت اپنے اکابر و مشائخ کے حالات بیان فرماتے ہیں اور جس وقت بیعت کے الفاظ اذ فرماتے ہیں تو ساری مجلس پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ زبان حال گویا اس حقیقت کی ترجمانی کرتی ہے۔

سماں صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

حضرت کے دس حدیث میں جن لوگوں کو بٹھینے کی سعادت حاصل ہوتی ہے وہ اس کو اچھی طرح جانتے

ہیں کہ بخاری شریف میں جہاں مرض الوفا کی حدیث آتی تھی، اس وقت مجلس کا جو حال ہوتا تھا وہ ناقابل بیان ہے، تھوڑی دیر کے لئے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج ہی یہ سانحہ ارتحال پیش آیا ہے، اسی طرح

مسلمات حدیث میں حضرت اس حدیث "ان احب الی معاذ کو پڑھتے ہیں تو سارے مجمع پر گریہ طاری ہو جاتا

محبت گریہاں چشم تر سے سینہ نہ برساتی

الہی درد و غم کی سرزمین کا حال کیا ہوتا

اہل اللہ کے ملفوظات میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے، وہ عام تحریرات و تصنیفات میں نہیں ملتی، ان میں مختلف فوق مختلف المزاج لوگوں کے حالات کی رعایت ہوتی ہے، ہر شخص اپنے حسب حال اپنے درد کا درماں پاسکتا ہے، پھر حضرت اقدس حکایات و اکابر کے حالات مجمع کی مناسبت سے بیان فرما کر ان ایسے نتائج نکالتے ہیں کہ جن سے سامعین کے قلوب پر غیر معمولی اثر ہوتا ہے۔

ان ملفوظات کا بیشتر حصہ ماہ مبارک کی مجالس میں بیان فرماتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ موجودہ دور میں حضرت اقدس کی خدمت میں ماہ مبارک گزارنے والوں کا اتنا بڑا مجمع آتا ہے کہ حرمین شریفین کے سوا اور کہیں یہ منظر دیکھنے کے لئے نہیں ملے گا، ہندو پاک کے علاوہ حرمین شریفین، ترکی و افریقہ، امریکہ و سنگا پور کے لوگ اکی ماہ مبارک میں موجود تھے، عام طور پر مدارس عربیہ کے اساتذہ و طلباء کی تعطیلات بھی انہیں ایام میں ہوتی ہیں اس لئے اکثر و غالب تعداد اس مجمع میں انھیں کی ہوتی ہے، ان ملفوظات کے مخاطب اولین علماء و طلباء کی جماعت ہے۔ عہد حاضر میں ہمارا دینی طبقہ بالخصوص مدارس عربیہ جس دینی و روحانی و علمی تنزل و انحطاط کا شکار ہے اس کے اصلاح کی حضرت کو بہت ہی فکر ہے، ملفوظات کے قارئین پڑھنے کے بعد اس کا بخوبی اندازہ کر سکیں گے ۱۹۶۵ء کے بعد ماہ مبارک گزارنے کا سلسلہ مجمع کی کثرت کی بنا پر مدرسہ مظاہر علوم کے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں شروع کیا گیا۔ ہر سال اس مجمع میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے رمضان میں مستقل مقیمین کی تعداد قریباً چھ سو تک پہنچ گئی تھی، یہ سب حضرات حضرت اقدس مد فیوضہم کے مہمان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا نصیر الدین صاحب ناظم طعام اور ان کے رفقاءے کار کو جو حضرت کی جانب سے ان سب مہمانوں کے کھانے اور سحری و افطار کا انتظام کرتے ہیں، اسی طرح مولانا کفایت اللہ صاحب پالنپوری اور ان کے رفقاء نے دونوں وقت کی چائے کا انتظام اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ حق تعالیٰ اس چشمہ فیض کو تادیر قائم و دائم رکھے، آمین

یہ ناچیز اپنے محسن و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا تہ دل سے ممنون ہے کہ انہوں نے ان ملفوظات کو اپنی مجالس میں سنا اور اس پر ایک قیمتی مقدمہ تحریر فرمایا۔

مزید اطمینان کے لئے اس ناچیز نے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ رفعتی اعظم

دارالعلوم دیوبند سے اس مسودہ کے ساعت کی درخواست کی، انھوں نے ازارہ شفقت و عنایت اس کے اکثر حصے کی ساعت کی اور بعض مقامات پر تصحیح فرمائی، جس پر یہ ناچیز بے حد ممنون ہے۔

اسی طرح اس کے نشر و اشاعت کے سلسلے میں میرے کرم فرما جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب ڈیوان نائب مہتمم دارالعلوم فلاح دارین کی وساطت سے محترم حاجی محمد چوہان ساؤتھڈا فریقہ کے تعاون نے سہولت پیدا کر دی، حق تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور ناچیز مرتب اور قارئین کو ان محفوظات اور صاحب محفوظات کی برکات سے مالا مال فرمائے۔

اب یہ مفید و دلاویز مجموعہ ناظرین کی خدمت میں عرفی کے الفاظ میں اس معذرت کے ساتھ

پیش ہے۔

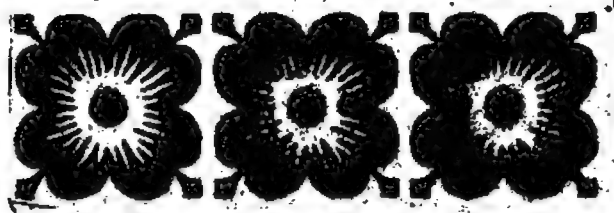
امید ہست کہ بیگانہ عسری را

بدستی سخنہائے آشنا بخشد

فقط والسلام

تقی الدین ندوی مظاہری

فلاح دارین ترکیسر سورت (گجرات)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت شیخ کے معمولات و نظامِ اوقات

(ماخوذ از سوانح یوسفی)

از

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

شیخ کی زندگی اپنے علمی انہماک، خدمتِ خلق، بکسول اور شدید مصروفیات کے اعتبار سے اس بیسویں صدی میں ان علمائے سلف کی زندہ یادگار ہے۔ جن کا ایک ایک لمحہ عبادت، خدمت اور علم کی نشر و اشاعت کے لئے وقف تھا اور جن کے کارنامے دیکھ کر ان کے اوقات کی برکت، ان کی جفاکشی، بلند تہمتی اور ان کی جامعیت کے سامنے آدمی تہویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے اور ان کی روحانیت تائید الہی کے سوا کوئی توجہ نہیں ہو سکتی۔

فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد کچے گھر میں تشریف لے آتے ہیں، اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ چائے نوش فرماتے ہیں، جن کی تعداد پچاس ساٹھ سے شاید کبھی کم ہوتی ہو بعض دنوں میں اس سے بہت بڑھ جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کے لئے ناشتہ کا بھی انتظام ہوتا ہے، لیکن اس وقت شیخ کا معمول صرف چائے پینے کا

ہے۔ اگر کوئی ایسا عزیز اور اہم مہمان ہوتا ہے جو کھوڑے وقت کے لئے سہارن پور آیا ہوتا ہے یا اس سے کوئی ضروری باتیں کرنی ہوں گی تو تخلیہ کر لیا جاتا ہے اور کچھ دیر وہیں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر بالاخانہ پر اپنے علمی و تصنیفی معاملات پر اور کرنے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ جاڑے، گرمی، برسات، حوادث، تحریکات اور کسی بڑے سے بڑے معزز مہمان کی آمد کے موقع پر بھی اس میں کتر فرق واقع ہوتا ہے۔ بعض

مرتب فرمایا کہ حضرت راپٹوریؒ یا ایسے اکابر و مشائخ کی تشریف آوری کے موقع پر میں نے اپنا یہ معمول ترک کر دینا چاہا تو سر میں درد ہو گیا۔ اجازت لے کر تھوڑی دیر کے لئے گیا، اور تھوڑا سا کام کر کے واپس آ گیا۔ اکثر یہ حضرات خود ہی با اصرار شیخ کو رخصت فرمادیتے، اور حرج گوارا نہ فرماتے۔ اوپر کی نشست گاہ دیدنی ہے، نہ کہ شنیدنی ایک چھوٹا کمرہ جس میں کتابوں کا اس طرح ذخیرہ ہے گویا درود یو اسی کے ہیں ان کتابوں کے درمیان بمشکل ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ ہے، جس میں شیخ تشریف رکھتے ہیں، وہ جب اپنی جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ان کتابوں کے درمیان پناہ لیتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پرندہ جو دن بھر غیر جنس میں رہا ہے اپنے اشیائے میں واپس آ گیا ہے، اس وقت ان کا وہی حال ہوتا ہے جس کی تصویر خواجہ میر درد نے اس شعر میں کھینچ رکھی ہے۔

جلینے کس واسطے لے درد میخانہ کے بیچ کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیانہ کے بیچ
اگر کسی کو اس وقت کوئی ضروری بات کہنے کے لئے یا کسی عزیز بہان کو ملنے کے لئے جانا پڑتا ہے تو اس کو بمشکل بیٹھنے کی جگہ ملتی ہے۔ چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر ایک آدھ چمڑہ یا چٹائی کا فرش کچھ پرانی شیشیاں، اور دواؤں کی بوتلیں گرد، جس میں معلوم نہیں کتنا علم کا جوہر اور اخلاص کی تب و تاب ہوتی ہے، اہل بچے تک شیخ پوری بیکھوٹی کے ساتھ وہاں کام کرتے رہتے ہیں اور ان کا جی چاہتا ہے کہ سوائے ضروری اور فوری کاموں کے غفل نہ واقع ہو۔ ان اوقات میں ان خاص مہمانوں اور ذکر و شغل کرنے والے عزیزوں کو اجازت ہوتی ہے کہ صحن میں بیٹھ کر ذکر جہر کرتے رہیں اور وہ کام میں مشغول رہتے ہیں، اور اس سے شیخ کی بیکھوٹی میں کوئی فسق واقع نہیں ہوتا۔

اہل بچے نیچے تشریف لے آتے ہیں، دسترخوان بچھتا ہے، مہمانوں کی جماعت کثیر شریک طعام ہوتی ہے، عام طور پر دو اور تین مرتبہ جمع بیٹھتا ہے۔ شیخ کی اصطلاح میں اس کو پہلی پڑھی اور دوسری پڑھی کہتے ہیں، شیخ اول سے آخر تک کھانے میں شریک رہتے ہیں اپنے کھانے کی مقدار اور رفتار ایسی رکھتے ہیں کہ آخری کھانے والے تک کا ساتھ دے سکیں، کھانے میں بالعموم تنوع ہوتا ہے۔ متعدد قسم کے سالن و انسر مقدار میں ہوتے ہیں اور بڑے اصرار سے مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نو وارد و نا تاجر کا

بعض اوقات اس اصرار سے اپنے معمول سے زیادہ کھا کر تکلیف بھی اٹھاتے ہیں۔ لیکن غور سے دیکھنے والا معلوم کر لیتا ہے کہ شیخ برائے نام شریک ہیں ان کی خوراک اتنی کم ہوتی ہے کہ اس مقدار کے ساتھ اتنی محنت پر تعجب ہوتا ہے لیکن دسترخوان پر وہ ایسا سماں باندھتے ہیں کہ کسی کو پتہ نہیں چلنے پانا کہ کریم النفس اور فراخ دل میزبان خود کس قدر اس کھانے میں شریک ہے۔

کھانے سے پہلے ڈاک آجاتی ہے جس پر ایک سرسری نظر ڈال لیتے ہیں اس ڈاک کی مقدار روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ان سطور کے تحریر کے زمانے میں تین چالیس کے درمیان روزانہ خطوط کا اوسط ہے۔ کھانے کے بعد شیخ آرام کرنے کے لئے مضطرب ہوتے ہیں ۱۲، ایک اس میں ضرور بچ جاتا ہے۔ یہی وقت ان کے آرام کا ہے۔ ظہر کے بعد ایک گھنٹہ وہ ڈاک اور اسی درمیان میں کسی عزیز مہمان سے گفتگو کی نذر کرتے ہیں۔ گھنٹہ ختم ہونے کے بعد حدیث کے درس کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ پہلے یہ درس دارالطلبہ کے دارالحدیث میں ہوتا تھا جو بالائی منزل پر ہے۔ اب چڑھنے بلکہ چلنے تک کی معذوری کی بنا پر دارالطلبہ کی مسجد میں ہوتا ہے۔ مولانا حافظ عبداللطیف صاحب کی وفات کے بعد سے بخاری شریف آپ ہی پڑھاتے ہیں اس درس کی کیفیت بھی دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی، حدیث کے احترام و سنت کے شغف اور ذات نبویؐ سے عشق کی کیفیت کا اثر تمام حاضرین پر پڑتا ہے اور بعض مرتبہ تو ساری مجلس پر ایک بجلی سی کو نڈ جاتی ہے خصوصاً ختم کتاب اور دعا کے موقع پر تو یہ پیانہ ہزار وسعت و عالی ظرفی کے باوجود چھلک پڑتا ہے، اسی طرح وفات نبویؐ کی احادیث پر دامن ضبط ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے آنکھیں بے اختیار اشک بار اور آواز گلو گیم ہو جاتی ہے (تین سال سے مغربیوں کی وجہ سے درس کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ (ت)

عصر کی نماز کے بعد مکان پر عام مجلس ہوتی ہے، سارا صحن زائرین اور حاضرین سے بھرا ہوتا ہے ان میں مدرسہ کے طلباء اور بعض اساتذہ بھی ہوتے ہیں اور مدرسہ کے مہمان بھی چائے کا اس وقت بھی دور چلتا ہے، تعویذ لکھنے کا اسی وقت معمول ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد اب دیر تک مسجد ہی میں رہتے

ہیں، اگر کوئی خاص ہمان یا عزیز آئے ہوئے ہیں تو ان کو خصوصی طور پر وقت دیدیتے ہیں عشر کی نماز سے پہلے دسترخوان پکھڑا کھاتا ہے، لیکن شیخ کا عرصہ سے رات کو کھانے کا معمول نہیں، کوئی خاص عزیز ہمان ہوئے تو ان کی خاطر دو چار لقمے تادل فرمالتے ہیں (مگر اب بھی چھوٹ گیا ہے، ات عشر کے بعد پھر کچھ دیر مخصوص و محدود مجلس رہتی ہے، جس میں زیادہ تر بے تکلف اور ہر وقت کے حاضر باش خدام یا عزیز ہمان ہوتے ہیں، پھر آرام فرماتے ہیں۔

جمعہ کے دن نماز سے پہلے مختلف دیہاتوں اور اطراف و مواضع سے آنے والے اہل تعلق دار و ات کو مجلس میں شرکت کی اجازت ہوتی ہے، اسی موقع پر نئے طالبین کو بیعت بھی فرماتے ہیں، اور ذکر و اصلاح حال کی تلقین بھی، یہ تعداد بھی یوماً فیوماً بڑھ رہی ہے، سارا صحن اور اندر باہر سب بکھڑا جاتا ہے، پھر جمعہ کی تیاری ہوتی ہے۔ جمعہ حکیم الیوب صاحب کی چھوٹی مسجد میں جو قریب ترین مسجد ہے، ادا فرماتے ہیں کھانا معمولاً و التزاماً جمعہ کے بعد ہوتا ہے، عصر کی مجلس عام جمعہ کے دن ملتوی رہتی ہے۔ شیخ کا برسوں سے جمعہ کے دن ماہین عصر و مغرب و عار میں مشغول اور متوجہ الی اللہ رہنے کا معمول ہے، فرماتے ہیں کہ والد صاحب کا بھی یہی معمول تھا، چلے بھی اُس روز مغرب کے بعد ہوتی ہے اب چلے کا معمول نہیں رہا۔ (ت)

رمضان المبارک میں تو نظام الاوقات بہت بدل جاتا ہے، سرگرمی، بھناکشی، بلند تمی، ذوق و عبادت و تلاوت اور کیوئی و انقطاع اپنے نقطہ عروج پر ہوتا ہے۔ شیخ کے یہاں رمضان کا معاملہ بالکل الگ ہے، اور وہ اولیائے متقدمین اور مشائخ سلف کی اخیری یادگاروں میں سے ہے۔ راقم السطور کو ۱۹۴۶ء میں ایک مرتبہ پورا رمضان ساتھ گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی، نظام الدین میں قیام تھا اور شیخ کی خصوصی شفقت و تعلق کی وجہ سے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، پورے مہینے کا اتفاق تھا، روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرنے کا التزام تھا، قدرے اضافہ کے ساتھ (تاکہ اگر ۲۹ کا چاند ہو جائے تو تیس قرآن مجید ختم کرنے کے معمول میں فسر نہ آئے) نظام الاوقات یہ رہتا تھا کہ انظار صرف ایک مدنی کھجور سے پھر ایک پیالی چائے اور ایک بیڑہ پان، نماز مغرب کے بعد ادا بین شروع

فسر دیتے جن میں کئی پارے پڑھتے، آدابین سے فراغت کے بعد اور عشاء کی نماز سے پیشتر ایک خصوصی مجلس جس میں خاص عسریز و خدام شریک رہتے۔ عشاء اور تراویح کے بعد پھر مجلس ہوتی، جس میں ہلکی سی انطاری عموماً امر و دیا کیلا کا کچا لویا کچھ پھلکیاں برے وغیرہ لیکن قلیل مقدار میں کھانے کا اس وقت بھی ذکر نہیں یہ گرمیوں کا زمانہ تھا، مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید پڑھنے کے عادی تھے، اس لئے تراویح میں بہت دیر ہو جاتی، ڈیڑھ گھنٹہ مجلس میں بیٹھ کر حاضرین مجلس تو آرام کرنے چلے جاتے شیخ نوافل میں مشغول ہو جاتے، سونے کا ایک منٹ کے لئے بھی معمول نہ تھا۔ آخر وقت میں سحر کھاتے اور چوبیس گھنٹے میں بھی کھانے کا وقت تھا، نماز فجر اول وقت ہو جاتی، نماز کے بعد آرام فرماتے اور دن نکلنے کے بعد بیدار ہوتے ۲۲ گھنٹے میں بھی سونیر کا وقت تھا، پھر دن بھر قرآن مجید ہی کا دور رہتا، یہی رمضان کا سب سے بڑا معمول تھا جو کچھ وقت ملتا قرآن مجید کی تلاوت اور دور میں گذرتا۔

رمضان کی اس مشغولیت اور علوئے ہمت میں صحت کے تنزل کے باوجود اور ترقی ہی ہوتی چلی گئی ان سطور کے تحریر کے وقت جو پچھلا رمضان ۱۳۶۶ھ کا گزرا ہے، اس کی تفصیل ایک خادم خاص اور ہر وقت کے حاضر باش اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

”وسط شعبان سے ۲۸ رمضان تک جو مہمان باہر سے آئے اور پورا رمضان یا

کچھ آیام گزار کر واپس گئے، ان کی ایک فہرست ایک خادم نے بطور خود مرتب کی

تھی، اس فہرست میں ۳۱۳ مہانوں کے نام ہیں۔“

حضرت شیخ کا نظام الاوقات رمضان شریف میں یہ رہا، سحری کے لئے جب لوگ بیدار

ہوتے تو حضرت عموماً نوافل میں مشغول اور جب سحری کا وقت ختم ہونے لگا تو ایک دو اندھے نوش

فرماتے اور چائے کی ایک پیالی، کچھ جماعت تک تکیہ لگانے لوگوں کی طرف متوجہ رہتے، مہمان حضرات

آمنے سامنے ہوتے، بعد نماز فجر آرام فرماتے۔ تقریباً ہر بجے دن تک کچھ ضروریات سے فارغ ہو کر

نوافل میں مشغول ہو جاتے، دوپہر زوال کے قریب تک، پھر ڈاک ملاحظہ فرماتے اور بعض ضروری خط لکھتے

اذان ظہر تک، پھر نماز میں مشغول ہوتے، بعد ظہر فوراً تلاوت شروع فرماتے مسلسل عصر تک، مہانوں کو ہدایت تھی کہ سب لوگ ہمہ تن ذکر میں مشغول ہو جائیں قبل عصر تک، چنانچہ ذاکرین ذکر میں مشغول ہوتے اور دوسرے حضرات تلاوت میں مشغول رہتے عصر تک، بعد عصر حضرت قرآن شریف سناتے، اکثر مہمان یا تو قرآن شریف سنتے یا خود تلاوت کرتے قبل افطار تک صرف چند منٹ پہلے تلاوت موقوف کر کے مراقب ہو جاتے، مہانوں کو ہدایت تھی کہ صحن مسجد میں افطاری کے دسترخوان پر چلے جائیں اور حضرت اکیلے پردہ میں ہو جاتے، اذان پر مدنی کھجور سے افطار اور اس پر زمزم ایک پیالی نوش فرماتے، پھر مراقب ہو جاتے یا ٹیک لگا کر بیٹھتے، نماز مغرب سے فراغت کے بعد مہانوں کو کھانا دکھلایا جاتا اور حضرت دیر تک نوافل میں مشغول رہتے، اذان کے آدھ گھنٹہ پہلے تک، اس وقت ایک دو اندھے نوش فرماتے اور ایک پیالی چائے یہ چائے بھی ہفتہ عشرہ کے بعد بہت اصرار پر شروع ہوتی، اسی طرح اندھا بھی سخت اصرار پر منظور فرمایا تھا، روٹی چاول وغیرہ کی قسم سے کوئی چیز بھی رمضان بھر بلکہ ایک دن پہلے بھی نوش نہیں فرمایا، اذان عشر سے آدھ گھنٹہ پہلے پردہ ہٹا دیا جاتا۔ حضرت ٹیک لگا کر مہانوں کی طرف متوجہ رہتے، عجب منظر ہوتا، نئے آنے والے طتے، پھر اذان ہو جانے پر ضروریات سے فارغ ہو کر نوافل پھر فرض و تراویح میں مشغول ہو جاتے، اس رمضان میں تین قسم کی سماعت فرمائی، پہلے مفتی یحییٰ صاحب نے سنائی۔ پھر حافظ فرقان صاحب نے پھر مہاراجاں سلمان سلمہ پسر مفتی صاحب نے۔ پورا ماہ اعتکاف میں گزارا اور اکثر و بیشتر مہمان بھی معتکف رہے، حتیٰ کہ بسا اوقات ڈاکخانے بھیجنے کے لئے کسی آدمی کا ملنا مشکل ہو گیا تھا۔ بس حضرت کے تین چار خادموں کو خاص کر کے ضروریات کے لئے غیر معتکف دیکھا گیا۔

آخر عشرہ میں یا اس سے کچھ پہلے بعض بعض دوستوں کے بار بار مٹھائی یا کباب لانے کی بنا پر تراویح کے بعد ایک دو لقمہ مٹھائی یا شامی کباب بھی نوش فرمالتے، مگر اکثر تو تقسیم ہی کر دیتے اداہل رمضان میں اعلان کر دیا گیا تھا، یعنی حضرت نے خود فرمایا تھا کہ تراویح کے بعد کباب ہوا کریگی چنانچہ کباب سنائے کا معمول رہا، اور اس وقت چنایا کھلکی وغیرہ کا جو معمول پہلے سے چلا آ رہا تھا۔

اس رمضان میں بند کرادیا گیا تھا، کہ وقت ضائع ہوگا، کتاب وغیرہ سے فراغت کے بعد فرماتے، حضرت جاؤ وقت کی قدر کرو، چنانچہ اکثر تلاوت یا نماز میں لگ جاتے اور حضرت بھی مشغول ہوجاتے کچھ دیر کے بعد کچھ دیر کے لئے آرام فرماتے مگر "تنام عینای ولاینام قلبی" کی طرح کیفیت رہتی کہ ابوالحسن سلمہ سے جو پاس ہی کو ہوتے کبھی کوئی بات فرما بھی دیتے اور یہ فرماتے کہ تم لوگوں کے تلاوت ذکر سے میرے آرام میں فسق نہیں آتا۔

اگلے رمضان ۱۳۸۶ھ کا نظام تقریباً وہی رہا، کچھ چیزوں میں تبدیلی تھی، مولوی منور حسین صاحب بہاری نے اپنے مکتوب میں جو حالات لکھے ہیں، اس کی چند اہم باتیں یہ ہیں:-

"۲۹ شعبان کو فجر کی نماز سے پہلے ہی مہانوں اور معتکفوں نے اپنی اپنی جگہوں پر قبضہ کرنا، اور بسترے پھیلانے شروع کر دیئے، چنانچہ بعد فجر جو

لوگ گئے تو اکثر دوں کو تیسری صف میں جگہ ملی، حضرت پہلے ہی اعلان فرما چکے تھے کہ ۲۹ شعبان کو بعد عصر مسجد ہی سے اعتکاف گاہ منتقل ہوجائے گے، چنانچہ تشریف لے گئے، اور نوتے سے اوپر نتو سے تین چار کم مہان بھی مسجد دارالطلبہ جدید میں اقامت واعتکاف کی نیت سے پہنچ گئے، حالانکہ مسجد

بہت وسیع اور اندر چھ صفوں کی جگہ ہے، مگر مہانوں اور سامان سے مسجد بھر گئی۔ چنانچہ جو مہان رات کو یا صبح سے پہلے یا بعد میں پہنچے ان کو مسجد کے برآمدے میں جگہ دلوائی گئی، شام کے دسترخوان میں نتو سے کم اور سحری کے

وقت سو سے زائد مہان ہو گئے تھے، پھر مہان آتے گئے اور برآمدہ مسجد کے پرہو جانے پر اندرون مسجد جا بجا جگہ دلوائی گئی، اور ہر مہان کو تقریباً ڈیڑھ فٹ کی جگہ اخیر کے دو عشروں میں میسر ہی مہانوں کی کثرت کی وجہ سے دوسرے عشرہ کے وسط میں ایک عظیم الشان خیمہ نصب کرالیا گیا۔

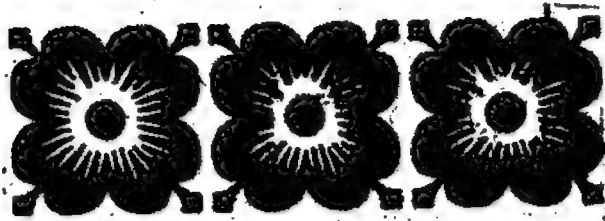
یعنی مسجد کے کھلے صحن میں وہ بھی آخر عشرہ میں بکھر گیا، پہلے ہی دارالطلبہ
جسدید کے چھ کمروں کو خالی کرایا گیا تھا۔ چنانچہ پہلے دوسرے عشروں میں
تو صرف معززین کو ان کمروں میں چارپائیوں پر کٹھرایا جاتا تھا، مگر آخر عشرہ میں
دو کمرے تو معززین کے لئے رہے، باقی چار کمروں میں پال ڈلو کر عام ہمانوں کو
کٹھرایا گیا، بعد کو سب ہی کمروں میں پال پڑے، ۲۳ سے ۲۸ تک تقریباً پونے
تین سو ہمان دسترخوان پر کھانا کھاتے رہے۔ مزید مولوی نصیر الدین صاحب
کے پاس کھاتے رہے.....

اس سال تبلیغی جماعتیں، علماء اور مدرسین اور اہل علم کثرت سے آئے حضرت نے متعدد اشخاص کو اجازت
دی، گجرات، بمبئی، پالن پور کے ہمانوں کی تعداد نمایاں تھی، یوں یوں والوں کی تعداد مجموعی طور پر زیادہ
تھی، افریقیہ، انڈان، میسور، مدراس، بنگال، اڑیسہ، بہار اور آسام کے ہمان بھی تھے۔

ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے رہتے، تمام ہمان ذکر میں مشغول رہتے، عصر تک اکثر ذکر جہری میں
بعض ذکر ستری یا مراقبہ میں اور کچھ تلاوت میں بات چیت کرنے کی قطعی اجازت نہیں تھی، عام
ہدایت تھی کہ ہمارے یہاں آؤ تو فضول باتیں نہ کرو، خواہ سورا ہو یا خاموش بیٹھے رہو، کوئی حرج نہیں
عصر کے بعد کتابیں سنائی جاتیں۔ امداد السلوک، نیز ایک اور رسالہ پھر اتمام النعم ترجمہ تنوید الحکم
پھر اکمال الشیم شرح اتمام النعم سلوک کی کتابیں پورے ماہ رمضان میں سنائی گئیں، انظار سے
پندرہ منٹ پہلے کتاب سنائی موقوف کر دیتے اور پردہ میں مراقبہ ہو جاتے، مدنی سمجھو اور زمزم
سے ان سراط فرماتے کچھ کھلنے کا معمول نہیں تھا، پھر مراقبہ ہو جاتے، نماز مغرب کے بعد
تقریباً پون گھنٹے نوافل میں مشغول رہتے، پھر ڈوانڈے کی زردی نوش فرما کر ایک پیالی چائے
پی لیتے پردہ ہٹا دیا جاتا، تقریباً سو اسات کے عام مجلس شروع ہو جاتی، نئے آنے والوں سے
مہمانو فرماتے، اور کب تک قیام کا سوال فرماتے؟ اور محل قیام کے لئے ہدایت فرماتے پھر آٹھ بجے
تک بزرگوں کے واقعات بیان فرماتے؟ اسی درمیان میں بیعت بھی فرماتے، اذان ہوتے ہی نماز

کی تیاری فرماتے اور خود ضروریات سے فارغ ہوتے، اور نوافل شروع فرمادیتے۔
 تراویح سے فراغت پر سورہ یسین کا ختم ہوتا اور دیر تک دعا فرماتے رہتے تبلیغی جماعت کے
 مخصوص حضرات ہوتے تو ان سے دعا کی فرمائش کرتے، پھر کتاب سنانے کا سلسلہ ساڑھے گیارہ تک
 رہتا اور تبلیغی کارروائی سنائی جاتی، اس کتابی مجلس کے اختتام پر تقریباً ۱۲ بجے شب کو پردہ گرا دیا
 جاتا، اس سال گھروالوں اور دوستوں کے اصرار و تقاضہ اور اس بنا پر کہ بالکل فاقہ رہنے پر
 پیاس کا غلبہ ہوتا تھا، اور پانی پینے پر بعدہ میں رطوبت بہت بڑھ گئی تھی، جس کے نتیجے میں رمضان
 کے بعد بھی کچھ عرصہ تک کچھ کھایا نہیں جاتا تھا، افطاری کا سلسلہ شروع کیا گیا، حضرت کچھ تفکد فرماتے
 پون بجے تک مخصوص مجلس رات کی مراقبہ کی کیفیت رات ہی، ایک بجے کے بعد سو جاتے، چار بجے اٹھتے ضروریات
 سے فارغ ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے، صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے دودھ پاپے کے چند چمچے
 نوش فرما کر ایک پیالی یخنی نوش فرماتے، پھر نوافل میں مشغول ہو جاتے، یہاں تک کہ فجر کی
 اذان ہو جاتی۔“

(ماہنامہ از سوانح یوسفی)



مہمانوں اور معتکفین کے قیام کا نظم و انتظام

یہ ناچیز اپنے وطن اعظم گڑھ سے ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ کو روانہ ہو کر ۲۸ شعبان بروز جمعہ سہارنپور حضرت اقدس مدفونہم السالیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا نماز جمعہ کے بعد ملاقات دزیارت کاشرف حاصل ہوا، اس وقت ماہ مبارک گزارنے والوں کا اچھا خاصہ جمع آگیا تھا، شنبہ کو حسب سابق دارالطلبہ جدید کی مسجد میں معتکفین اور محبروں میں بقیہ مہمانوں کے قیام کا نظم کیا گیا، ناظم الامور مختتم مولانا منور حسین صاحب مظلہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ مدرسہ قدیم سے دارالطلبہ جدید سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر منتقل ہو جائیں چنانچہ عصر تک سب لوگ منتقل ہو گئے۔

نماز عصر کے بعد حضرت اقدس مدفونہم بھی مسجد میں تشریف لائے، ریت ہلال کا انتظار رہا۔ مگر ۲۹ کا چاند نظر نہ آیا، ۳۰ کو سب لوگ اپنے اپنے معمولات و تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے، نیز ۳۱ کو صبح کی نماز کے بعد فضائل قرآن سے صلوٰۃ التسبیح کا باب پڑھا گیا۔ اس کے بعد مختتم مولانا منور حسین صاحب مظلہ نے اعلان فرمایا کہ اس نماز کو آج ایک مرتبہ سب لوگ حصول فضیلت کی نیت سے ضرور پڑھ لیں اور ماہ مبارک میں بھی کم از کم ایک دو مرتبہ اس پر عمل کر لیا جائے۔ ہر دور کے علماء و صلحاء و اہل اللہ کا یہ طریقہ رہا ہے۔

یکم رمضان المبارک کو واردین کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تک پہنچ گئی تھی، جو اصحاب بدر کی تعداد ہے جب حضرت اقدس سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو اس پر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ

”حق تعالیٰ جیسی ہماری صورت ہے، ویسی ہی حقیقت بھی بنا دے۔“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

پہلی مجلس

یکم رمضان المبارک

یہ مجالس مغرب کے بعد کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد ہوتے تھیں اور عشاء تک یہ قائم رہتے تھیں، اخیر مجلس میں بیعت ہونے والوں کو حضرت اقدس مدفونہم بیعت فرماتے تھے۔ اخیر رمضان تک یہ معمول رہتا ہے۔

ماہ مبارک کے مشاغل میں ارشاد فرمایا، آپ لوگ جس مقصد کے حصول کیلئے انہماک و استغراق یہاں آتے ہیں، اس کے لئے انتہائی کوشش کیجئے۔ رمضان المبارک کی راتیں تو جاگنے کے لئے ہوا کرتی ہیں۔

میں نے ۱۳۸۸ھ میں پہلا سفر حج کیا۔ اس وقت سے رمضان المبارک کی راتوں کو جاگنے کا معمول بنالیا تھا۔ مگر اب ۶۵ سال سے بیماریوں نے چھڑا دیا ہے۔ یہ درحقیقت میں نے عرب سے سیکھا تھا۔ وہاں لوگ رمضان کی راتوں میں بیدار رہتے ہیں۔ ہم لوگ وہاں کے قیام کے زمانے میں تراویح وغیرہ سے فراغت کے بعد سحری تک عمرہ کیا کرتے تھے دوبارہ جب ۱۳۸۸ھ میں وہاں حاضری ہوئی تو بھی یہی دیکھا کہ رمضان المبارک میں بازار رات

کھلے رہتے ہیں، اور دن میں سناٹا رہتا ہے، البتہ گزشتہ سال جب وہاں حاضری ہوئی، تو معلوم ہوا کہ بہت سے گھروں میں وہاں رات میں ٹیلی ویژن لگائے جاتے ہیں، اور اس کی آوازیں آتی رہتی ہیں، اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: کام کرنے والوں کے لئے یہ چیزیں ان کے کاموں سے مانع نہیں، بچپن میں ایک قصہ سنا تھا، ایک مولوی صاحب غریب آدمی تھے، بھوک کی شدت کے عالم میں کسی حلوانی کی دوکان کے قریب جا کر کھڑے ہو جاتے اور مٹھائیوں کی خوشبو سے اپنا پیٹ بھر لیتے، سڑک پر یا اور کہیں روشنی نظر آتی تو وہاں جا کر کتابیں دیکھتے، ایک مرتبہ شہرہ ہوا کہ بادشاہ کے صاحبزادے کی شادی ہے، رات میں تمغے وغیرہ روشن کئے گئے، یہ صاحب رات بھر ان تمغوں کی روشنی میں صبح تک کتابیں دیکھتے رہے، جب صبح ہوئی تو فرمایا: وہ شادی کے تمغے کہاں گئے سنا تھا کہ بادشاہ کے یہاں شادی ہے۔ اس قصہ کو سنانے کے بعد حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا، جس کو کسی کام کا چسکا پڑ جائے، اس کو ٹیلی ویژن وغیرہ کی آوازیں یا اور کوئی چیز مقصد سے مانع نہیں بن سکتی۔

مکتب عشق کے انداز نزلے دیکھئے اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادگان میں سے ایک صاحب مطالعہ کر رہے تھے دوران مطالعہ میں انہوں نے پانی مانگا، حضرت شاہ صاحب نے جب اس کو سنا تو فرمایا: خاندان سے علم رخصت ہوا! مگر اہلیہ محترمہ نے کہا کہ ابھی جلدی نہ کریں، فرما مزید دیکھ لیں۔ چنانچہ پانی کے گلاس میں سرکہ ڈال کر خادم سے بھجوا دیا، وہ اس کو پی گئے اور گلاس واپس کر دیا، اس پر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: الحمد للہ ابھی خاندان میں علم باقی رہے گا۔

امام مسلم کا مشہور قصہ ہے، بیان کیا گیا ہے، کہ ان کی مجلس درس میں امام موصوف سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا۔ جو امام موصوف کو سوسہ اتفاق سے یاد نہ آئی۔ واپس گھر آئے تو انہیں خرے کی ایک تحصیل پیش کی گئی۔ حدیث کی تلاش جستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ چھوڑے آہستہ آہستہ سب کھا گئے اور حدیث بھی مل گئی، یہی امام صاحب کی موت کا سبب ہوا۔

فرمایا:- میں نے حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا کہ کبھی حضرت ایسے مشغول ہوتے کہ

کوئی کچھ عرض کرتا تو فرماتے "اے" یعنی حضرت کو اس وقت دوسری طرف بالکل التفات نہ ہوتا، یہی حال میں نے حضرت اقدس راہپوری نور اللہ مرقدہ کا دیکھا، کہ حضرت کی مجلس میں کتاب پڑھی جاتی، حضرت سنتے فرماتے پھر پڑھ دو یہیں سے میں نے بھی سیکھا ہے۔

بڑے حضرت راہپوری کے یہاں تو رمضان کا مہینہ دن رات تلاوت کا ہوتا، اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی بند، بعض مخصوص خدام کو اتنی اجازت تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چائے کا ایک نجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر ہو جایا کریں۔

پنجاب کے ایک پیر صاحب کا قصہ ارشاد فرمایا:۔ بڑے حضرت رائے پوری پنجاب کے ایک پیر صاحب کا قصہ سنایا کرتے تھے، مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں، وہ بزرگ اپنے سب مریدوں کو عشاء کے بعد سلا دیتے اور دو بجے لات مار کر اٹھا دیتے ان کی خانقاہ میں عشاء کے بعد سے چائے پنی شروع ہوتی اور ۲ بجے تک کپتی رہتی، اور ظاہر بات ہے کہ اتنی دیر پینے کے بعد وہ کٹردی ہو جایا کرتی تھی، وہی لوگوں کو پلائی جاتی، تاکہ نیند نہ آئے، یہ قصہ میں نے اس لئے نہیں سنایا ہے، کہ تم لوگ اس پر عمل کرو، وہ پنجاب کے لوگ تھے جو قوی و مضبوط ہوتے تھے، اور ہم کمزور ہیں۔ البتہ حسب مقدور کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت اقدس کا ماہ مبارک ارشاد فرمایا:۔ ۳۸۰ سے ماہ مبارک میں ایک میں تلاوت کا معمول ۷ قرآن روزانہ پڑھنے کا معمول شروع ہوا تھا جو تقریباً ۳۸۰ تک رہا ہوگا بلکہ اس کے بعد تک، ابتدائی معمول یہ تھا کہ سوا پارہ جس کو عموماً حکیم اسحاق صاحب کی مسجد میں سنانے کی نوبت آتی تھی، یا میرے حضرت نور اللہ مرقدہ کے گھر میں اس کو تراویح کے بعد شب میں قرآن پاک دیکھ کر اور اکثر ترجمہ کے ساتھ سحر تک چار پانچ دفعہ پڑھتا تھا، گرمیوں کی شب میں کچھ کم، سردیوں میں کچھ زائد، اس کے بعد تہجد میں اس کو دومرتبہ، اس کے بعد سحر کھانے کے بعد سے لیکر صبح کی نماز تک اور نماز کے بعد سونے تک ایک دفعہ پڑھتا تھا، اور پھر صبح کو سونے کے بعد اٹھ کر جو عموماً دس بجے ہوا کرتا تھا، چاشت کی نماز میں سردیوں میں ایک مرتبہ

گرمیوں میں دو دفعہ اس کے بعد ظہر کی اذان سے ۱۵ منٹ پہلے تک ایک یا دو مرتبہ دیکھ کر، پھر ظہر کی سنتوں میں ابتداءً دو مرتبہ، اول کی سنتوں میں ایک دفعہ اور آخر کی دو سنتوں میں دوسری دفعہ اور بعد میں ہر دو سنتوں میں ایک ہی مرتبہ رہ گیا۔ ظہر کے بعد دو سنتوں میں سے کسی کو ایک مرتبہ سنانا اور پھر عصر تک موسم کے اختلافات کی وجہ سے ایک یا دو دفعہ پڑھنا۔ عصر کے بعد کسی دوسرے اپنے آدمی کو سنانا ابتداءً حضرت کی حیات تک حافظ محمد حسین صاحب اجر اڑدی کو، اس کے بعد دو تین سال مولوی اکبر علی صاحب مدرس نظام علوم کو، اس کے بعد بہت عرصہ تک مفتی محمد یحییٰ صاحب کو، اور ان ہی کے ساتھ ان کے دونوں بھائی حکیم ایساں، مولوی عاقل بھی شریک ہونے لگے، مغرب کے بعد نفلوں میں ایک دفعہ پڑھنا اور نفلوں کے بعد تراویح تک ایک دفعہ پڑھنا۔ ۲۴ گھنٹے میں اس کی تشکیل ضروری تھی کہ ۳۰ پائے پورے ہو جائیں۔ اللہ کے انعام و فضل سے سالہا سال یہی معمول رہا، اخیر زمانے میں بیماریوں نے چھڑایا۔

حکیم طیب کا مقولہ کیا رمضان بخار کی طرح آتا ہے؟ ارشاد فرمایا، مجھے اپنی یکسوئی و تنہائی کا رمضان بہت آتا ہے، اس زمانے کا ایک لطیف یاد آگیا۔

میرے عزیز مخلص دوست حکیم طیب رابپوری، میرے دوسرے مخلص مولوی عامر سلمہ کے والد اس زمانے میں ان کی آمد و رفت بہت کثرت سے تھی، اور چونکہ بہت مختصر وقت کے لئے آتے تھے اور سیاست کی خبریں بہت مختصر الفاظ میں جلدی جلدی سنا جاتے تھے اس لئے ان کی آمد میں میرے یہاں کوئی پابندی نہیں تھی، ایک مرتبہ رمضان میں ۸، ۹ بجے صبح کو آئے، مولوی نصیر سے کہا، کیواڑ کھلا دو، اس نے کہا رمضان ہے، خود زنجیر کھڑکھڑانے کا ارادہ کیا، اس نے منع کیا اور یہ بھی کہا کہ یا تو وہ سو رہا ہو گا تو نیند خراب ہوگی اور اگر اٹھ گیا ہو گا تو نفلوں کی نیت باندھ لی ہوگی، کھڑکھڑاتے رہو، اس پر وہ خفا ہو کر مدرسہ چلے گئے، راستہ میں مولانا منظور احمد صاحب ملے، انہوں نے کہا ”حکیم جی تم کہاں آ گئے، شیخ کے یہاں تو رمضان ہے“ اس پر کچھ سوچ پیدا ہوا، اور نصیر پر غصہ کم ہوا، اس کے بعد حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، وہ ڈاک

لکھوار ہے تھے، فرمایا حکیم جی کہاں آگئے، شیخ کے یہاں تو رمضان ہے، وہاں سے اٹھ کر مفتی محمود کے حجرے میں گئے، مفتی صاحب کا قیام اس زمانے میں مدرسہ قدیم کے حجرے میں تھا۔ مفتی جی نے بھی یہی فقرہ دہرا دیا، حکیم جی نے پوچھا، آخر رمضان میں کوئی وقت بات ملاقات کا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مفتی جی نے کہا، "تراویح کے بعد آدھ گھنٹہ"۔ حکیم صاحب نے کہا کہ مجھے تو رامپور واپس جانا ہے۔ تب مفتی جی نے کہا، "ظہر کی نماز سے ۱۵ منٹ پہلے تشریف لائیں گے، اس وقت مل لینا، یا ظہر کی نماز کے بعد گھر جاتے ہوئے راستے میں مل لینا"۔ وہ ظہر کی نماز سے پہلے مسجد میں آئے، تو میں نیت باندھ چکا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد میں نے پھر سنتوں کی نیت باندھ لی، بڑی دیر تک انہوں نے انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ رکوع کا ذکر ہی نہیں ہے، اس لئے کہ اس زمانے میں سنتوں میں دو دفعہ پارہ پڑھنے کا معمول تھا، یہ دیکھ کر وہ مڑگشت میں چلے گئے، وہ واپس آئے تو میں اپنے کمرہ میں پہنچ کر قرآن پاک سنانے میں مشغول ہو گیا تھا، وہ بہت کھٹ کھٹ کر کے اوپر چڑھے اور جاتے ہی بہت زور سے کہا "بھائی جی سلام علیکم" بات نہیں کرتا، صرف ایک فقرہ کہوں گا۔ "رمضان اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں بھی آتا ہے۔ مگر یوں بخاری طرح کہیں نہیں آتا" سلام علیکم، جارہا ہوں عید کے بعد طول گا۔ میں نے کہا وعلیکم السلام، اور پھر قرآن سنانے میں مشغول ہو گیا۔



دوسری مجلس

۲، رمضان المبارک

حضرت اقدس کا پہلا سفر حج ارشاد فرمایا۔ جب میں پہلی مرتبہ ۳۸ھ میں حج

کے لئے روانہ ہوا، چونکہ یہ سفر حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی معیت میں تھا، اس لئے بمبئی تک ہر اسٹیشن پر ناشتہ والوں اور کھانوں کی کثرت تھی۔ بمبئی میں تقریباً تین سو کا مجمع تھا، راستہ میں۔ سب لوگوں کا کھانا مشترک تھا، مگر بمبئی پہنچ کر حضرت نے اعلان فرمایا، کہ اب گویا سفر حج شروع ہو رہا ہے، مشترکہ کھانے کے نظم کرنے میں دشواری ہوگی، اور فقہانے لکھا ہے کہ حج کے سفر میں کھانے کی شرکت نہ ہونی چاہیئے۔ سب لوگ اپنی اپنی مناسبت کے ساتھی تلاش کر لیں، اور اسی لحاظ سے کھانے کا نظم کریں، میرے ایک عزیز رئیس متولی طفیل صاحب تھے، ان کے ساتھ ایک خدام ملا عبد العزیز تھا، انہوں نے اپنے ساتھ مامول لطیف مرحوم کو شریک کر لیا، اور یہ تینوں مجھے اپنے ساتھ شریک کرنے پر اصرار کرنے لگے، حاجی مقبول حضرت کے یہاں وہی مقام رکھتے ہیں جو میرے یہاں مولوی نصیر الدین کا ہے، حاجی مقبول کہا کرتے تھے کہ حضرت اگر میں نہ ہوں تو یہ خدام ادب آپ کے کپڑے بھی نہ چھوڑیں، حاجی مقبول جب خفا ہوتے تو حضرت تک پر اپنی خفگی کا اظہار کر دیتے، میرے ساتھ بھی ان کا معاملہ یہی تھا، مگر جب مجھ سے خوش ہوتے تو کہتے کہ میری تم سے لڑائی نہیں۔ میری تم سے صرف اس لئے لڑائی ہے کہ مولانا عبد الطیف صاحب سے تم نے، مجھ کلمی دومہ کدی کر رکھا ہے، بہر حال میں نے رئیس کا نڈھال کے ساتھ شرکت سے انکار کر دیا۔ اس زمانے میں سفر حج کا

خرچ چھوٹا روپے ہوتا تھا، جو اس زمانے کے شاید ڈھائی ہزار کے برابر ہو، میں ٹکٹ وغیرہ لے چکا تھا میں نے چھوٹا روپے اپنی جیب سے نکال کر حاجی مقبول کے حوالہ کیا، اور یہ کہہ دیا کہ اگر اس میں کمی ہوگی تو انشاء اللہ واپسی میں ادا کر دوں گا۔ میرے پاس سامان بہت مختصر تھا۔ ایک تکیے میں کپڑے وغیرہ سب رکھ لئے تھے۔ بمبئی سے ایک کالا کرتا جہاز میں پہننے کے لئے خرید لیا تھا، حاجی مقبول صاحب نے کہا کہ جب تم نجد سے حساب وغیرہ نہیں لوگے تو بڑی خوشی سے ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو۔ بلکہ اگر تمہاری رقم حضرت کے سامان وغیرہ کے قلی میں خرچ ہوگی، تو بھی تمہیں خوشی ہوگی، میں نے کہا بالکل، مجھے حساب وغیرہ نہیں چاہیے، اگلے دن حضرت نے فرمایا، کہ بھائی سب لوگوں کا انتظام ہو گیا، تو ماموں لطیف نے کہا کہ حضرت سب کا ہو گیا ہے، سوائے مولوی زکریا کے وہ آپ ہی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا، حضرت میں نے حاجی مقبول کے ساتھ جانا طے کیا ہے حضرت نے فرمایا، اچھا وہ کیسے راضی ہو گئے۔ حضرت نے اس پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت اقدس مدظلہ اپنے خدام کے جہاز سے روانہ ہوئے اور ارادہ رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ پہنچے وہاں پر حضرت کی اکثر دعوت ہوا کرتی تھی۔ البتہ وہاں کا مدیہ جب حضرت کے پاس کوئی لاتا، اگر معمولی چیز ہوتی تو ہم لوگوں کو عنایت کر دیتے اور اگر وہ جمیدی تک کا ہوتا تو اس کے بھل وغیرہ منگوا کر تقسیم کر دیتے، اور اگر بڑا مدیہ ہوتا تو وہاں کے کسی آدمی کو مدیہ کر دیتے، ایک روز وہاں دعوت ہوئی، حاجی جی نے سب کو اطلاع کر دی، مگر گھر میں اطلاع کرنا بھول گئے، گھر میں بھی کھانا پک گیا، جب دعوت کا کھانا آیا تو حاجی مقبول ہم لوگوں پر بہت بگڑے کہ تم لوگوں نے کھانا پکانے سے کیوں نہیں منع کیا، اماں جی بھی خفا ہوئیں، حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ ہم لوگوں نے معزب کے بعد کچھ گھر کا کھانا کھایا اور کچھ دعوت کا۔ حضرت نے دوسرے لوگوں کو دے دیا۔ مگر پھر بھی تھا۔ سحری جب ہم لوگ کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھے تو پہلے دعوت کا کھانا کھایا، اس کے بعد ہم نے بار بار گھر کا کھانا منگوا دیا۔ اندر سے کھانا آتا رہا۔ بالآخر سب ختم ہو گیا۔ اماں جی کو تعجب ہوا کہ کھانا کون کھا رہا ہے، کوئی باہر سے مہمان تو نہیں آگیا۔

جب حضرت کو اس قصے کا علم ہوا تو فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہمارے بچے بھوکے رہتے

ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضرت ہم روزانہ خوب کھاتے ہیں، کبھی زیادتی ہو جاتی ہے، وہ میرا جوانی کا زمانہ تھا، اب ہم کھانے پینے کے نہیں رہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "آپ بیتی" ص ۲۳

حضرت سہارنپوریؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا: مولانا محب الدین دلا بیتی راجہ مولانا محب الدین صاحب کا ارشاد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے خاص خلفاء میں تھے، اور صاحب کشف تھے۔ مولانا ظفر احمد تھا تو ہی فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس حرم میں بیٹھا ہوا تھا مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا درد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا، اس وقت حرم میں کون آگیا، کہ دفعۃً سلام حرم النوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ طواف سے فارغ ہو کر باب الصفا کی طرف سعی کے لئے چلے تو مولانا محب الدین کے پاس آئے کہ وہی جگہ مولانا کی نشست کی تھی مولانا کھڑے ہو گئے اور مہنس کر فرمایا، میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آگیا، یہ کہہ کر مصافحہ کیا، اور معافقہ ہوا، اور سعی کے لئے آگے بڑھ گئے، مولانا محب الدین اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا، کہ میاں ظفر مولانا خلیل احمد صاحب تولوز ہی نور ہیں ان میں لوز کے سوا کچھ نہیں۔

مولانا محب الدین صاحب ارشاد فرمایا: ۱۳۳۵ھ میں جب میرا پہلا سفر حج حضرت کا ایک کشف ۱ سہارنپوری کے ساتھ ہوا، تو اس سفر میں مولانا محب الدین صاحب باحیات تھے حضرت سہارنپوری سے معافقہ کرتے ہوئے فرمایا: مولانا آپ یہاں کہاں آگئے ہیں یہاں تو قیامت کبریٰ قائم ہونے والی ہے۔ فوراً رمضان کے بعد ہندوستان واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ شریف حسین کے بعد ابن سعود کا وفا نے والا تھا، حضرت اقدس نے ہم خدام سے فرمایا کہ میں تو مدینہ پاک میں قیام کے ارادے سے آیا تھا مگر مولانا محب الدین صاحب اس کو سختی سے منع کرتے ہیں۔ میری تو مدینہ پاک حاضری کئی مرتبہ ہو چکی ہے، تم لوگوں کا پہلا حج ہے، نہ معلوم پھر حاضری ہونہ ہو، اس لئے تم لوگ ہواؤ۔

فرمایا: وہ زمانہ اس قدر بدامنی کا تھا کہ حج سے پہلے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور حج کے بعد

تو بہت ہی قلیل، نہ جانیں محفوظ تھیں نہ مال، شریف حسین کی حکومت کا اثر مکہ کی چہار دیواری سے باہر نہ تھا، قتل و غارتگری عام تھی، مدینہ پاک میں صرف تین دن قیام کی اجازت تھی اس سے زائد اگر کوئی ٹھہر تو فی یوم ایک گنئی (اشرفی) اپنے بدو کو دے، بشرطیکہ وہ بھی اس پر راہنی ہو۔

مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ارشاد فرمایا: ہم چند خدام حضرت اندس کی برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے انہیں خطرات میں ادلا سمندر کے

کنارے کنارے اور اس کے بعد جبل غار کی گھاٹیوں میں چھپتے ہوئے روانہ ہوئے، اس سفر کی داستان بہت طویل ہے اور اللہ کے احسانات قدیمہ جو ہمیشہ اس ناکارہ پر ہیں اس کا ایک کوشمہ وہ سفر بھی تھا، راستے میں حضرت نے ہمارے قافلے کا "الائمۃ من قریش" کے پیش نظر مجھے امیر بنایا تھا اور ہم لوگوں کو آمد و رفت اور تین دن قیام کا حساب لگا کر معمولی پیسے دیدیئے اور رقبہ رقوم سب رفقا کی مکہ مکرمہ میں حاجی علی جان کی دکان پر جمع کرا دی تھی، اس سفر میں ہمارے قافلے میں بعض لوگ شرکاری بھی تھے، جو شرکار کرتے تھے، اور اس کو پکاتے تھے کبھی دنبہ بھی خرید لیتے تھے، البتہ ہمارے ساتھی کھچڑی پکاتے تھے، میرا دستور یہ تھا، کہ ہر منزل پر اتر کر میں پورے قافلے کا گشت کرتا، اور خبر گیری کرتا، یہ لوگ کھانا پکاتے، تین چار دن کے بعد ماموں لطیف کو دیکھ بھیجی، انہوں نے کہا کہ یہ امیر صاحب ادھر ادھر گھومتے ہیں۔ اب انہیں کھچڑی پکانی ہے۔ مولانا منظور احمد خاں صاحب نے کہا، کہ یہ امیر قافلہ ہیں مگر ماموں لطیف کا اصرار تھا۔ میں نے دیکھی میں پانی بھر دیا۔ اور دو ڈولی میں نمک ڈالنے کے لئے اٹھایا، اس پر ماموں لطیف بہت خفا ہوئے، اور چلا کر کہا کہ "ارے یہ کیا کر رہے ہو؟ ہمارے قافلے میں ایک سہارنپور کی بڑھیا عورت اور اس کا شوہر تھا۔ وہ عورت یہ سب سن رہی تھی، اس نے کہا، کہ تم لوگوں کو پکانا آتا ہے، انہیں نہیں آتا، اس پر ماموں لطیف اور خفا ہوئے، بڑھیا نے کہا، ان کی طرف سے میں کھانا پکا دوں گی۔ اس پر اور زیادہ برہم ہوئے، کہ ہماری باری کیوں نہیں کہا؟ قافلے میں کچھ بٹھان بھی تھے، وہ آئے اور انہوں نے کہا کہ "شیخ کھچڑی پکائیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔" اسی طرح مراد آباد، کانپور وغیرہ کے حضرات

نے بھی دعوتیں دیں اور کہا کہ حضرت نے ان کو امیر بنایا ہے، یہ کھانا نہیں پکائیں گے۔ بفضلِ
تعالیٰ راستہ بھر گوشت ہی کھایا، کچھ پیٹری کھانے کی نوبت نہیں آئی۔

ارشاد فرمایا: چونکہ میں عربی جانتا تھا، تلم قافلے والوں کی طرف سے بدوں کی میں
ترجہائی کرتا تھا، میرا بدو (جمال) تو گویا مجھ پر عاشق ہو گیا تھا، ایک مرتبہ مجھے کانٹا چبھ گیا۔ تو وہ
بہت پریشان ہوا، اور کہا "یہ کانٹا تمہارے پیر میں نہیں میرے دل میں چھبا ہے" اور وہ اپنے پیسے
دستے میں میرے پاس جمع کرتا تھا۔ مگر جب یہ بدو حرم مکہ میں پہنچے، تو چونکہ قافلے والے ان سے تنگ
تھے اس لئے مروج پاکران کو ایسا بھگایا، کہ میرے بدو کے کچھ پیسے بھی میرے پاس رہ گئے، جس کو
میں نے مدرسہ صولتیہ میں داخل کر دیا۔

مدینہ منورہ میں تین دن کے بجائے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے احسانات
ایک چلہ قیام کی عیسیٰ صوت تدمیہ وَاِنَّ تَعَدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا
تَحْصُوْهَا کی ایک مثال یہ ہے، کہ تین دن کے بجائے مدینہ پاک میں ایک چلہ قیام کی حق تعالیٰ
نے صورت پیدا فرمادی، مدینہ منورہ پہنچ کر تعب و تکان کی وجہ سے ہمارے جمال کا ایک
اونٹ مر گیا، نہ تو جمال کے پاس اتنے دام تھے کہ وہ اونٹ لے سکے اور نہ ہم لوگوں کے پاس۔
اتنا تھا، کہ وہ ہم سے تسرین لے سکے، اس لئے وہ جمال جب کہتا کہ مجھے قرض دے دو، کہ
میں اونٹ خریدوں تو ہم لوگ کہتے تو اگر قرض دے تو ہم لوگ اپنے کھانے کا انتظام کریں۔
جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ہم لوگ تین روز کا خرچ لائے تھے، غرض وہ بیچارہ اللہ اس
کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ غریب ہمیشہ اپنی تاخیر و تقصیر پر معذرتیں کرتا رہا۔ رفقا میں سے
کبھی کبھی کوئی شخص امیر مدینہ سے جا کر شکایت کر دیتا، امیر مدینہ بھی معذرت کے ساتھ صبر کی
تلقین فرماتے اور بدو کو ڈانٹ پلاتے۔

روضہ پاک پر درخواست ارشاد فرمایا: اس طرح جب چالیس روز
اور واپسی کی عیسیٰ صوت ہو گئے، تو میں نے جا کر روضہ پاک پر عرض کیا

کہ حضرت ہم میں کئی حضرات جمع بدل پر آئے ہیں۔ انہیں دشواری ہو رہی ہے، چنانچہ شام کو ہمارے بدو کو ایک اونٹ مل گیا، اور ایک صاحب میرے پاس آئے، اور کہا کہ کل سے مولانا شیر محمد صاحب تم کو تلاش کر رہے ہیں، ان سے صرف یہ پہچان تھی کہ وہ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے تھے، اور میں مولانا محی صاحب کا صاحبزادہ، چنانچہ حرم میں ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ تمہارے قافلے کے بارے میں یہاں شہرت ہے کہ ہندوستان کے فقیروں کا ایک قافلہ یہاں پڑا ہوا ہے، ہمارا قافلہ امیروں کا شمار ہوتا ہے، اس لئے مجھے تمہاری تلاش تھی، کیونکہ ہمارے ساتھیوں کے پاس پانچ سو گنتیاں ہیں۔ ساتھ لے جانے میں خطرہ ہے، اس لئے آپ اپنے ساتھ جائیں۔ آپ کے قافلے سے کوئی ترصق نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ فقرار کے قافلے سے مشہور ہو چکا ہے، میں نے ان سے عرض کیا کہ تکیہ میں چاقو مار کر دیکھتے ہیں، اس لئے ساتھ لے جانا دشوار ہے۔ جب انہوں نے بہت اصرار فرمایا تو میں نے کہا۔ میں ان کو لے جاؤں گا، مگر شرط یہ ہے کہ آپ ان کے روپے بنا کر مجھے دیدیں۔ اور ساتھ ہی ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان کو خرچ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان پہنچ کر چار مہینے میں یہ رسم انشاء اللہ آپ کو ادا کر دیں گے، دوسری شرط یہ ہے کہ حضرت اقدس کو اس کی خبر نہ ہو، چنانچہ وہ ان گنتوں کے ساتھ ہزار بنا کر لائے، میں اس رقم کو لے کر اپنے قافلے میں آیا۔ اور اعلان کیا کہ اگر کسی کو ضرورت ہو تو مجھ سے قرض لے لے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ مدینہ پاک میں مذاق؟ جب میں نے روپے دکھائے، تو یقین آیا، میں نے اپنے ساتھیوں کو دو شرط کے ساتھ قرض دیا، ایک یہ کہ حضرت کو خبر نہ ہو، دوسرے یہ کہ ہندوستان پہنچ کر دو مہینے کے اندر یہ رقم مجھے ادا کر دی جائے تاکہ میں حسب وعدہ وہ رقم مولانا شیر محمد صاحب کو واپس کر دوں، الحمد للہ ہندوستان اگر وہ رقم ادا کر دی۔ مدینہ پاک میں اس زمانے میں کسی سے جان پہچان نہیں تھی، حضرت مولانا سید احمد مدنی صاحب سے جان پہچان تھی۔ مگر ان کے خاندان کا مدینہ پاک سے اخراج ہوا تھا، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی مالٹا میں قید تھے۔

ارشاد مندرجہ بالا میرے دوست! اللہ سے مانگو، خوب مانگو، دینے والا وہی ہے۔

ایک استقامت فرمایا، علماء کرام! تم لوگوں سے میں خفا ہوں، جب میں کوئی بات کرتا ہوں، تو تم ٹوکتے کیوں نہیں؟ جب حضرت شاہ اسماعیل شہید صاحب حضرت سید احمد شہید کو ٹوک سکتے ہیں، تو تم مجھے کیوں نہیں ٹوکتے؟ یہ سفر مدینہ کا ذکر آیا، اس میں تباہی نہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد الحسن صاحب مظلہ نے عرض کیا، نیت پر موقوف ہے، تحدیثِ نعمت کے طور پر جائز ہے،

جملِ حسیر کا مطلب ارشاد فرمایا:۔ اس سفر میں میں نے دیکھا کہ بدواؤنٹ کے چلتے چلتے اس کے خستین پر ہاتھ لگاتا ہے، میں نے اس سے اس کی مصلحت دریافت کی، تو اس نے کہا کہ اونٹ چلتے چلتے حسیر ہو جاتا ہے، وہ کسی کام کا نہیں رہتا، چنانچہ سنن ابی داؤد میں "باب من احی حسیراً" جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ ہے، راستے میں ایک اونٹ کو میں نے دیکھا کہ ویسے ہی کھڑا ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حسیر ہو گیا ہے، گویا تپِ وق کا آخری درجہ ہے۔ کھڑے کھڑے مر جائے گا۔ اس کی علامت خستین پر ظاہر ہوتی ہے، ان پر درم آجاتا ہے، اسی کو معلوم کرنے کے لئے بدواؤنٹ لگاتا تھا۔

حضرت سہارنپوری کی نماز ارشاد فرمایا:۔ اس سفر حج میں ہمارا رمضان جہاز سے شروع ہو گیا تھا اس لئے قراریہ پایا کہ آدھا پارہ حضرت تراویح میں پڑھا کریں گے، اور یوں پارہ میں پڑھوں گا۔ مجھے بھی جہاز میں چکر آتا تھا، اور مجھ سے زیادہ حضرت کو آتا تھا، ۸ دن لگے تھے، مگر حضرت کو کہاں سے قوت آجاتی تھی کہ پوری نماز نہایت سکون سے کھڑے ہو کر ادا فرماتے، اور فراغت کے بعد بیٹھنا مشکل تھا۔

حضرت رائے پوری کے سفر ارشاد فرمایا:۔ ہمارے حضرت اقدس رائے پوری کے سفر حج کا ایک قصہ ہے۔ ۱۵۵ میں سفر حج کیا، میں اس زمانے میں حضرت سہارنپوری کے ساتھ حجاز مقدس حاضر ہوا تھا، تو حضرت اقدس رائے پوری نے فرمایا کہ آٹھ مہینے سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی، اس لئے یہ سفر میں نے تم سے ملاقات کے لئے کیا ہے،

چنانچہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ کو مدینہ منورہ سے حضرت رانی پوری کی میرے ہی ساتھ مکہ معظمہ کو واپسی ہوئی، اس سفر میں بھی ”الائمۃ من قریش“ کہہ کر مجھے امیر قافلہ نبایا گیا، حضرت کے ختام آپ کا شغف اچھی طرح باندھتے تاکہ سفر میں راحت رہے، ایک شریک قافلہ رئیس کو اس بات کی شکایت رہتی کہ ان کا شغف اچھی طرح نہیں باندھا جاتا، ان کے بار بار شکایت کرنے پر میں نے بحیثیت امیر کے حکم دیا، کہ وہ حضرت کے شغف میں سوار ہوں، اور حضرت ان کے شغف میں، حضرت تو اپنے شغف سے فوراً اتر گئے۔ ان رئیس صاحب نے اترنے سے انکار کر دیا، اس پر میں نے کہا کہ پھر حضرت پیدل چلیں گے، حضرت نے بخوشی منظور کر لیا، اور پیدل روانہ ہو گئے، رئیس نے بڑی معذرت کی، اور بڑے اصرار سے آپ کو سوار کیا، پھر شکایت نہیں کی۔

حجاج کے مادی سوغات لانے پر ارشاد فرمایا: کہ حجاج میرے لئے جو اظہارِ ناپسندیدگی، مادی چیزیں مصلیٰ وغیرہ لاتے ہیں، وہ مجھے پسند نہیں، یہ چیزیں کافر ملکوں سے بن کر آتی ہیں اور صندوق میں بند رہتی ہیں، شاید ہی مکہ و مدینہ کی ہوا لگی ہو، حج کو جانے والوں سے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ میرے لئے کوئی چیز نہ لاؤ، اگر تمہیں محبت ہے، تو حج و عمرہ لاؤ، حق تعالیٰ قبول فرمائے، عمرے کی تعداد قریباً ایک لاکھ اور حج کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی ہوگی جو میرے دوستوں نے میری طرف سے کہے ہیں۔ اسی رمضان المبارک میں بیس پچیس عمرے کی اطلاع آئی ہے۔ یہی حال قربانیوں کا ہے۔ ارشاد فرمایا، اپنے محسنوں کے احسانات پر ان کے لئے دعائیں کرو، حدیث میں آیا ہے کہ محسن کے لئے ”جزاک اللہ خیراً“ کہا کرو، اللہ کے برابر کون بدلہ دے سکتا ہے، یہ میری وصیت بھی ہے اور نصیحت بھی، کہ اپنے محسنوں کے لئے دعا کیا کرو، ہم بغیر سوال کے صورتِ سوال بٹھے ہوئے ہیں۔

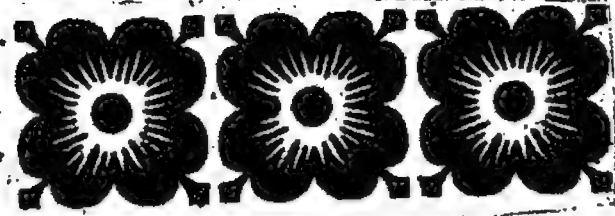
ارشاد فرمایا: کھجور و زعفران کے سوا اور کوئی چیز مجھے پسند نہیں، میں جب بھی حجاز مقدس حاضر ہوا، تو اپنے گھر والوں کے لئے وہاں سے کپڑے وغیرہ کے قسم کی کوئی چیز نہیں لایا، مولانا یوسف صاحب کے ساتھ جب وہاں حاضری ہوئی تو مسجد نبوی میں ان کی تین چار گھنٹے تقریریں روزانہ

ہوتی تھیں، میں بھی اس میں بیٹھتا تھا، محبت و خوشی سے نہیں بلکہ استفادہ کی نیت سے، اس سفر میں مرحوم نے یکدم بہت ترقی کی، اور بہت اونچی اڑان اڑا، وہاں کی نشست میں مسجد نبوی کے کونوں کے پردوں کو جمع کیا کرتا تھا، اور انہیں کو یہاں بطور تحفے کے لایا تھا، اور اس کے بعد کے سفر میں حدیبیہ و حبل احد کے آس پاس سے کچھ پھرلایا تھا، خدام سے کہہ دیا تھا کہ ان کو اپنے بکسوں میں ڈال لو، مواجہ تشریف کے سامنے نالی بن رہی تھی، وہاں کی مٹی اٹھا کر لایا تھا، حاجی یعقوب (بھئی) کو بھی ایک تھیلی بھیجی تھی یہاں آکر اپنے دوستوں کو بھی دی تھی،

ارشاد فرمایا:۔ حضرت اقدس رانپوریؒ جب پہلی مرتبہ کراچی سے دلی ہوائی جہاز پر تشریف لائے، تو ملاقات کے وقت فرمایا۔ جب میرا ہوائی جہاز پر بیٹھنا ہوا تو جی چاہا کہ آپ بھی ایک مرتبہ ہوائی جہاز پر سفر کریں، پاکستان کے لئے آپ منظور نہیں کریں گے۔ اس لئے اب سوچا ہے کہ آپ کے ساتھ حجاز مقدس کا سفر کریں گے، چنانچہ سفر کا انتظام کیا گیا، لیکن اس سال ہندوستان میں کالا پھیلنے کی شہرت کی وجہ سے دوسرے ملکوں سے قریظنہ کے سخت احکام نافذ کر دیئے گئے تھے، اس کی وجہ سے ہوائی جہاز سے سفر حجاز بند ہو گیا، اس لئے میں نے تو ملتوی کر دیا، البتہ حضرت اقدس مع اپنے خدام کے تشریف لے گئے، جب واپس تشریف لائے، تو حضرت فرمانے لگے، جانے سے واپسی تک یہ سوچتا رہا کہ تمہارے لئے کوئی ایسی چیز ہے جاؤں جس سے تم کو خوشی ہو بہت سوچ کر مسجد نبوی سے تمہاری نیت سے عمرہ کا احرام باندھا، میں نے عرض کیا کہ حضرت اس پر میرے ہاں عمرے قربان اس کے بعد میری نیت سے حج و عمرے کی کثرت ہو گئی، رسولانا علی میاں کا مستقل دستور ہے، جیسا کہ انہوں نے لکھا کہ جب طواف شروع کرتا ہوں، تو پہلا آپ کی طرف سے کرتا ہوں۔ ایک صاحب آئے وہ سنا گئے کہ انہوں نے میری نیت سے اتنی عمرے کئے۔

قدوائی صاحب سابق سفیر ہند قدوائی صاحب کی ملازمت حج سے چار ماہ پیشتر
برائے حج کا مکتوب ختم ہو رہی تھی، حضرت کو دعاؤں کے لئے خط لکھا
تھا۔ بفضلِ تعالیٰ حضرت کی دعا کی برکت سے ایک سال کی توسیع ہو گئی، انہوں نے اپنے خط میں

لکھا تھا کہ میری تمنا ہے کہ ایک سال میں اور یہاں رہ جاؤں، تاکہ حج کے موقع پر آپ کی خدمت میں سکون
 ارشاد فرمایا:۔ اس سے پہلے سفر حج ۱۳۸۶ھ میں عزیز سعدی وغیرہ نے کوشش کر کے
 رات کو بجے گاڑی سے طواف کی اجازت دلائی تھی، جب میں مطاف میں ہوتا تو لوگوں نے بتایا کہ قدوری
 صاحب بھی روزانہ یہاں رہتے ہیں، وہاں تو وہ ملے نہیں، البتہ یہاں آنے کے بعد ان کا خط آیا، تو
 میں نے جواب میں لکھا یا، مجھے آپ کارات کا طواف یاد ہے۔



تیسری مجلس

۳، رمضان المبارک

حضرت رائے پوریؒ کا ارشاد فرمایا:۔ ابتداء میں تھوڑے مجاہدے ضرور بڑاشت ایک مجاہدہ کرنا پڑیں گے۔ سوانح حضرت اقدس رائے پوریؒ میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ سردی کا موسم تھا، میرے پاس کوئی کپڑا اوڑھنے بچھانے کے لئے نہیں تھا، شام کو مغرب سے لے کر عشاء تک وضو کے لئے جہاں پانی گرم ہوتا تھا وہیں بیٹھا رہتا تھا۔ اور اپنا وظیفہ پڑھتا رہتا تھا، پھر نماز عشاء کے بعد مسجد کے دروازے بند کر کے مسجد کی چٹائی لپیٹ لیتا تھا، مگر اس میں بھی پاؤں اور سر کی طرف سے ہوا آتی تھی۔ پھر تھوڑی دیر اس چٹائی میں رہ کر اس سے باہر نکل آتا تھا، اور ذکر شروع کر دیتا، اور ساری رات ذکر کی گرجی سے گزارتا، اسی طرح سارا موسم سردی گزر گیا، مگر اس کے بعد کوئی سردی ایسی نہیں آئی جس میں کم از کم ایک رضائی نئی نہ آتی ہو چنانچہ ہر سال حضرت نہایت عمدہ عمدہ لمحات مجھے ضرور عنایت فرماتے ہیں اپنی لڑکیوں میں سے کسی کو دے دیتا تھا۔

ارشاد فرمایا:۔ ہمارے حضرت اقدس رائے پوریؒ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ پیران کلیر چلے کھینچنے کا ارادہ کیا اور چپکے سے وہاں سے تشریف لے گئے، وہاں مراقبہ میں بیٹھے تو معلوم ہوا، اپنا اپنا کرنا اور اپنا اپنا بھرنا، فرمایا جب ایسا ہی ہے، تو گھر ہی پر کیوں نہ کروں، چنانچہ واپس تشریف لائے فرمایا بمقام گھر کے مشاغل فرصت نہیں دیتے۔

پچا جان کا مجاہدہ ارشاد فرمایا: میرے بچپن کا واقعہ ہے کہ جب میرے چچا جان (بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ) کی نوجوانی کا عالم تھا۔ ان پر مجاہدات سلوک کا بہت زور تھا، گنگوہ میں خانقاہ قدوسیہ کے پیچھے ایک مختصر آب چکی تھی اس میں ایک پورے پر آنکھ بند کئے ہوئے دو زالنوں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ میری فارسی اس زمانے میں شروع کرائی تھی، میں کتاب پڑھتا، جہاں انہیں کچھ کہنا ہوتا، انگلی کے اشارے سے فرماتے، اگر عبارت سمجھ میں نہ آتی تو کتاب بند ہو جاتی، میں نے اپنے والد صاحب کا اصول تسلیم بیان کیا تھا، کہ شاگرد کا کام حل کرنا، اور استاد کا سننا ہے اس زمانے میں چچا جان فرماتے کہ اگر تم چھ مہینے خاموش رہو، تو میں تم کو ولی بنادوں۔

لب بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سر حق برا غنڈہ (ردی)

یہ تین کام کر لو حقیقت نظر آئے گی۔

اس زمانے میں چچا جان کو جو کی ردی کا اتباع سنت میں کھانے کا شوق ہوا، اور ان کے ساتھ ہم نے بھی زور دکھلائے۔ تقریباً چھ مہینے تک چچا جان کا دستور رہا، اس کے بعد کسی بیماری کی وجہ سے حکیم نے منع کر دیا۔

ارشاد فرمایا: میرے چچا جان نے ایک مرتبہ مجھے خط لکھا، اس میں تحریر فرمایا کہ کئی دن سے ایک ضروری خط لکھنا چاہتا تھا، مگر لفافے کے لئے پیسے نہیں۔

ارشاد فرمایا: چچا جان کا نظام الدین میں جب پیری کا دور شروع ہوا تو ماموں لطیف مرحوم ایک رمضان میں نظام الدین حاضر ہوئے خیال ہوا کہ خوب کھانے کو ملے گا جب افطار کا وقت آیا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا، افطار کے وقت چچا جان نے گولہ منگوا کر دیئے اور مغرب کی نماز کے بعد عشر تک نوافل میں مشغول ہو گئے اور عشر کے بعد تراویح پڑھ کر سو گئے، ماموں لطیف بے چارے انہیں میں رہا کہ بھائی جی کے یہاں کھانے پینے کا کوئی ذکر ہی نہیں، سحری کے وقت بھی وہی دو چار گولہ آئے صبح ہوئی ماموں لطیف نے کہا میں دلی جانا چاہتا ہوں۔ چچا جان نے اصرار سے روک لیا۔ چنانچہ شام کو کہیں سے ایک دیگ پلاؤ کی آگئی، بلا کر ماموں لطیف کو کھلایا، مجاہدے دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک اضطرابی اور

دوسرا اختیاری، دوسرا زیادہ اہم ہے۔
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا مجاہدہ ارشاد فرمایا: میرے چچا جان کے زمانے میں مولوی یوسفؒ نے بھی بڑے مجاہد کئے اور مشغول رہا اور محنت کی، ان مجاہدوں کا شمار اس کی زندگی میں خوب ظاہر ہوا، چچا جان کے زمانے میں دہلی کے احباب کا بہت اصرار تھا کہ صاحبزادے سلمہ کو شادی میں ضرور لائیں، مگر مرحوم اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا کہ اس کو یہ جرج ناگوار معلوم ہوتا تھا، بسا اوقات اس کی لوبت آئی کہ ان اوقات میں میرا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی وعدہ لے لیتا، بھائی جی فلاں جگہ جانے کو نہ کہیں، چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے، یوسف کو بھی ساتھ لے لیجیو! تو میں یہ معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ میں نہ کہوں۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں ایک صاحب نے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا اس پر حضرت اقدس مدفونہ نے اپنے اکابر کے چند واقعات سنائے۔

ارشاد فرمایا:۔ سر رحیم بخش صاحب دارالعلوم دیوبند کے نمبر تھے اور نظام ہر علوم کے بھی سرپرستوں میں تھے، دونوں جگہوں پر موثر۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے ان مدرسوں میں کھانے پینے کی جو احتیاطیں تھیں وہ تو جاتی رہیں، جو چاہو کھلا دو۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا ندھلوی کے تقویٰ کا اثر ہمارے خاندان میں بہت رہا ہے۔ تو رع و تقویٰ ان کا خاص جوہر تھا، مشہور مسلم بات تھی کہ ان کے معدے نے کبھی کوئی مشتبہ چیز قبول نہیں کی، یہ حضرت شاہ اسحق صاحب کے شاگرد تھے، زمانہ طالب علمی میں یہ صرف بازار کے ہوٹلوں سے روٹی خریدتے اور سالن نہیں لیتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ دہلی کے اکثر سالنوں میں کھٹائی پڑتی تھی، دریافت کرنے پر فرمایا، آمول کی بیج دلی میں قبل از وقت ناجائز طریقے پر ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا ثواب قطب الدین صاحب نظام ہر حق نے اکابر مولانا شاہ اسحق صاحب، مولانا یعقوب صاحب اور مولانا مظفر حسین صاحب وغیرہ کی دعوت کی، ان سب حضرات نے منظور

فرمائی، لیکن مولانا مظفر حسین صاحب نے جانے سے انکار کر دیا، اس سے نواب قطب الدین خاں کو ملال ہوا، انہوں نے شاہ اسحق صاحب سے شکایت کی کہ میں نے مولوی مظفر حسین صاحب کو بھی دھوکہ دی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے مولوی مظفر حسین صاحب پر عتاب فرمایا، ارے مظفر حسین! تجھے تقویٰ کی بد منظمی ہو گئی ہے، کیا نواب قطب الدین صاحب کا کھانا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا، حاشا رکلا، مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا، پھر تو کیوں انکار کرتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ مقروض ہیں اور جتنا یہ خرچ کریں گے وہ ان کی حاجت سے زائد بھی ہے تو یہ روپیہ وہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔

ارشاد فرمایا:۔ مولوی زبیر کراچی سے خط آیا کہ میں نے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا کہ جب کھانا مشکوک ہو تو دعا کہاں سے قبول ہوگی، ہم لوگ مدرسہ کے ملازم ہیں چندہ کا روپیہ آتا ہے جو مشکوک ہوتا ہے، اس لئے میں نے ملازمت کے ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، میں نے جواب لکھا یا کہ ایسا ہرگز نہ کرنا، اب تجارت کہاں پاک رہی، مولانا مظفر حسین صاحب ایک مرتبہ مولوی نور الحسن صاحب کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے کچھ دام اپنے صاحبزادے مولوی محمد ابراہیم کو دیئے کہ خود جا کر ان کا سامان کھانے کے لئے لادیں، تاکہ گڑ بڑ نہ ہو، کھانا تیار ہوا، اس میں فیروزی بھی تھی، جس کے کھاتے ہی قے ہو گئی، مولوی نور الحسن صاحب بہت پریشان ہوئے، تحقیق کیا تو معلوم ہوا جو دردہ مولوی محمد ابراہیم صاحب لائے تھے وہ گر گیا تھا، پھر دردہ باورچی حلوئی کے یہاں سے وار میں لے آیا تھا۔

ارشاد فرمایا:۔ "بی امۃ الرحمن" جو مولانا مظفر حسین صاحب کی صاحبزادی تھیں جن کو عام طور سے خاندان میں "افی بی" کے نام سے یاد کرتے تھے، ایک رالہ سیرت بی بی تھیں، دن بھر مصلے پر ہا کرتی تھیں، ان کے در صاحبزادے تھے، مولوی شمس الحسن صاحب، رؤف الحسن صاحب جو مولوی جتنام کے والد ہیں، ماموں رؤف الحسن حضرت اقدس رامپوری سے اور ماموں شمس الحسن صاحب میرے

حضرت سے بیعت تھے۔ ماموں شمس الحسن آبکاری کے وارث تھے، ان کی باتیں بھی عجیب تھیں، اپنے انسروں سے لڑا کرتے تھے مگر رشوت کا کوئی پیسہ نہیں لیتے تھے ایک مرتبہ ایک بڑے انسر نے ان سے کہا کہ میں تمہاری تنخواہ میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں، غالباً دوستوں کے چار تو کرنا چاہتا تھا، انہوں نے فرمایا کہ میری تنخواہ بہت زائد ہے۔ کیونکہ میرے سوا اس تنخواہ کا ایک پیسہ بھی میرے خاندان کا کوئی نہ استعمال نہیں کرتا، حتیٰ کہ میری بیوی بھی میرے پیسے کو استعمال نہیں کرتی چنانچہ ان کے چچا منظر بگڑ سے پہلی کر کے ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور شام تک واپس چلے آتے اور یہ فرماتے کہ تمہارا سوا اور کسی کے یہاں ٹھیرنا مناسب نہیں اور تمہارے یہاں کھانا کھا نہیں سکتا۔

مولوی رؤف الحسن صاحب دکیل تھے مگر ان کی آمدنی کو خاندان کا کوئی نہ استعمال نہیں کرتا تھا، اب تو ہم مولویوں نے سب جائز بنا رکھا ہے، مولوی رؤف الحسن صاحب اچھے حافظ تھے ان بھی تھے، ایک مرتبہ کا ندھلہ گئے، "بی اماں" نے ان سے کہا ۲۹ کا چاند نظر نہ آیا تمہارا رہنے سے کیا فائدہ؟ قرآن سناؤ، چنانچہ انہوں نے تراویح کے بعد نفل نماز کی پہلی رکعت میں پورا قرآن پڑھ ڈالا، اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھ کر نماز پوری کی اور اپنے جوتے اٹھا کر چل دیئے، اور یوں فرمایا، کہ میرے بس کا تو تھا نہیں، مگر آپ کی خاطر میں نے اس طرح پڑھ ڈالا" ارشاد فرمایا: میرے دوستو! ناجائز آمدنیوں سے بچتے رہو۔

من نہ کردم شما عذرکنید

ہم نے سنا ہے کہ جس کا رمضان اچھی طرح گزر جائے، اس کا سارا سال اچھا گزرے گا۔
ایک دیہاتی مبلغ کا قصہ ارشاد فرمایا: میرا ایک مخلص نوجوان غلام نبی گاؤں کا رہنے والا تھا حق تعالیٰ شانہ اس کو بلند درجات عطا فرمائے، پہلے اس کا جوڑ تھا نوئی سے تھا، اخلاص کے ساتھ تعلقات میں سارے قانون ختم ہو جاتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کے انتقال کے بعد اس کا تعلق مجھ سے قائم ہو گیا، اس میں دو باتیں عجیب تھیں، ایک یہ کہ وہ مسئلے بہت پوچھا کرتا تھا، قاری سید مرحوم مفتی اعظم مظاہر علومؒ اس کا بہت خیال کرتے تھے جب وہ آجاتا تو اس

کے مسائل کے جوابات دیتے تھے، وہ مبلغ تھا، ہفتہ بھر گھومتا تھا، بہت سے لوگوں کو مسلمان بنایا۔ مساجد بنوائیں، اس سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو لکھ لیتا اور ہفتہ بھر کے بعد جواب دیتا، وہ کہا کرتا تھا، جتنی بیماریاں ہوتی ہیں۔ وہ سب سالن سے ہوتی ہیں، وہ اپنے سفر میں تین چار رٹیاں اپنے کپڑے میں باندھ لیتا تھا، اور انہیں کوکھاتا تھا، اور میرے دسترخوان پر بھی وہ صرف روٹا کھاتا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ بعض دفعہ مجھ پر بھی اعتراض کرتا تھا، مخلص آدمی جب اعتراض کرتا ہے تو تکلیف نہیں ہوتی وہ کہا کرتا تھا، کہ جتنے بزرگ پان کھایا کرتے ہیں وہ پیسے بچا بچا کر دین میں دگاتے تو کتنا فائدہ ہوتا، حضرت تھانویؒ حضرت سہارنپوریؒ تو پان نہیں کھاتے تھے۔

پہلے مجمع کم ہوتا تھا، جمعہ کی مجلس کے گھر میں ہوتی تھی پہلے میں نوبے آیا کرتا تھا۔ اور اب مجبوریوں کی وجہ سے مجلس گیارہ بجے ہو گئی ہے، ایک مرتبہ وہ جمعہ کی مجلس میں آیا، اور کہنے لگا حضرت جی! جتنے لوگ گاؤں سے آتے ہیں، وہ سلام کرتے ہیں اور مولوی جتنے آتے ہیں، وہ چپکے سے بیٹھ جاتے ہیں! اس کے کہنے کے بعد میں نے خیال کیا تو ایسا ہی پایا۔

اس کا انتقال عجیب و غریب شان سے ہوا، وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ میرا حج کا ارادہ ہے، میرے پاس پیسے روپے کچھ زیادہ تو نہیں ہیں، مگر میں دلی تبلیغ کے لئے جا رہا ہوں، اگر وہاں سے جوڑ بیٹھ گیا، تو حج کو چلا جاؤں گا۔ ذرا تبلیغ کرتا رہوں گا۔ مگر کسی سے آپ ذکر نہ نہائیں! لوگ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھتے رہتے، میں ان سے کہتا کہ وہ تبلیغ میں گیا ہے، پھر اس کا بمبئی سے خط آیا، کہ وہ سفر حج کے لئے روانہ ہوا، حج سے فراغت کے بعد اس کی واپسی ہوئی، واپسی میں سخت بیمار ہوا، بمبئی میں احباب نے اس کا سامان وغیرہ دیکھ کر بیتہ چلا یا کہ اس کا مجھ سے بھی تعلق ہے، چنانچہ لوگوں نے ٹکٹ وغیرہ خرید کر اس کو ٹرین پر سوار کر دیا، وہ سہارنپور آیا، اور یہاں سے وہ اپنے گاؤں چلا گیا، بیمار کی حالت میں اس کا ہر چیز کھانے کو جی چاہتا، لوگ کہتے کہ پہلے تو کھاتا نہیں تھا۔ اب کیا ہو گیا میں نے کہا کہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ تو کھا کر جلے گا۔

ایک بزرگ کا حجامدہ ارشاد فرمایا۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا، آپ

روزانہ کیا خرچ کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ سال بھر میں تیس درہم، انہوں نے بتایا کہ ایک درہم کا شیرہ لیتا ہوں، اور ایک درہم کا چوڑا اور ایک درہم کا گھی اور اس کے ۳۶۰ لٹو بنالیتا ہوں، روزانہ افطار میں ایک لٹو کھا لیتا ہوں، ظاہر بات ہے کہ جن ایام میں روزہ رکھتے ہونگے ان میں بھی روزانہ ایک لٹو پر قناعت کرتے ہوں گے۔

صوفی عبد اللہ کا قصہ ارشاد فرمایا: ایک صوفی عبد اللہ صاحب (مجاز حضرت اقدس تھانوی) ہیں، میرا روزانہ کا صرف پان کا خرچ تیس چالیس روپے تک کا ہوتا ہے ہر ہوا لکھنؤ سے ایک جماعت آئی، اس میں (مولانا) علی میاں اور مولوی منظور نعمانی صاحب اور صوفی صاحب بھی تھے۔ چنانچہ علی میاں اور مولوی منظور صاحب نے جماعت والوں کو اہول بتائے اور سکھائے اور کہا کہ تم لوگوں کا قیام تبلیغی مرکز کی مسجد میں رہے گا، دیکھو شیخ کی دعوت قبول نہ کرنا، زیادہ اصرار ہو تو ایک وقت ان کے یہاں کھانا کھا لینا، مگر ہم دونوں کے ان سے ایسے تعلقات ہیں کہ کھانا تو وہیں کھائیں، چونکہ صبح لکھنؤ والی ٹرین لکسر سے اکثر کافی لیٹ آتی ہے اور پریشانی کرتی ہے، چنانچہ وہ لیٹ آئی، غالباً ڈیڑھ بجے کا ٹی آئی، صوفی صاحب کہیں پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ میرے یہاں آئے، بڑے حضرت رامپوری کے خلفاء میں حضرت منشی رحمت علی صاحب تھے، وہ فرماتے ہیں "مولوی کا دماغ جب چلے ہے جب۔ دسترخوان تو ہو دوسرے کا اور انتظام ہو اس کا، میرا بھی یہی حال ہے میرا دماغ دوپہر کے کھانے میں خوب کھلتا ہے، ان حضرات نے دوپہر کا کھانا کھایا، صوفی صاحب نے کھانے کے بعد ان دونوں سے کہا کہ آپ لوگ جو کچھ کہیں، میں کھانا تو یہیں کھاؤں گا، پندرہ دن تک قیام رہا، جب وہ جانے لگے تو بہت دعائیں دیں، شاعر بھی تھے، میرے ساتھ کبھی شاعری برتی، انہوں نے مجھ سے تین باتیں دریافت کیں، ایک تو میں بھول گیا البتہ دو یاد ہیں ان میں کی ایک بات یہ تھی کہ تبلیغ والے کہتے ہیں کہ سب چھوڑ کر تبلیغ میں نکل جاؤ اور علماء کرام کہتے ہیں کہ حقوق بھی ہیں، میں نے آپ کو بہت معتدل پایا، اس لئے جواب کی درخواست ہے، میں نے کہا کہ اگر گھر میں بیوی بچوں کے

کھانے کا انتظام ہو تو ضرور تبلیغ میں جانا چاہیے، اور اس کے خلاف مولویوں کی ایک نہ سنا،
 البتہ اگر ہر جماعت میں جاؤ تو سب انتظام مکمل کر لو اور عین چلتے وقت بیوی سے تنہائی میں کہو،
 کہ سفر کا بہت سہم چڑھ رہا ہے، دل نہیں چاہ رہا ہے، تیری یاد بہت پریشان کرے گی، کسی کام میں
 دل نہیں لگے گا۔ مگر مجبوری ایسی پیش آگئی کہ مجائے بغیر چارہ کار نہیں، جلدی سے جلدی والی سی کی کوشش
 کروں گا یہ مجھ کو خوب اس سے مل کر چل دو، اور اس سفر سے تھوڑے تھوڑے وقفے میں اس کی محبت
 اور یاد کے خطوط لکھتے رہو اور پھر واپسی پر سب سے پہلے اسی سے ملو، اور کہو کہ سارے سفر میں تمہاری
 بہت یاد آئی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ سب کاموں سے جان چھڑا کر خدا خدا کر کے آگیا ہوں
 اور اگر بیوی بچوں کا انتظام نہ ہو تو تبلیغ والوں کی باتوں پر عمل نہ کرنا، وہ جب یہاں سے واپس اپنے
 وطن (انادیم) پہنچے تو ان کا اور ان کی بیوی دونوں کے خطوط آئے، انہوں نے لکھا کہ میں نے گھر پر
 اگر سب اگل دیا، چونکہ ہمارے یہاں بیوی کو خطاب کرنے کا "تو" کے ساتھ معمول نہیں ہے، بلکہ
 "آپ" کے ساتھ ہے لیکن میں نے اس نیت سے کہ حضرت کے فرمائے ہوئے الفاظ میں برکت ہے
 وہ دوسرے لفظوں میں نہیں بلکہ بیوی سے دیے الفاظ کہے جو حضرت نے فرمائے تھے، اس کو یہ طرز خطاب
 بہت اجنبی معلوم ہوا، اس لئے پوچھا کہ یہ سب کس نے پڑھایا ہے۔ جب میں نے جناب کا
 ذکر کیا تو اس نے بھی شکریہ کا خط لکھا ہے۔

دوسری بات انہوں نے یہ دریافت فرمائی کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کو دستِ غیب حاصل
 ہے، میں نے آپ کی دکان کی آمد اور منی آرڈر کی خوب تحقیقات کیں، مگر دونوں کی آمدنی روزانہ کے
 دستِ خوان کے خرچ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، میں نے کہا کہ دستِ غیب ہے، اس کا طریقہ
 یہ ہے کہ آدمی کبھی نقد نہ منگوائے، ادھر منگوائے اور بھاد نہ پوچھے بلکہ جس چیز کی ضرورت ہو منگوائے اور
 جب روپے کا مطالبہ کرے فوراً ادا کر دے، میرا یہی معمول ہے، قرضِ خوب ملتا ہے، مگر جب ادائیگی
 کا اطمینان ہو۔

مہمانوں کی برکت سے اس موقع پر ناچیز مرتب کو ایک واقعہ یاد آگیا، جس
 حق تعالیٰ کھلاتا ہے کو تحریر کر رہا ہوں۔ ایک مرتبہ لکھنؤ کے ایک رئیس
 صاحب سہارنپور حاضر ہوئے، ان کی آمد سے پیشتر مخدومی حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے حضرت اقدس
 سے ان کی آمد کا تذکرہ کر دیا تھا۔ حضرت مولانا بھی سہارنپور تشریف رکھتے تھے۔ اور بھی کچھ اہم خصوصی
 مہمان آگئے تھے دوپہر کو دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے دیکھ کر ان رئیس صاحب نے
 کھانے کے دوران میں حضرت اقدس سے ایک بے شکا سوال کیا، کہ مولویوں کے یہاں تو یہ تکلفات
 نہیں ہوتے کیا روزانہ کا یہی معمول ہے، یا آج ہی کا؟ جناب کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ اس پر حضرت
 نے ابدیدہ ہو کر فرمایا کہ حق تعالیٰ مہمانوں کی برکت سے مجھے کھلاتا ہے، حضرت اقدس مدظلہ ہم
 کے یہاں دیکھا گیا ہے کہ جس درجے کے مہمان ہوتے ہیں، ویسا ہی حق تعالیٰ شانہ انتظام بھی فرمادیتا ہے،
 ان رئیس صاحب نے کہا کہ حضرت! اگر جناب لکھنؤ تشریف لائیں گے۔ تو ہم سے تو یہ اہتمام
 نہ ہو سکے گا۔ حضرت اقدس نے فرمایا آپ اطمینان رکھیں، لکھنؤ آنے ہی کا نہیں۔“



چوتھی مجلس

۴ رمضان المبارک

جونیئروں کی ابتداء کو دیکھے وہ کامیاب آج چارلسز کی ایک جماعت ترکی اور جوانتہا کو دیکھے وہ ناکام، سے آئی تھی، اور امریکہ کی جماعت بھی تھی ایک صاحب ترکی میں اور دوسرے صاحب انگریزی میں ترجمانی کر رہے تھے۔ ارشاد فرمایا:- ہمارے حضرت اقدس رانپور کی فرماتے تھے کہ جب دانت تھے تو چنے نہیں ملے اور جب چنے ملے تو دانت ہی نہ رہے۔ یعنی جب کھانے کا زمانہ تھا تو عسرت و تنگی تھی، اور جب فتوحات کے دروازے کھلے، تو صحت و معدے نے جواب دے دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا:- ہمارے بزرگوں کا مقولہ ہے جو ہماری انتہا کو دیکھے وہ ناکام اور جو ابتداء کو دیکھے وہ کامیاب، اس لئے کہ ابتدائی زندگی مجاہدوں میں گزرتی ہے اور اخیر میں فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں، اگر کوئی ان فتوحات کو دیکھ کر آخری زندگی کو معیار بنائے تو وہ ناکام ہو جائے گا۔

اور پر والے حملے کو حضرت نے بار بار دہرایا، اور ارشاد فرمایا۔ میرے پیارو! اس پر غور کر لو، اور تمام بزرگوں کی زندگی میں اس کا مطالعہ کر لو، اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب صاحب پیرا خیر زندگی میں بہت فتوحات ہوئیں اور ابتداء زندگی میں فاقے کرنے پڑے، یہاں تک کہ ایک دن ایک مخلص دوست سے دو پیسے تسخیر مانگے، مگر اس نے عذر کر دیا، اس پر حضرت کو بہت رنج و قلق

ہوا کہ اس سے کیوں مانگے تھے، جس نے اس کو دیا ہے اس سے کیوں نہ مانگے رات میں زیارت ہوئی کہ اقبال رکاوٹ ختم ہوا، اس کے بعد فتوحات کے دروازے کھل گئے، حضرت اقدس رانی پوریؒ کے ایک مجاہدہ کا قصہ بیان کر چکا ہوں۔ نیز حضرت رانی پوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت اقدس (بڑے حضرت رانی پوریؒ) جب مہالوں سے فارغ ہو جاتے تھے اور حضرت آرام فرماتے تو اخیر میں فارغ ہو کر معزالدین ناظم طعام کے پاس جاتا، اور جو کچھ ہوتا کھا لیتا، اب ہمارے خدام سے مشکل ہے ارشاد فرمایا: ۷۔ رنگ لاتی ہے حنا پتھر پر رگڑ جانے کے بعد

دیکھو حنا (مہدی) کی پتی جب رگڑ دی جائے، تو وہ رنگین بنا دیتی ہے اور اگر بغیر رگڑے ہوئے اس کے پتے رکھ دیئے جائیں تو کچھ نہ ہوگا۔ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ مسجد اجابت میں ذکر کرتا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ اس کی دیواروں سے سر پھوڑ لوں۔

میرے پیارو! آدمی مجاہدوں سے بنتا ہے

ہم خدا خواہی دہم دنیاے دل اس خیال است و محال است جنوں

ہر کام کا ایک ضابطہ و اصول ہوتا ہے، ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے ڈاکٹری کے اصول و ضابطے سیکھے اس پر عمل کرنے سے کامیابی ہوگی، اسی طرح سلوک کے راستے میں کم کھانا، کم بولنا، کم سونا جس کو تم لوگ "امداد السلوک" میں سنتے ہو، ان پر عمل ضروری ہے۔

شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوریؒ ارشاد فرمایا: ہمارے بڑے حضرت اقدس معروف بمیاں صاحب کا قصہ: رانی پوریؒ کے پہلے پر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوریؒ نور اللہ مرقدہ تھے، جن کا مزار سہارنپور میں ہے ان کے ایک خادم مولوی روشن علی صاحب تھے۔ اور مولوی روشن علی صاحب کے صاحبزادے مولوی فراغت علی صاحب تھے ان کو میں نے بھی

۷۔ ترمیم فرمائی گئی ہے جانے کے بجائے رگڑ جانے سے۔

دیکھا ہے حضرت شاہ صاحب کو ان سے خاص تعلق تھا، میرا چاند کہہ کر پکارتے تھے، ایک رات نصائیں ایک روشن دان جارہا تھا، حضرت نے فرمایا کہ میرے چاند! اگر تم چاہو تو میں اسکو اندر میں چنانچہ حکم دیا، وہ نیچے اتر آیا، اس میں ایک پتلا تھا، جس میں بہت سی سونیاں تھیں، حضرت نے فرمایا کہ تم کون؟ اس نے کہا کہ جادو، حضرت نے فرمایا کہ میری مالوزگے یا جادوگر کی؟ اس نے کہا کہ آپ کی مالوزگے، حضرت نے فرمایا کہ میری رائے ہے کہ جہاں سے تم آئے ہو، وہیں واپس جاؤ چنانچہ وہ واپس گیا، سنا ہے کہ وہ جادوگر مر گیا، حضرت نے فرمایا، اس طرح اس کمبخت نے کتنے لوگوں کو ہلاک کیا ہوگا۔

اللہ سے تقرب حاصل کرنے۔ ارشاد فرمایا:۔ حدیث میں آیا ہے ”بہت سے کار راستہ آسان ہے پر آگندہ سر، غبارِ آلودہ جن کو دروازوں سے دھکا دیا جاتا ہے، اگر وہ اللہ پر متم کھالیں، تو اللہ ان کے قسم کی لاج رکھ لیتا ہے“ آدمی ریاضت و مجاہدے سے یہ مقام حاصل کر سکتا؟ دوسری حدیث میں آیا ہے ”لا یزال عبدی یتقرب الی بالنواقل الخ“ آدمی نوافل کے ذریعہ برابر حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں، آگے مضمون کا یہ خلاصہ ہے کہ اس کے بعد اس کے ہاتھ پیر سے جو کچھ صادر ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:۔ اللہ جل شانہ کا راستہ بہت آسان ہے، تجربہ بھی ہے، اور لوگوں کو دیکھا بھی ہے۔

بِعَلَمِ اللہِ رَہِ خِدا بِشِ از در قدم نیست یک قدم بر نفس خود نہ دگرے بر کوئے دست
ارشاد فرمایا:۔ بھائی دیکھو، جو کچھ کرو، اللہ کی مرضی کے موافق کرنا چاہئے جی دمرہنی کے موافق نہ کرو، کچھ کر لو، رمضان المبارک میں اس کی مشق کر لو، ہمارے بزرگوں میں سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ ملاز نہ کرو، دکان نہ کرو۔

حق تعالیٰ کی رضا جوئی

واخلاص کی برکت

ارشاد فرمایا: ایک قصہ میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے سنا اور کئی مرتبہ سنا اور میں نے بھی حدیث کے اسباق اور دوستوں کی مجالس میں ہزاروں مرتبہ اس کو سنایا ہوگا، وہ یہ کہ قصہ پانی پت کا ضلع کرناں ہے ان دونوں کے درمیان جتنا چلتی تھی۔ معلوم نہیں اب ایسا ہی ہے یا نہیں، جتنا کا دستور یہ ہے کہ خشکی کے زمانے میں لوگ جوئے ہاتھ میں لے کر پار ہو جاتے ہیں، جہاں پانی زیادہ ہو، وہاں کشتیاں کھڑی رہتی ہیں، طاح دوچار پیسے لے کر ادھر سے ادھر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن جتنا جب طغیانی پر ہو تو پھر عبور ناممکن ہوتا ہے، ایک شخص پانی پت کا رہنے والا جس پر خوں کا مقدمہ کرناں میں تھا اور جتنا میں طغیانی کا نہایت زور ادا ایک ایک طاح کی خوشامد درآمد کرتا رہا مگر ہر شخص کا ایک جواب کہ اس میں تیرے ساتھ اپنے آپ کو ڈبوئیں گے۔ وہ بیچارہ غریب پریشان روتا پھر رہا تھا۔ ایک شخص نے اس کی بد حالی دیکھ کر کہا کہ اگر میرا نام نہ لے تو ترکیب میں بتاؤں، جتنا کے قریب فلاں جگہ ایک جھونپڑی پڑی ہوئی ہے اس میں ایک صاحب مجذوب قسم کے پڑے بستے ہیں، ان کے جا کر سر ہو جا، خوشامد، منت سماجت جو کچھ تجھ سے ہو سکے کسرت چھوڑنا، اور وہ جتنا بھی برا بھلا کہیں حتیٰ کہ اگر تجھے ماریں تو بھی منہ نہ موڑنا چنانچہ یہ شخص ان کے پاس گیا اور ان سے خوشامد درآمد کی انہوں نے اپنی علوت کے موافق خوب طاعت کی کہ میں کوئی خدا ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں، مگر جب یہ روتا ہی رہا اور رونا تو بڑے کام کی چیز ہے اللہ مجھے بھی نصیب فرمائے! تو ان بزرگ نے کہا کہ جتنا سے کہہ دے کہ اس شخص نے جس نے عمر بھر نہ کچھ کھایا نہ بیوی کے پاس گیا، اس نے بھیجا ہے کہ مجھے راستہ دیدے۔ چنانچہ یہ گیا اور جتنا نے راستہ دیدیا۔ اس کا تو کام ہو گیا، اس میں کوئی استجدانہیں، پہلے انبیاء کے معجزات اس امت کی کرامات ہیں اور پانی پر چلنے کے قصے تو صحابہ کرامؓ کے بھی تواریخ میں منقول ہیں۔ اور کرامات صحابہؓ تو مستقل ایک رسالہ، حضرت تھانویؒ کے حکم سے لکھا گیا تھا، جس میں علامہ ابن حجرؒ صحابی کی ماتحتی میں ایک جہاد کسریٰ ہوا تھا سمندر میں گھوڑے ڈال دینا اور سمندر پار کر لینا جس میں زمینیں بھی نہ بھیگیں نقل کیا گیا ہے۔ عامل کسریٰ یہ دیکھ کر ایک کشتی میں بیٹھ کر یہ کہہ کر بھاگ گیا، کہ ان سے ہم نہیں لڑ سکتے۔ اس واقعہ کو ابن

عبدالبرہہ مالکی اور تاج الدین سبکی نے بھی مختصراً ذکر کیا ہے، اس جھوٹپڑی میں ان بزرگ کے بیوی بچے بھی تھے، دینداروں کی بیویاں ڈیڑھ خصم ہوتی ہیں، یہ بے چارے اس فکر میں رہتے ہیں کہیں زیادتی نہ ہو جائے وہ اس سے غلط فائدہ اٹھا کر سر چڑھ جاتی ہیں، ان بزرگ کی بیوی نے رونا شروع کیا کہ تو نے عمر بھر جو یہ کہا کہ میں بیوی کے پاس کبھی نہیں گیا، یہ سستہ کی دھاڑ میں کہاں سے لائی؟ انہوں نے ہر چند سمجھایا کہ یہ میری اولاد ہے، میں نے ان کی اولاد ہونے سے انکار نہیں کیا مگر اس نے اتنا رونا چلانا شروع کیا کہ تو نے میرا منہ کالا کر دیا، وہ ساری دنیا میں جا کر کہے گا کہ پیر صاحب تو بیوی کے پاس گئے نہیں یہ اولاد کہاں سے آگئی۔ ہر چند پیر صاحب نے سمجھانا چاہا، مگر اس کی عقل میں نہیں آیا اور جتنا جتنا وہ کہتے وہ روتی جب بہت دیر ہو گئی، تو ان پیر صاحب نے یوں کہا کہ میں نے ساری عمر خوب کھایا، اللہ کا شکر ہے اور تیرے سے صحبت بھی ہمیشہ خوب کی، تجھے معلوم بھی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ میں نے بچپن میں ایک مولانا صاحب سے وعظ میں ایک بات سنی تھی وہ یہ کہ جو کام اللہ کے واسطے کیا جائے وہ دنیا نہیں دین بن جاتا ہے، اور عبادت بن جاتا ہے اور ثواب بن جاتا ہے، اس وقت سے جب کوئی چیز میں نے کھائی یا تو اس نیت سے کھائی کہ اس سے اللہ کی عبادت پر قوت حاصل ہو، یا اس نیت سے کھائی کہ لانے والے اور کھلانے والے کا دل خوش ہو، اسی طرح میں شادی کے بعد سے تیرے پاس خوب گیا، لیکن یہ قصہ پہلے سے سنا ہوا تھا، اس لئے جب بھی میں تیرے پاس گیا، تیرا حق ادا کرنے کی نیت میں نے پہلے سے کر لی کہ اللہ نے بیوی کا حق رکھا ہے، میں نے تو یہ قصہ اپنے والد صاحب سے سنا، بار بار سنا، ایسے ہی سنا، مگر مولانا الحاج ابو الحسن علی میاں صاحب دام مجدم نے حضرت الحاج شاہ محمد یعقوب مجددی نقشبندی بھوپالی کے جو ملفوظات جمع کئے ہیں اس کے صفحہ ۳۵۱ پر یہ قصہ دوسری نوع سے نقل کیا ہے، جو حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب لود اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ دریا کے کنارے پر رہتے تھے، دوسرے بزرگ دوسرے کنارے پر ایک بزرگ نے جو متاہل اور صاحب اولاد تھے، اپنی بیوی سے کہا کہ کھانے کا ایک خوان لگا کر دریا کے دوسرے کنارے جو دوسرے بزرگ رہتے ہیں۔

ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو کھانا کھلاؤ، بیوی نے کہا کہ دریا گہرا ہے، میں اس کو کس طرح پار کر کے دوسرے کنارے پر جاؤں گی، سرمایا کہ جب دریا میں قدم رکھنا تو میرا نام لے کر کہنا کہ اگر میرے اور میرے شوہر میں وہ تعلق ہو، جو زن و شوہر میں موا کرتا ہے تو مجھے ڈوب دے، ورنہ میں پار ہو جاؤں، اس نے یہی کہا، یہ کہنا تھا کہ دریا پایاب ہو گیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں وہ دریا کے پار ہو گئیں، انہوں نے کھانے کا خوان ان دوسرے بزرگ کو پیش کیا، انہوں نے اس کو اکیلے تناول فرمالیا، یعنی ختم کر لیا، جب واپس ہونے کا وقت ہوا، تو ان کو فکر ہوئی کہ آنے کا وظیفہ تو مجھے معلوم ہو گیا اب جاتے وقت کیا کہوں؟ ان بزرگ نے ان کی پریشانی دیکھی تو ان سے دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ میں دریا سے کس طرح پار ہوں، انہوں نے سرمایا کہ پہلی مرتبہ دریا کو کس طرح پار کیا تھا؟ انہوں نے کہا میرے شوہر نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اس طرح کہوں، انہوں نے فرمایا کہ اب جاتے وقت تو میرا نام لے کر کہنا کہ اس نے ایک لقمہ بھی کھایا ہو، تو ڈوب جاؤں، ورنہ پار ہو جاؤں، چنانچہ وہ پار ہو گئیں، اب انہوں نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آپ نے صاحبِ اولاد ہو کر خلابِ واقعہ بات کیوں کہی؟ اور ان بزرگ نے انکھوں کے سامنے پورا کھانا تناول کرنے کے بعد جو ایک لقمہ بھی کھانے سے انکار کیوں کیا، تو ان بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے جو کچھ کیا امر الہی سے کیا، اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کیا اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ بھی امر الہی سے کیا، اپنے نفس کا اس میں کچھ حصہ نہ تھا، اور دنیا جو کچھ کرتی ہے، اور جس کا رواج ہے وہ نفس کے تقلص کو پورا کرتا ہے، امر الہی پیش نظر نہیں ہوتا، اس لئے دنیا جس کو ازدواجی تعلق اور شکم پروری اور ناز و نوش سمجھتی ہے ہم دونوں میں کوئی اس کا مرتکب نہیں ہوا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ واقعہ وہ پہلا ہو اس قسم کے واقعات متعدد ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اس قسم کے واقعات، پانی پر چلنا، دریا میں گھوڑوں کو اتار دینا مشہور ہیں۔
ہر نیکی صدقہ ہے ارشاد فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ آدمی کے بدن میں ۳۶۰ جوڑے ہیں، جب آدمی صبح کو صحیح و سالم تندرست اٹھتا ہے تو ہر جوڑے کی صحت و سلامتی کے بدلے اس کے ذمہ ایک صدقہ (شکرانہ) واجب ہوتا ہے، اس حدیث میں

آگے یہ مضمون ہے آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے، یہ بھی صدقہ ہے، اس روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ آدمی اپنی بیوی سے شہوت پوری کرتا ہے اس میں صدقہ ہے؟ صحابہ کرامؓ کو اللہ جل شانہ بہت ہی درجاتِ عالیہ اپنی اور ان کی شایانِ شان عطا فرمائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا ذرا سی بات دریافت کر کے امت کے لئے بہت کچھ ذخیرہ چھوڑ گئے حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کے اشکال پر یوں فرمایا کہ اگر اس پانی کو بے محل گرائے یعنی حرام کاری کرے تو کیا گناہ نہ ہوگا؟ صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور ہوگا، تو حضورؐ نے فرمایا پھر یعنی اگر حرام سے بچنے کی نیت سے اپنی بیوی سے صحبت کرے تو پھر کیوں ثواب نہ ہوگا؟

تصوف کیا ہے؟ رئیس الاحرار مولانا ارشاد فرمایا: مولانا حبیب الرحمن صاحب رئیس الاحرار کے دیکھنے والے تو ابھی بہت ہوں گے اور سننے والے تو بہت زیادہ، منتہا میں تو مرحوم کو مجھ سے بہت زیادہ محبت ہو گئی تھی، اور تعلق اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ وہ بجائے دہلی کے سہارنپور میرے پاس رہنے کی تمنائیں بڑی کثرت سے کیا کرتے تھے، بلکہ اصرار بھی اور میں اپنے بیکار اور ان کے باکار ہونے کی وجہ سے اس کو کبھی قبول نہیں کرتا تھا، لیکن ابتداء میں میرے اور مرحوم کے تعلقات بہت ہی خراب تھے، ان کی تو منظر ہر میں کبھی اس زمانے میں آمد نہیں ہوتی تھی، لیکن مجھے دلیو بند کبھی کبھی حضرت قدس سرہ کافرستادہ بن کر کتب خانہ سے کسی کتاب کی تلاش میں یا محترمین ہتھمیں رحمہم اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں مشورہ کے لئے جانا ہوتا تھا، رئیس الاحرار صاحب مجھ سے بہت واقف تھے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں، مدرسہ کا مدرس ہوں، میں ان سے صرف اتنا واقف تھا کہ لدھیانہ کا کوئی طالب علم ہے جس کو پڑھنے پڑھانے سے کوئی تعلق نہیں، لیڈر کی کرتا ہے، وہ چونکہ گھومتے رہتے تھے، اس واسطے میری دلیو بند کی ہر مرتبہ کی آمد پر دو تین مرتبہ ان کا سامنا ہوتا تھا اور وہ بہت چلا کر مجھے سنا کر بہت ناراضگی کا اظہار کیا

کرتے تھے، اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ میں سیاست سے بالکل بے تعلق، اخبار بینی کا دشمن ہوں اور اس زمانے میں دیوبند و سہارنپور میں اخبار بینی آئی بھی نہیں تھی، سہارنپور کا کوئی طالب علم یا مدرس تو اخبار بینی جانتا ہی نہ تھا کہ کیا بلا ہے؟ حضرت قدس سرہ کی چار پائی پر عصر کے بعد دو چار اخبار پڑے رہتے تھے، جن کو کوئی باہر کا مہمان اٹھا کر دیکھ لیتا تھا، دیوبند میں مولانا اعجاز علی صاحبؒ اور ان کے ہم نوا تو نہایت مخالف اور اخبار کے دشمن، لیکن مولانا شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ مدرسین کوئی ایک آدھ دیکھ لیتا تھا۔

رئیس الاحرار مرحوم جب مجھے دیکھتے دور سے چلا کر کہتے "ایسے شخص کا وجود زمین پر بوجھ ہے یہ مریکوں نہیں جلتے، ان کے لئے زمین کا اندرین زمین کے بیروں سے بہتر ہے" وغیرہ وغیرہ اور اس ناکارہ کی اتنی حرأت تو نہیں ہوتی تھی کہ پکار کے کچھ کہتا، مگر ایک دو طالب علم جو مجھے دیکھ کر میرے ساتھ ہو لیتے تھے، ان سے بیاٹا کہلوادیتا کہ اس شخص کو مدرسہ کی روٹی کھانا حرام ہے مدرسہ کا چندہ لیڈری کے واسطے نہیں آتا، جس شخص کو پڑھنے پڑھانے سے کوئی واسطہ نہ ہو مطالعہ سبق سے کوئی کام نہ ہو، اس کو مدرسہ کی روٹی کھانا حرام ہے۔ مدرسہ کے اندر قیام نا جائز ہے، مدرسہ کی بر قسم کی اعانت حاصل کرنا گناہ ہے، وغیرہ وغیرہ، اس پیام پر مرحوم اور بھی زیادہ برا فروختہ ہوا کرتے کئی سال یہی قصہ رہا، مگر اللہ جل شانہ نے ان کی دستگیری فرمائی، کہ اعلیٰ حضرت قدوۃ الاتقیاء حضرت الاولیاء حضرت الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب رامپوری نور اللہ مرقدہ کے اخیر زمانہ حیات میں حضرت قدس سرہ سے الحاج شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے، اس زمانہ کا دستور یہی تھا کہ اعلیٰ حضرت سے جو شخص بیعت ہونا چاہتا، ضعف و نقاہت کی وجہ سے حضرت خود تونہ فرماتے تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ بیعت کے الفاظ کہلا دیتے تھے۔ بڑوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اثر سے خالی نہیں ہوتا چنانچہ یہ تعلق رنگ لائے بغیر نہیں رہا، اور اخیر میں تو رئیس الاحرار کو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ سے عشق کا تعلق ہو گیا تھا اور حضرت کی وجہ سے اس سیرکار سے بھی، لیکن شروع کے چند سال ایسے گزریے کہ مرحوم اپنی سیاست میں رہتے،

کلکتہ، بمبئی اور پشاور وغیرہ ان کی گزرگاہ تھی اور سہارنپور ہر جگہ کا جنکشن اس لئے جب سہارنپور سے گزر ہوتا تو ہم رنڈ والیسی یا ایک شب قیام کے لئے رانپور بھی جاتے اس کے دیکھنے والے تو آج بھی سینکڑوں ہیں کہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رانپوری کو اس سیہ کار کے ساتھ عشق کا سا تعلق تھا، جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ سناتا ہوں کہ میرے مخلص دوست صوفی اقبال پاکستانی شہر المدنی جو پاکستان میں ملازم تھے، جب حضرت رانپوری پاکستان جاتے اور صوفی اقبال مجھے خط لکھتے تو بہت اصرار سے مجھے لکھا کرتے کہ خط کے جواب میں حضرت رائے پوری کو سلام ضرور لکھ دیجو، اس لئے کہ جب میں عصر کے بعد مجلس میں یوں کہہ دیتا ہوں کہ ”شیخ کا خط آیا ہے، حضرت کو سلام لکھا ہے“ تو فوراً چارپائی کے قریب بلایا جاتا ہوں اور فوراً خیریت و حالات وغیرہ دریافت کرنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے مغرب تک چارپائی کے قریب بیٹھنا نصیب ہو جاتا ہے، اس تعلق کی بنا پر جب کوئی شخص رائے پور حاضر ہوتا تو حضرت کا پہلا سوال یہ ہوتا ”کہ شیخ سے مل کر آئے یا نہیں“ اگر وہ یہ کہتا کہ مل کر آیا ہوں۔ تو بڑی بشاشت سے بات پوچھتے، خیریت پوچھتے، کیا کر رہے تھے، کوئی پیام دیا ہے وغیرہ وغیرہ اور اگر وہ کہتا کہ نہیں مل کر آیا ہوں تو زیادہ التفات نہ فرماتے، بلکہ جیسا تعلق ہوتا، ویسا بات کرتے اس مجموعی کو بہت سے ایسے لوگ جن میں رئیس الاحرار بھی تھے باوجود دل نہ چاہنے کے نہایت گرانی کے ساتھ کھڑے کھڑے مصافحہ کرنا ضروری سمجھتے، تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ ہو کر آیا ہوں اور سلام عرض کیا ہے اور میں بھی اس قسم کے لوگوں سے باوجود دل نہ چاہنے کے چاہے کتنی ہی مشغولی کا وقت ہو اور کتنا ہی ضروری کام کر رہا ہوتا، ضرور بلا کر حضرت کی خدمت میں سلام عرض کر دیتا، مبادا وہ جا کر کہیں کہ میں حاضر ہوا تھا، مگر باریابی نہ ہوئی۔

رئیس الاحرار مرحوم سے کئی سال صرف اسی نوع کی ملاقات رہی، ایک مرتبہ دس بجے صبح کو میں اوپر اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا، مولوی نصیر نے اوپر جا کر کہا کہ رئیس الاحرار آئے ہیں، رائے پور جا رہے ہیں، صرف مصافحہ کرتا ہے، میں نے کہا جلدی بلا دے، مرحوم اوپر چڑھے اور نیچے پرچہ پڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا رائے پور جا رہا ہوں، اور ایک سوال آپ

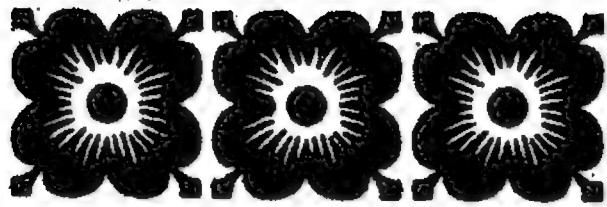
سے کہے جا رہا ہوں، اور پرسوں صبح دہلی ہے، اس کا جواب آپ سوچ رکھیں، دہلی میں جواب لوں گا۔ یہ تصوف کیا بلا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ میں نے مصافحہ کرتے کرتے جواب دیا صرف تصویح نیت۔ اس کے سوا کچھ نہیں، جس کی ابتداء اِنَّمَا اَلَا عَمَالٌ بِالْاِیَاتِ سے ہوتی ہے، اور انتہا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنْتَ تَرَاہُ ہے، میرے اس جواب پر سکتے میں کھڑے ہو گئے، اور کہنے لگے دلی سے یہ سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا، تو یہ اعتراض کروں گا اور یہ اعتراض کرے گا تو یہ جواب دوں گا، اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں، میں نے کہا جاؤ، مانگے والے کو بھی تقاضہ ہوگا، میرا بھی حشر ہو رہا ہے، پرسوں تک اس پر اعتراض سوچتے رہو، اس کا خیال رہے کہ دن میں مجھے لمبی بات کا وقت نہیں ملنے کا دو چار منٹ کو تو دن میں بھی کر لوں گا، لمبی بات چاہو گے تو مغرب کے بعد ہو سکے گی، مرحوم دوسرے ہی دن شام کو مغرب کے قریب آگئے اور کہا کہ کل رات تو ٹھیرنا مشکل تھا، اس لئے کہ مجھے فلاں جلسے میں جانا ہے اور رات کو تمہارے پاس ٹھیرنا ضروری ہو گیا اس لئے کہ ایک دن پہلے میں چلا آیا اور یہ بھی کہا کہ تمہیں معلوم ہے۔ مجھے نہ تم سے کبھی عقیدت ہوئی، نہ محبت، میں نے کہا علیٰ ہذا القیاس، مرحوم نے کہا "مگر تمہارے کل کے جواب نے مجھ پر بہت اثر کیا، اور میں کل سے اب تک سوچتا رہا، تمہارے جواب پر کوئی اعتراض سمجھ میں نہیں آیا، میں نے کہا انشاء اللہ مولانا اعتراض طے کا بھی نہیں، اِنَّمَا اَلَا عَمَالٌ بِالْاِیَاتِ" سارے تصوف کی ابتداء ہے، اور ان تعبد اللہ کانک تراہ "سارے تصوف کا منتہا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں، اس کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں۔

حضوری گروہی خواہی از در غافل مشو حافظ مستی مطلق من تہوی کے لئے دنیا و اہلہا

میں نے کہا مولوی صاحب سارے پا پڑا اسی کے لئے پہلے جاتے ہیں، ذکر بالجہر بھی اسی کے واسطے ہے، مجاہدہ و مراقبہ بھی اسی کے واسطے ہے، اور جس کو اللہ جل شانہ اپنے لطف و کرم سے کسی بھی طرح سے یہ دولت عطا کر دے، اس کو کہیں کی بھی ضرورت نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کی کیا اثر سے ایک ہی

نظر میں سب کچھ ہو جاتے تھے اور ان کو کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی اس کے بعد اکابر اور حکماء، امت نے قلبی امراض کی کثرت کی بنا پر مختلف علاج جیسا کہ اطباء بدنی امراض کے لئے تجویز کرتے ہیں، روحانی اطباء روحانی امراض کے لئے ہر زمانے کے مناسب اپنے تجربات جو اسلاف کے تجربات سے مستنبط ہیں، نئے تجویز فرماتے ہیں۔ جو بعضوں کو بہت جلد نفع پہنچاتے ہیں، بعضوں کو بہت دیر لگتی ہے، پھر میں نے مرحوم کو متعدد قہقہے سنائے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آپ بیتی ۲۔“



پانچویں مجلس

ہر رمضان المبارک

ایک ضروری تنبیہ حضرت نے ارشاد فرمایا: میرے پیارے بڑے سکون سے ماہ مبارک گزارو، جو دن گزر جائے گا، وہ پلٹ کر آنے والا نہیں، اگلے سال کی خبر نہیں کہ آوے گا یا نہیں تم لوگوں نے اپنے گھر کی راحتیں چھوڑی ہیں، اس کے بعد بھی اگر کچھ وصول نہ کرو تو تکلیف ہی تکلیف ہے اگرچہ میں مولوی نصیر الدین اور اس کے رفیق کا ریشخ انعام اللہ کو بار بار تہنیت کرتا رہتا ہوں کہ کھانے وغیرہ کا خاص اہتمام کیا جائے۔ مدارس کی سرپرستی سے ارشاد فرمایا: ہمارے بڑے حضرت رائے پوری نور اللہ قدس دُرتے رہنا چاہیے۔ سرپرست دارالعلوم دیوبند و نظام علوم کا یہ مقولہ بہت مشہور تھا اور خود بھی سنا ہے، کہ مجھے مدارس کی سرپرستی سے جتنا ڈر لگتا ہے، اتنا کسی چیز سے نہیں، یہ سنا کہ حضرت نے فرمایا: میں بھی اس سے ڈرتا ہوں، نظام علوم کی سرپرستی مجھ پر زبردستی مقبوض دی گئی تھی، میرے پاس دو ڈوھائی ہزار مختلف مدارس و مکاتب کے خطوط سرپرستی کے لئے آئے ہوں گے، میں نے اپنی معذوریوں کی بنا پر ہمیشہ انکار کیا، بڑے حضرت رائے پوری فرماتے تھے اگر کوئی شخص کسی کے یہاں ملازم ہو، وہ مالک کے کام میں کچھ کوتاہی کرے، خیانت کرے، کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو ملازمت سے علیحدہ ہوتے ہوئے یا مرتے وقت مالک سے معاف کر لے، تو معاف ہو سکتا ہے لیکن مدرسوں کا رپیہ جو بیچارے عوام کے چندہ سے آتا ہے، ہم سرپرستان مدرسہ اس کے مالک تو ہیں نہیں، امین ہیں، اگر اس کے صرف استعمال میں افراط و تفریط ہو تو ہم لوگوں کے معاف کرنے سے تو معاف ہو نہیں

سکتا، اس لئے کہ دوسرے کے مال میں ہم کو معافی کا کیا حق ہے، اتنا ضرور ہے کہ اگر بمصالح مدرسہ چشم پوشی کریں، تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ ہم سے درگزر فرمائے گا لیکن اگر اپنے ذاتی تعلقات سے ہم لوگ تسامح کریں تو ہم بھی جسم کے اندر شریک ہیں، لیکن جرم کرنے والے سے کسی حال میں بھی معاف نہیں ہو سکتا کہ حقوق العباد ہے اور جن کا مال ہے وہ اتنے کثیر ہیں کہ ان سے معاف نہیں کرایا جاسکتا۔

مدارس کے معاملات میں ہمارے حضرت اقدس مدنیو ضہم العالیہ نے اب سے کچھ عرصہ اکابر کی احتیاط و تدبیر پہلے مدرسہ نظام علوم سہارنپور کے حضرات اساتذہ و منتظمین و ملازمین کے لئے ایک مضمون لکھایا تھا، جس میں اپنے قریبی اکابر و اسلاف کے کچھ واقعات ذکر کر کے دکھلایا تھا کہ مدارس کے معاملات میں ان حضرات کا رویہ کس قدر احتیاط و تدبیر کا تھا اور وہ خاص اس باب میں آخرت کے محاسبہ سے کس قدر لرزاں و ترساں رہتے تھے، یہ مضمون ”آپ بیتی“ کے اخیر میں طبع ہو چکا ہے، موقع کی مناسبت سے اس سے اخذ کر کے چند واقعات نقل کر رہا ہوں، حضرت اقدس نے بھی وقتاً فوقتاً ان واقعات کو اپنی مجالس میں سنائے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (بخاری و ترمذی کے محشی) جب نظام علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلے میں کلکتہ تشریف لے گئے، ارک وہاں کے قیام کی وجہ سے لوگوں سے حضرت مولانا کے خصوصی تعلقات تھے) تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد و خرچ کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا، وہ رجسٹر میں نے خود پڑھا۔ اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے دوست سے ملنے گیا تھا، اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا، لیکن میری نیت دوست سے ملنے کی تھی اس لئے وہاں کی آمد و رفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع کر لیا جائے۔“

(۲) حضرت اقدس سیدی مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ جب یکساہ قیام حجاز

کے بعد ۱۲۴۲ھ کے آخر میں مظاہر علوم میں واپس تشریف لائے، تو میرے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نوز اللہ مرقدہ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا، حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار کر دیا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا، لیکن اب تک مولانا محمد یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے، اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اور مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں۔۔۔۔

(۳) مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ ہوتا تھا، میں نے اکابر مدرسین و ملازمین میں سے کبھی کسی کو جلسہ کے کھانے یا چائے پان کو کھاتے نہیں دیکھا، جلسہ مدرسین و ملازمین پنا اپنا کھانا کھاتے تھے البتہ حضرت قدس سرہ مدرسہ کے خصوصی مہانوں کے ساتھ کھاتے تھے، لیکن حضرت کے مکان سے دس بارہ آدمیوں کا کھانا آتا تھا جو متفرق مہانوں کے سامنے رکھ دیا جاتا تھا، اسی میں سے حضرت نوش فرماتے تھے، مدرسہ کی کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا، مولانا عنایت علی صاحب ہتم مدرسہ دو شب دروز مدرسہ کے اندر رہتے، اور دن کو ظہر کے وقت اور رات کو ۱۲ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر اپنا ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھا لیتے تھے۔

(۴) میرے والد صاحب (حضرت مولانا محمد یحییٰ) قدس سرہ کے زمانے میں مدرسہ کا مطبخ جاری نہیں ہوا تھا نہ مدرسے قریب کسی طبخ کی دکان تھی، جامع مسجد کے قریب ایک طبخ کی دکان سے کھانا آیا کرتا تھا، سردی کے زمانے میں وہاں سے آتے آتے خصوصاً شام کو ٹھنڈا ہو جاتا تھا تو سالن کے برتن کو مدرسہ کے حمام کے سامنے اندر نہیں بلکہ باہر رکھوا دیتے تھے، اس کی تپش سے وہ تھوڑی دیر میں گرم ہو جاتا تھا، تو ہر ماہ دو تین روپے یہ فرما کر حیدرہ میں داخل کرتے تھے کہ مدرسہ کی آگ سے انتفاع ہوا ہے، تنخواہ تو میرے والد صاحب نے اپنے سات سالہ قیام مدرسہ میں کبھی لی ہی نہیں۔

(۵) حضرت مولانا عنایت الہی صاحب مدرسہ (مظاہر علوم) کے ہتم بھی تھے مفتی بھی تھے

اور عدالتی تمام کار و بار ان ہی کے ذمہ تھا، لیکن دفتر میں ان کے پاس دو قلمدان رہتے تھے، ایک ذاتی ایک مدرسہ کا، ذاتی قلمدان میں کچھ ذاتی کاغذ بھی رکھے رہتے تھے، اپنے گھر کوئی ضروری پرچہ بھیجا ہوتا، تو اپنے قلمدان سے لکھتے تھے، مدرسہ کے قلمدان سے کبھی نہیں لکھتے تھے۔

اُولٰٓئِكَ اَبَانُ فُجْبٰنٍ بِمَثَلِهِمْ
خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
ہم ہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی دراشت ہے
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو خلوت کا مزہ آئے

اذا جئتنا يا حسير المجرع
نبوت کے یہ وارث ہیں، یہی ہیں ظل رحمانی
انہیں کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمان
انہیں کا کام ہے، دینی مراسم کی نگہبانی
پھر میں دنیا میں اور مگر گزرتے پیروں میں لگے پانی

اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سمنانی

مدارس میں اسبابِ تعیش ارشاد فرمایا :- ہمارے یہاں اسٹرائک میں ایک مطالبہ
کا میں مخالف ہوں۔ تھا، کہ دارالطلبہ کے صحن میں ایک بلب تنواری کا ہونا
چاہیے، میں نے کہا کہ لگانے میں ہیں کوئی حرج نہیں، مگر ذرا ان درخواست کنندگان سے پوچھ لو، ان
کے گھر میں کیا جلتا ہے، چراغ ہی جلتا ہو گا۔

میں اپنے مدرسے میں بجلی کے پتکوں کے لگانے کا فائدہ سمجھ رہا تھا، حمزہ ناظم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)
عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (رنگون سے منظر علوم میں بجلی کے پتکوں کے لئے رقم لائے، میں نے عرض
کیا کہ میری زندگی میں تو لگیں گے نہیں، بعد میں رنگون والوں نے مطالبہ کیا، میں نے کہا کہ اگر بیسوں کا
مطالبہ ہے تو واپس کر دو، مگر بعد میں مولانا اسعد اللہ صاحب نے اپنے دورِ نظامت میں لگوا دیئے، مدرسہ
والوں کا عام دستور ہے کہ جب کہیں سے کچھ مل جاتا ہے، تو واپس نہیں کرتے،

میری مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر ابتداء ہی سے طالب علم مستغرق و مشغول رہے گا، تو کسی مسجد یا مدرسہ
میں معمولی تنخواہ میں کیا کام کرے گا بلکہ اس کو لمبی تنخواہ چاہیے اگر یہ نہ ملے گی تو دکان وغیرہ کر لے گا۔

اپنے مکان میں بجلی نہ پایا۔ ایک صاحب جو حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے متعلق
لگوانے کی مخالفت میں تھے اور مجھ سے بھی عقیدت رکھتے تھے، انہوں نے دیوبند جا کر
حضرت کے مکان میں بجلی لگوائی، اس کے بعد میرے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کے مکان میں بجلی لگوانا
چاہتا ہوں، میں نے عذر کیا کہ اس کے اخراجات مجھ سے ادا نہ ہوں گے، انہوں نے کہا کہ یہ میرے سر پر
گئے پھر بھی میں نے عذر کیا انہوں نے کہا کہ حضرت مدنیؒ کے یہاں میں لگوا آیا ہوں، میں نے کہا کہ حضرت تو
سال میں کئی مرتبہ جیل جاتے ہیں، میں بھلا ان کی ریس کیا کر سکتا ہوں، مگر ادھر اگر میری معذریوں کے بعد میری
عدم موجودگی میں مولوی نصیر اور ابوالحسن نے لگوا ہی دی۔

سادگی ارشاد فرمایا: حدیث میں آیا ہے ”وایاکم والتعم فان عباد اللہ
لیسوا بتعبدین“ عیش پرستی سے بچو کیونکہ اللہ کے مخصوص بندے عیش پرست نہیں ہوتے۔
حضرت اقدس گنگوہیؒ حج کے لئے تشریف لے گئے، بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے مطاف کے کنارے
ایک نابینا بزرگ تشریف فرما تھے، جب طواف میں حضرت اس طرف گزرے تو وہ (البس لباس الصالحین)
ہلکی آواز سے کہتے اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنا کرتا مانے
کر کے خوش خوش (موٹا موٹا) فرمایا، جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلح کا لباس موٹا کپڑا ہے۔
مقوی کھانا کھانے سے میں منع نہیں کرتا کیونکہ اس سے دماغ میں قوت آئے گی، البتہ گلاب جامن
وغیرہ کھانے سے تقویت نہیں آئے گی، لیکن اچھا عمدہ کپڑا پہننا بالکل بے کار ہے، نفس موٹا ہوتا ہے، موت
کو یاد رکھو، زیادہ پرہیز کے پیچھے نہ پڑو۔

۱۔ مقصد یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے باطن کو صالح بنایا ہے، تو لباس بھی صالحین کا اختیار کرو دوسری قسم کے لباس سے
کیونکہ صالح باطن چھپاؤ گے، (افادہ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ)۔

چھٹی مجلس

۶ رمضان المبارک

ہر چیز میں میری تقلید نہ کرو فرمایا: الحمد للہ مجھے بیماری میں پرہیز وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں تھی، ایک مرتبہ مجھے پھنسیاں نکل آئی تھیں اور ان سے دال بہر رہی تھی، انگڑو سے ایک حکیم صاحب آئے انہوں نے مجھ کو کاٹھا پلایا جو تین دن پکایا گیا تھا، انتہائی کڑوا ہو گیا تھا، میں نے اس کو پیا، مگر کسی طرح آرام نہیں ہوتا تھا، مکہ مرج وغیرہ میرے لئے حکیموں نے بند کر دیا اس زمانے میں حکیم ایوب اور مولوی نصیر الدین محمد سے مقامات حریکی پڑھتے تھے میں باہر کے کمرے میں ان کو پڑھاتا، میری والدہ نے فقیروں کے لئے میری جیب میں کچھ پیسے ڈال رکھے تھے، مجھ سے زیادہ فقیر کون ہوگا، میں نے مولوی نصیر کو پیسے، دیئے کہ بازار سے کباب لاؤ، اس میں خوب مرچیں تھیں، وہ کباب لایا اور میں نے خوب کھایا، درڈھائی گھنٹے تک تکلیف کی شدت سے موت یاد آنے لگی اس کے بعد قضا، حاجت کی ضرورت ہوئی اسی وقت ساری پھنسیاں خشک ہو گئیں میں جب باہر آیا تو لوگوں نے پوچھنا شروع کیا، میں نے کہا دھن کے بعد تہلاؤں گا، بھائی تم لوگوں کو ہر چیز میں میری حرص نہ کرنی چاہیے۔

راقم نے یہ واقعہ بھی سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ بیمار تھے، حضرت اقل مدنیہم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ ان کو ۵۲ ڈگری بخار ہے، حضرت نے فرمایا ذرا مجھے ہتھ مارا کر دیکھو، چنانچہ لگایا گیا، تو حضرت اقدس کو آخری ڈگری تک بخار تھا، اس پر حضرت ناظم صاحب اور دیگر خدام حیرت زدہ رہ گئے، اس لئے کہ اسباق اور معمولات میں کوئی فرق نہیں تھا۔

کتابوں کی رائٹی ارشاد فرمایا: میری کتابوں پر کوئی رائٹی نہیں ہے، طبع کرانے کی عام اجازت ہے، مگر صحت کا خاص اہتمام رکھا جائے کلکتہ کے ایک صاحب نے فضائل کی کتابوں کو طبع کرایا ایک جگہ اس میں ایک مسطرہ درمیان سے چھوٹ گئی تھی اور وہاں کسی مسجد میں پڑھی جا رہی تھی ایک مولوی صاحب نے اعتراض کر دیا کہ یہ غلط ہے ان کا اعتراض صحیح تھا، مگر عقیدت مندوں نے ایک ہنگامہ کر دیا کہ حضرت شیخ برائے اعتراض؟ چنانچہ مجھے اطلاع کی گئی، میں نے اس عبارت کی تحقیق و تصحیح کر کے وہاں مطلع کیا، تب جا کر جھگڑا ختم ہوا، بھائی میری کسی بات کی جب تک کسی مفتی سے تحقیق نہ کر لو، میرا اتباع نہ کرو۔

بغیر واقفیت کے مسائل میں ارشاد فرمایا: میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ رائے زنی نگراہ کن ہے مگر فی کے موسم میں موجدیوں کی مسجد میں رہتے تھے، اس زمانے کے طالب علم بڑے نیاز مند ہوتے تھے، آج کل کی طرح نہیں کہ وہ اپنے کو علم سمجھتے ہیں اور اپنا کرم سمجھتے ہیں کہ استاد سے پڑھ رہے ہیں اس زمانے میں نظام علوم میں ولایتی طالب علم کثرت سے آتے تھے، وہ خدمت کرتے تھے، پیردبائے تھے ایک مرتبہ گرنی کے موسم میں والد صاحب بیٹھ کر غسل فرما رہے تھے اور وہ لوگ پانی کے ڈول نکال نکال کر ڈالتے جا رہے تھے محلہ کے ایک وکیل صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ اسراف ہے، اس طرح غسل کرنا کہاں جائز ہے؟ والد صاحب نے فرمایا میرے لئے جائز ہے، ان کو حیرت ہوئی انہوں نے کہا کہ مولویوں کے لئے ہر چیز جائز کیوں؟ والد صاحب نے فرمایا کہ مولوی مسائل جانتا ہے اور تم نادانقت ہو اس وقت میرا یہ غسل تبرید اٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس میں تین مرتبہ پانی ڈالنے کی قید نہیں ہے۔

فرمایا: الاعتدال میں شامی کے حوالہ سے لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے لئے جانور خریدے اور وہ گم ہو جائے، اس کے بعد وہ دوسرا جانور قربانی کی نیت سے خریدے اور پھر پہلا جانور بھی مل جائے، اگر یہ شخص غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں ہے تو اس کے ذمہ دونوں کی قربانی ضروری ہے اور اگر امیر ہے تو صرف ایک جانور کی قربانی کافی ہے، جس جانور کی دل چاہے

قربانی کر دے اور دوسرے کو بیچ دے یا جو چاہے کرے۔

مسئلہ بالکل صاف ہے، لیکن اصول سے واقفیت پر مبنی ہے، محض ذہانت اس میں کیا تیر چلائے، دوسرا مسئلہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں رکوع کرنا بھول جائے، نماز کے بعد یاد آئے، اگر اس نے سنت کے موافق متقی اور نیک لوگوں کی سی نماز پڑھی ہے تو ناسد ہو گئی اس کا عادہ ضروری ہے اور اگر خلاف سنت نماز پڑھی ہے، نادان لوگوں کی سی نماز پڑھی ہے جیسا کہ بہت سے لوگ آج کل پڑھتے ہیں، تو نماز ہو گئی۔

کیا روشن دماغ یا ششہ تقاریر و تحریرات سے بلا واقفیت اصول و حقائق شرعیہ اس نوع کے مسائل میں رائے زنی ہو سکتی ہے؟

نہ مایا: میری ایک بچی نے قاعدہ بغدادی شروع کیا، اس میں آن، بان کی تختی، آئی، اس میں جب ہمزہ پر ہو چکی، تو "ہمزان" پڑھا، اس کی ماں نے کہا کہ یہ "آن" ہے، مگر وہ اصرار کرتی رہی کہ امل یہ "ہمزان" ہونا چاہیے، ماں پریشان ہوئی، اور اس نے کہا جب تیرے ابا آئیں گے، تو ان سے پوچھ لینا، جب میں گیا تو اس نے وہی اعتراض کیا، میں نے کہا بیٹی ابھی تیری سمجھ تھوڑی ہے، ابھی تو تم "آن" پڑھو بڑی ہونے کے بعد مجھ میں آجائے گی، بہر حال مسائل شرعیہ کے قواعد سے واقفیت کے بغیر رائے زنی گمراہ کن ہے۔

حوادث پر صبر جمیل ارشاد نہ مایا: میرے والد صاحب کا ۲۵ رمضان المبارک شب

کو انتقال ہوا، اور میری والدہ صاحبہ کا بھی اگلے سال ۲۵ ہی رمضان ۱۳۳۳ھ کو وصال ہوا، میں حکیم ایوب صاحب کی مسجد میں تراویح پڑھاتا تھا، میرے حضرت کا تقاضا تھا کہ میں حضرت کے ساتھ پڑھا کروں اور حکیم امحق صاحب کا اصرار تھا کہ میں ان کی مسجد میں پڑھا یا کروں، چنانچہ میں آدھ گھنٹہ میں سب نمازیں پڑھ کر حضرت کی تراویح کی پہلی رکعت میں اگر شامل ہو جایا کرتا تھا، تراویح کے بعد کھانا کھانے کا معمول تھا، مگر والدہ صاحبہ نے اپنے انتقال کی شب میں مجھے اصرار سے تراویح کے پہلے کھانا کھلا دیا تھا، نماز سے فراغت کے بعد حکیم صاحب نے مجھ سے کہا کہ گھر پر والدہ صاحبہ

کو دیکھ کر حضرت کے یہاں جاؤ، مجھے اندازہ تو ہو گیا تھا، چنانچہ جب میں گھر پر حاضر ہوا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا، میرے حضرت پر میرے حوادث کا بہت اثر ہوتا تھا، میری پہلی بیوی کی کسی اولاد کا انتقال ہوا نظام الدین میں ایک بچہ پیدا ہونے اور اس کے انتقال کی خبر سہارنپور پہنچی، میں اس وقت "بذل المجہود" لکھنے کے لئے قلم لے کر بیٹھ گیا، حضرت نے فرمایا، مجھ سے تو لکھایا نہیں جاتا، حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں دو باب قائم کئے ہیں، ایک باب ہے "من جلس عند المصيبة يعرف فيه الحزن" ج ۱ صفحہ ۱۱۷۳ اور دوسرا باب ہے "من لم يطهر حزنه عند المصيبة" ج ۱ صفحہ ۱۱۷۳، پہلے باب میں اصحابؓ موتہ کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب اس کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دوسرے باب میں ایک صحابیؓ کا واقعہ ذکر کیا ہے، جب ان کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہوا تو انہوں نے انتہائی صبر کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ بچے کا انتقال رات میں ہوا، اور صبح کو اپنے شوہر کو اطلاع دی۔

اس حادثہ پر مولوی یوسف مرحوم نے مجھے ایک نہایت رنج و غم کا خط لکھا، میں نے اس کو ڈانٹ کر جواب تحریر کیا کہ اس قدر غم نہیں کرتا چلے بیٹے، جب اس کا علم میرے چچا جان کو ہوا تو، انہوں نے مجھے ایک ڈانٹ کا خط لکھا، میں نے جواب میں لکھا کہ بخاری کے پہلے باب پر میرے حضرت کا عمل ہے اور دوسرے پر میرا، اس پر انہوں نے مجھے تنبیہ کا خط لکھا۔

جب حضرت اقدس کو والدہ مرحومہ کے انتقال کا علم ہوا تو حضرت اعتکاف میں تھے، فرمایا، استنجا تو اپنے بس کا ہے، چنانچہ پیشاب کے تقاضے سے باہر تشریف لائے اور وضو کر کے نماز جنازہ پڑھا نماز میں لقمہ کا لطیفہ نہ مایا۔ حضرت کے پیچھے دس بارہ حفاظ قرآن سنتے تھے ایک مرتبہ میں اپنی مسجد میں تراویح ختم کر کے آیا، تو معلوم ہوا کہ حضرت کی مسجد میں تراویح ہو رہی ہے۔ میں نماز میں شریک ہو گیا، چنانچہ حضرت نے نماز میں سورہ طلاق کی آیت "یا ایہا النبی! الخ شرع فرائضی میں نے لقمہ دیا۔ یا ایہا الذین امنوا! الخ حفاظ نے تصحیح کی، نماز ختم کرنے کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا کہ تم نے اس طرح لقمہ کیوں دیا، میں نے عرض کیا کہ اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آگے

کے سارے صیغے جمع کے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ کہیں اس میں بھی اجتہاد کیا جاتا ہے۔
بے سجادہ رنگیں کن۔۔ الخ کا مطلب ارشاد فرمایا، کہ بڑوں کی چیزوں پر بغیر
 تحقیق نہ اعتراض کرنا مناسب ہے اور نہ عمل کرنا مناسب ہے۔

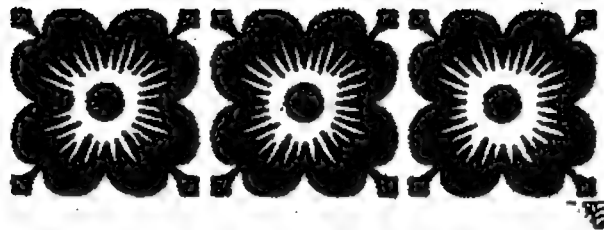
بے سجادہ رنگیں کن گرت پیرمخاں گوید کہ سالک بے خبر نمود زراہ و رسم منزہا
 یہ شعر اپنی جگہ حقیقت ہے، پھر اس شعر کی تشریح فرمائی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے
 کسی مولوی صاحب نے اس کا مطلب پوچھا اور بہت اصرار کیا، حضرت نے ان کو دس روپے دیئے
 اور کہا کہ فلاں گلی میں جاؤ، وہاں جو حسین و جمیل عورت ملے اس سے تعلق جوڑ لینا، چنانچہ وہ گئے، اور
 اس طرح کی ایک عورت کا پتہ معلوم کیا اس کے پاس پہنچے، اور اس کو وہ روپے دیئے مگر وہ
 عورت رونے لگی، انہیں حیرت ہوئی، انہوں نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی، اس نے
 کہا کہ یہ شیعہ کام میں نے کبھی نہیں کیا ہے، انہوں نے اس سے کہا کہ تم پھر یہاں کیسے آگئی ہو؟
 اس نے کہا کہ نکاح کے بعد رخصت ہو کر میں برات کے ساتھ جا رہی تھی، راستے میں ڈاکو آ پہنچے
 برات کو لوٹا اور مجھے یہاں لاکر نہ رخت کر دیا، مولوی صاحب نے اس کے والد کا نام پوچھا تو معلوم
 ہوا کہ یہ ان ہی کی بیوی ہے اور یہ مولوی صاحب ہی اس کے شوہر ہیں۔

عملیات و تعویذات

فرمایا: میرے نانا مولوی یوسف صاحب تھے،
 ان کے پاس بہت سے تعویذات تھے، انہیں عملیات میں بہت مہارت تھی ان کی بیاض میں
 نے دیکھی ہے، ان کے پاس ایک عمل تھا، جب کوئی بیمار ہوتا تھا، جس کے علاج سے ملے
 اطباء عاجز ہو جاتے تو ان سے اصرار کیا جاتا، چنانچہ وہ عمل کرتے تھے، دو ڈھالی گھنٹے کے
 بعد یا تو مریض اچھا ہو جاتا یا مر جاتا، اگر اچھا ہوتا تو کہتا کہ مجھے بھوک لگی ہے، میں نے بھی یہ کئی
 مرتبہ دیکھا ہے۔

ان کا ایک عمل چور کے لئے تھا، جب اس کے بارے میں ان سے کہا جاتا، تو ان کا کرتے
 اور فرماتے سب تم ہی کھاؤ گے، چور نہیں کھائے گا، مگر جب کبھی عمل شروع کرتے، تو چور

کو دست آئے لگتے رہ اس کی تحقیق کراتے، جب پتہ معلوم ہو جاتا، تو چور تک پیغام پہنچاتے، کہ وہ چیز واپس کر دو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، البتہ چور کا نام نہیں بتاتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے اصرار ہے فرمایا کہ یہ تعویذات و عملیات میری عمر بھر کی کمائی ہیں تم مجھ کو ایک مرتبہ سنا دو تو میں اجازت دے دوں میں طالب علم تھا، مجھے اس سے، کوئی دلچسپی نہیں تھی، بعد میں اپنے حضرت کے حکم و اجازت سے تعویذات لکھنا شروع کیا۔



ساتویں مجلس

۷ رمضان المبارک

حضرت سہارنپوریؒ سے بیعت ارشاد فرمایا۔ شوال ۱۲۳۳ھ میں میرے حضرت
اور ذکر میں انہماک ، سہارنپوری (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ
مرقدہ) اپنے طویل قیام کے ارادے سے حجاز مقدس کا قصد فرما رہے تھے لوگ کثرت سے بیعت ہو رہے
تھے، مجھے بھی بچوں کی طرح دیکھا دیکھی اس کا جذبہ پیدا ہوا، حضرت سے جا کر عرض کیا، حضرت نے
فرمایا کہ جب میں مغرب کے بعد نفلوں سے فارغ ہو جاؤں، اس وقت آ جانا، مولانا عبداللہ گنگوہی،
جو خلافت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے، انہوں نے بھی تجدید بیعت کی درخواست کر رکھی تھی حضرت
نے فراغت کے بعد ہم دونوں کو قریب بلایا اور اپنے دونوں ہاتھ ہم دونوں کو پکڑا دیئے اور بیعت کے
الفاظ کہلوانے شروع کئے، مولانا عبداللہ صاحب نے ہچکیوں کے ساتھ دھاڑیں مار مار کر دنا شروع
کیا، جس کا اثر حضرت پر بھی تھا، حضرت کی آواز بھر گئی اس وقت والد صاحب (حضرت مولانا
محمد یحییٰ صاحب) اور حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راسپوری نور اللہ مرقدہ اوپر بیٹھے ہوئے تھے،
والد صاحب یہ آواز سن کر منڈیر پر دیکھنے کے لئے آئے، دیکھا تو میں بیعت ہو رہا تھا، اس پر انہیں
بہت تعجب ہوا، اور احساس ہوا کہ بلا علم و اطلاع کے اتنا بڑا کام کر لیا، لیکن حضرت راسپوریؒ نے
تصویب فرمائی اور بہت دعائیں دیں۔

جب "بذل المجہود" کی طباعت کا معاملہ آیا، تو پہلے اس کا انتظام میرے گھر میں شروع کیا گیا، اس

کے بعد تھانہ بھون میں مولانا شبیر علی صاحب کے پریس میں اس کو منتقل کر دیا گیا، اس زمانے میں میرا معمول تھا کہ جمعرات کی شام کو تھانہ بھون جاتا اور منیچر کی صبح کو واپس آتا یہ سفر ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ پیش آتا اس میں جب کبھی اتوار کو پریس کی چھٹی نہ ہوتی تو ایک آدھ دن بڑھ جاتا، میں نے بیت کے بعد ذکر و شغل نہیں کیا، میرے چچا جان میرے مرنے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کچھ تھوڑا بہت ذکر و شغل کر لیا کرو، میں نے کہا ہر کسے راہر کار نے ساختن میں مشکوٰۃ شریف پڑھاؤں اور اس کا مطالعہ کروں یا ذکر و شغل کروں، مگر تھانہ بھون کے اس سفر میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی جو میرے استاد بھی ہیں، نحو میر وغیرہ میں نے ان سے پڑھی ہے، اس زمانے میں ان کو نئی نئی خلافت ملی تھی، بہت خواب و مکاشفے وغیرہ سنایا کرتے تھے، ہم لوگ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، انہوں نے ایک دن ایک پرچہ پر میرے لئے اجازت نامہ لکھ دیا، میں نے انکار کیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں وہ فرماتے کہ ایسے ہی کہا جاتا ہے، میں اپنے دل میں یہ سوچتا رہا کہ اگر اسی طرح اجازت مل جاتی ہے تو یہ بہت آسان چیز ہے، مگر مولانا ظفر احمد صاحب کے اجازت نامے کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کچھ ذکر و شغل کر لینا چاہیے۔ میں نے حضرت سہارنپوری کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو کچھ دن مدرسہ سے چھٹی لے کر میں ذکر و شغل کر لوں، حضرت نے جواب دیا کہ مدرسہ سے چھٹی لینے کی ضرورت نہیں تعلیمی مشاغل کے ساتھ کچھ کر لیا کرو، چنانچہ میں نے شروع کر دیا، اس کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ ذکر و تعلیم دونوں کو ایک ساتھ نبایا جاسکتا ہے، حضرت اقدس گنگوہیؒ کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے جب اجازت دی تو فرمایا کہ ہمیں تو جو کچھ کرنا تھا کر چکے، آگے تمہارا کام ہے۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں: پھر تو میں مر بیٹا!

سالک اسے کہتے ہیں، جو چلتا رہے، آخر زندگی تک آدمی کو کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

اے برادر بے نہایت درگہایت ہر چہ بروے می رسی بروے یاست

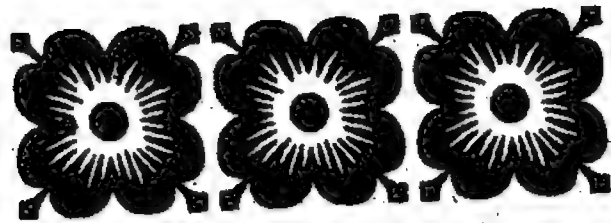
ارشاد فرمایا: میں ذکر و شغل کا نہیں تھا، مجھے کیا خبر تھی کہ سب بڑے چل دیں گے اور

تم لوگوں کے لئے میں ہی رہ جاؤں گا۔

بڑے درد و رقت سے فرمایا :- اگر مجھ سے کچھ تکلیف ہو جائے اور تم میں سے کسی کو فائدہ ہو جائے، تو میں تیار۔

اوقات کی قدر و قیمت فرمایا :- اوقات بہت قیمتی ہیں، زندگی کا جو وقت مل گیا ہے اس کی قدر پہچاننی چاہیئے۔ حدیث میں آیا ہے: "فلیترزوا العبد من نفسه لنفسه ومن حياته لموته ومن شبابه لكبره ومن دنياه لا خرقه له الخ" "بندے کو سے پہلے اور اس دنیا میں آخرت سے پہلے زادِ راہ تیار کر لے۔"

تیرا ہر سانس نخلِ موسوی ہے
یہ جزر و مدِ خواہش کی لڑی ہے



آٹھویں مجلس

۸ رمضان المبارک

حضرت مدنیؒ حضرت ایوبؑ کی اخلاق آج کھانا کھانے کے دوران میں ایک بہت
 ۱۱ منٹ میں ۲ آدمیوں کا کھانا پکانا بڑا مجمع بغیر اطلاع کے آگیا تھا، اس
 لئے کھانا کم ہو گیا تھا، خدام بھی باقی رہ گئے، اس کی حضرت کو بہت فکر ہوئی اور کھانے کا نظم کیا
 ارشاد فرمایا: حضرت اقدس مدنیؒ حضرت اقدس رابپوری کو حق تعالیٰ شانہ بہت بلند درجے
 عطا فرمائے، اکابر میں میں نے حضرت شیخ الہندؒ کا زمانہ بہت کم پایا۔ ۱۳۳۲ھ تک تو گویا ہم قید میں
 رہے، حضرت شیخ الہندؒ ۳۳ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے، وہاں سے سات سال کیلئے
 مالٹا جیل میں اسیر بنا کر بھیج دیئے گئے اور مالٹا سے واپسی کے بعد ڈیڑھ سال بیمار رہے، اس
 کے بعد انتقال ہو گیا۔

حضرت اقدس مدنیؒ کا معمول تھا کہ جب کبھی لکھنؤ یا رٹو کی طرف جانا ہوتا تو میرے
 مکان پر ضرور ہو کر تشریف لے جاتے خواہ دس منٹ کے لئے ہو، ایک مرتبہ ایجے رات میں عین
 بارش میں تشریف لائے اور آکر فرمایا کھانا کھلو، میں نے کہا کون؟ جب دروازہ کھولا تو فرمایا آج
 گاڑی دو گھنٹہ لیٹ تھی، میں نے سوچا کہ تمہارا درشن کرتا جاؤں، میں نے (بربنائے محبت) عرض
 کیا کہ ان مبارک ہونٹوں سے بے یہ الفاظ اچھے نہیں لگتے، پھر میں نے چائے پلائی۔
 ایک مرتبہ اپریل کے دن میں تشریف لائے، ملاقات پر میرے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا،

جب میں نے اس کی کوشش کی تو اس کا موقع نہیں دیا، حضرت کے پیچھے مولانا مبارک صاحب تھے اور ان کے پیچھے اور کچھ حضرات تھے جن کی تعداد گیارہ تھی، مصافحہ ہوا، میں نے عرض کیا کھانا؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر کھانا کھالیا ہوتا تو ہم تمہارے یہاں کیوں آتے؟ میں ننگے پاؤں جلدی سے اندر گیا، میری پچیاں اب بھی تقاضہ کرتی ہیں کہ مہانوں کا سالن ہم پکا دیا کریں، میں ان سے کہتا ہوں کہ میں بیچیس آدمی ہوتے تو خیر ممکن تھا، مگر ان پانچ سو کا دیگ پکانا مشکل ہے، ان کا مسلسل اصرار ہے کہ مہانوں کا کوئی کام ہمارے ذمہ کیا جائے۔

بہر حال جب میں اندر گیا تو گھر والوں نے بتایا کہ اس وقت روٹی و سالن کوئی چیز موجود نہیں آٹا موجود تھا، میں نے کہا کہ اس کو گوندھو میں جلدی سے سالن کے قسم کی کوئی چیز خرید کر لاتا ہوں، میں باہر آیا تو ہمارا صوفی گوشت والا آرہا تھا، اس نے کہا کہ قیمہ کا دو سیر گوشت ہے، میں اس کو لے کر اندر آیا، آٹا گوندھا جا چکا تھا اور تیلی میں گھی و مسالا ڈالا جا چکا تھا، انہوں نے جلدی سے اس میں گوشت دھو کر ڈالا، یہ میری کرامت سمجھو یا حضرت مدنی کی میں اندر سے باہر آیا اور ان لوگوں کا ہاتھ دھلایا یہ حضرات ۱۲ نفر تھے، ۱۱ منٹ میں دسترخوان پر گرم گرم روٹیاں و قیمہ آگیا اس میں کوئی مبالغہ نہیں، میں نے دسترخوان پر ان حضرات کو بٹھا دیا، حضرت علامہ ابراہیم صاحب نے فرمایا: "کیا آپ کو ہمارے آنے کی اطلاع تھی؟ یا آپ کو کشف ہو گیا تھا، میں نے کہا آپ کے اس گھر میں آنے کے بعد گوشت خریدا گیا ہے، انہیں تعجب ہوا فرمایا کہ یہ بات عقل میں نہیں آتی" میں نے کہا کہ ساری باتیں معقولات سے تعلق نہیں رکھتی روٹی کھاؤ حضرت نے بھی فرمایا روٹی کھاؤ، پھر حضرت نے بھی فرمایا کہ میں مولانا محمد شفاق صاحب (اعلیٰ) حضرت راپوری کے بھائی دارالعلوم کے ممبر شوریٰ کی تعزیت کے لئے راجپور جا رہا ہوں، تنہا آ رہا تھا جب ان لوگوں کو معلوم ہوا تو یہ بھی ساتھ ہو گئے۔

ایک مرتبہ عمر کے بعد میری مجلس میں ۸، ۱۰ آدمی آئے، میں نے کہا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ ہم رٹ کی سے آرہے ہیں، وہاں جلسہ ہے آپ کو لے جانا چاہتے ہیں" میں نے ان سے کہا کہ ناظم صاحب کو لے جلاؤ میں تقریر کا آدمی نہیں، اور نہ کبھی میرے باپ نے تقریر کی، مگر جب انہوں نے بہت اصرار

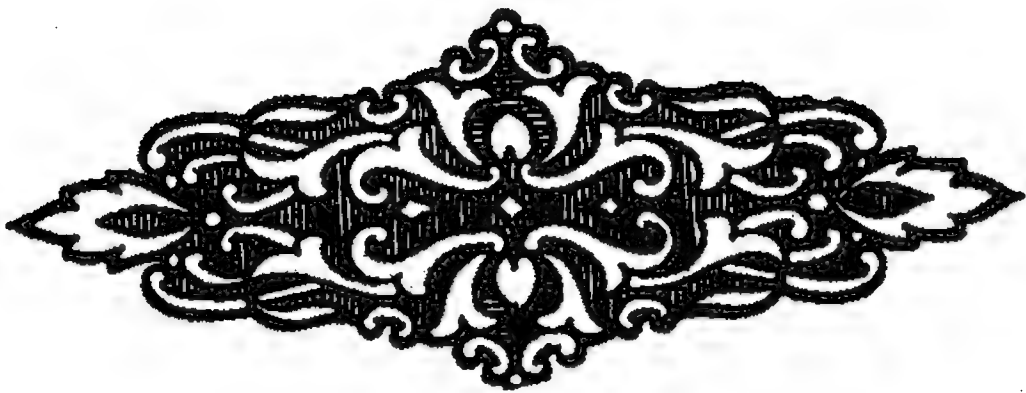
کیا بتوں میں نے ناراضگی کا اظہار کیا، وہ سب چلے گئے، اس میں کا ایک آدمی رہ گیا، اس نے کہا کہ ہم دلیوبند سے آرہے ہیں، جلسے میں حضرت مدنی تشریف لانے والے تھے، مگر حضرت کی طبیعت خراب ہے، ہم نے اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بشرطیکہ حضرت شیخ الحدیث چلیں تو میں آسکتا ہوں اس لئے یہ سب لوگ حاضر ہوئے تھے،

اس طرح کے کئی واقعات حضرت مدنی کے سنائے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، آپ بتی" لے۔
 فرمایا: حضرت اندس راجپوتی کا اپنی اخیر بیماری میں جس کا سلسلہ پانچ چھ سال تک جاری رہا پیام آیا کہ دیکھو جب تک میری صحت تھی میں ہر مہینہ آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے آیا کرتا تھا، حضرت کا معمول تھا کہ ہر مہینہ میں تین دن کے لئے یہاں تشریف لاتے تھے اب تمہاری زیارت تمہارے ہاتھ میں ہے میں نے اس کو خوب بنا دیا۔

مولوی یوسف صاحب اپنے ایک سفر ج میں مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے میں نے ان سے کہا کہ تم جاؤ، اگر آنا ہو تو میں حضرت کے ساتھ آ جاؤں گا، حضرت کی طبیعت اس زمانے میں زیادہ خراب تھی، بیٹ ہاؤس میں قیام تھا میں نے حضرت سے عرض کیا کہ دو تین دن کے لئے نظام الدین جانا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے میرا انتقال ہو جائے، جب میں نے یہ دیکھا تو اپنا سفر ملتوی کر دیا، حضرت کا قیام تین مہینے رہا میں روزانہ سبق پڑھا کر بیٹ ہاؤس جاتا تھا۔
 فرمایا: یہ دونوں حضرات بڑے تحمل و دلدار ہی کے تھے۔

ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ حضرت راجپوری پنجاب سے تشریف لارہے تھے اور سہارنپور میں ایک تبلیغی اجتماع تھا، مولانا محمد یوسف صاحب کی اسلامیہ اسکول میں تقریر تھی جلسہ سے فارغ ہو کر دو بجے رات کو ہم لوگ حضرت کو لینے اسٹیشن گئے، میں نے شاہ مسعود سے کہا کہ صبح کی نماز سے پہلے ہی اپنی موٹر یہاں لانا، تاکہ نماز کے بعد فوراً حضرت رائے پور تشریف لے جائیں کہیں حضرت نور اللہ مرقدہ نے سن لیا، تو فرمایا کہ میں نے تو دو تین دن قیام کا قصد کیا تھا، میں نے عرض کیا مجھ بالکل نہیں، صبح کی نماز سے پہلے چائے پی کر رخصت ہو جائیے، بھائی! الطاف کو بہت تاؤ آیا، حافظ

عبدالعزیز صاحب نے بھی دبی زبان سے ناگواری کا اظہار کیا، بہر حال حضرت رائے پور تشریف
 لے گئے تو وہاں کے حضرات سے فرمایا کہ دیکھو محبت کی باتیں ہیں، مجھے گرمی کی شدت سے ،
 سہارنپور ٹھہرنے نہیں دیا۔“



نویں مجلس

۹ رمضان المبارک

رمضان المبارک میں قلتِ طعام ارشاد فرمایا کہ میرا تجربہ ہے کہ روزہ سے
سے ضعف نہیں پیدا ہوتا قوت آتی ہے اور غیر رمضان میں فاقہ
سے ضعف پیدا ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا اور چند دن صحابہ کرامؓ
نے بھی آپ کے ساتھ رکھا، مگر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو منع فرمادیا، اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے
کہ بعض مغزوات میں بھوک کی شدت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو بطن مبارک پر دو پتھر باندھنے پڑے، بظاہر دونوں روایتوں میں تضاد ہے لیکن نزدیک
ایک توجیہ یہ ہے کہ پہلا واقعہ رمضان کا ہے اور دوسرا غیر رمضان کا۔

امام بخاریؒ نے تین دن تک ایک ایک با دام پر گزر کیا، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رانیؒ
کے بارے میں سنا ہے کہ رمضان المبارک میں بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا اور کوئی
چیز نہیں کھاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ نے لجاجت
سے عرض کیا کہ حضرت ضعف بہت بڑھ جائے گا حضرت تو کچھ تناول نہیں فرماتے، حضرت نے فرمایا
”الحمد للہ جنت کا لطف حاصل ہو رہا ہے“

فرمایا کہ میرا تالیق ابوالحسن مسلط ہے کھانے پر اصرار کرتا ہے، میں کہا کرتا ہوں کہ تقلیل
طعام حکیم کے مشورے کے بغیر کوئی نہ کرے۔

محبت کی تنقید بری نہیں معلوم ہوتی ارشاد سرایا: مجھے اپنے اوپر تنقید بری نہیں لگتی، بشرطیکہ اخلاص و محبت سے ہو میرے دوستوں میں قاری سعید صاحب (مفتی اعظم نظامِ علوم) میرے مخلص تھے، ان سے زمانہ طالب علمی میں میری لڑائی رہی ہے۔ مجھ سے ابتداء میں ان کے تعلقاً کچھ اچھے نہیں تھے اس لئے کہ وہ بھی صاحبِ زمانے تھے اور قاری محمد حسین استادِ اکل کے خاص شاگرد تھے، قاری صاحب حضرت گنگوہی کے مرید تھے اور ایسے تھے کہ وہ حضرت مدنی کو بھی ٹوک دیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ انگریزوں کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد بھی آپ کو خضاب کی ضرورت ہے؟ میسر یہاں صاحبزادوں کی پٹائی خاص طور سے ہوتی تھی، قاری سعید مرحوم رحمہ میں مدرسہ کے نائب مفتی مقرر کئے گئے، اس سے پہلے مدرس تھے اور قاری محمد حسین صاحب نے میرے حضرت آقا کے انتقال کے بعد یہاں آنا بند کر دیا وہ رمضان المبارک میں عصر کے بعد کا قرآن سنتے تھے، ایک دن راستے میں قاری سعید صاحب سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا کہ رمضان میں میرے چند پارے سن لیا کرو انہوں نے جواب دیا کہ بشرطیکہ ناظم صاحب اجازت دیں مجھے یہ جواب بہت پسند آیا، چنانچہ ناظم صاحب کی اجازت کے بعد عصر کے بعد وہ میرا تسکران سنتے تھے چند مہینے کے بعد اجڑاڑہ میں مدرسہ کا جلسہ تھا، ناظم صاحب (حضرت مولانا عبداللطیف صاحب) اور میں دونوں اس مدرسہ کے سرپرست تھے میں نے جلسہ میں شرکت سے انکار کر دیا، ناظم صاحب کو بھی بروقت کوئی عذر پیش آگیا، بالآخر ہم دونوں نے طے کیا کہ اپنی طرف سے قاری سعید صاحب کو ناشدہ بنا کر بھیجیں گے، اور یہ وہاں کے معاملات کو طے کریں گے، اگر کوئی اہم مسئلہ ہوگا تو ہم دونوں سے مشورہ کر لیں گے، ہم نے یہ طے کر دیا، مگر قاری سعید صاحب عذر کرتے رہے کہ میں وہیں کارہنہ والا ہوں، کسی اور کو بھیجا، مناسب ہوگا۔ مگر ہم لوگوں نے انہیں کو بھیجا، اس زمانے میں میں اپنے آپ کو مدرسہ کے ہر کام کا گویا واحد ذمہ دار سمجھتا تھا، البتہ اپنا اختیار کبھی نہیں سمجھا، جب کتب خانہ جاتا ہر ایک کام کو دیکھتا تھا، کوئی بات معلوم ہوتی تو ناظم صاحب کے ذریعے حکم نامہ جاری کرتا، ناظم صاحب اس کو تحریر لکھ کر دیتے اور اس سے فرماتے کہ شیخ خفا ہو رہا ہے تم جی نہ برا کرنا، میں جب کتب خانہ گیا تو وہاں رجسٹرار

میں قاری سعید صاحب کی تین دن کی رخصت لکھی ہوئی تھی، میں اوپر سے نیچے آیا اور قاری سعید صاحب سے مطالبہ کیا کہ تم نے رخصت کیوں لکھوائی؟ تم کو تو ہم لوگوں نے بیکار مدرسہ بھیجا تھا، انہوں نے کہا کہ میرا دہاں وطن تھا، اس پر میں نے ان سے کہا کہ مجھے تم سے کوئی خاص ربط نہیں تھا، مگر اب میری تم سے دوستی ہو گئی، دوپہر کا کھانا تم میرے ساتھ کھایا کرو، تیس سال سے زائد مدت تک وہ میرے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے، انہوں نے اپنے مرض الوفا میں مجھے ایک پرچہ لکھا کہ تیس سال سے میں عید آپ کے ساتھ کرتا تھا، آج پہلی عید ہے کہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ میں اسی وقت اٹھ کر ان کے پاس گیا۔

حاصل یہ کہ مجھے ٹوک دیا کرو، مولانا منور صاحب ٹوک دیں تو مجھے بھلا معلوم ہوتا ہے۔
اسٹرائک سے نفرت ارشاد فرمایا: طلباء عظام سے براہ راست معافی مانگتا ہوں، میرے دل میں تیس، چالیس سال پہلے ان کی بڑی وقعت تھی، میرے دسترخوان پر اگر کوئی طالب علم ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی، شروع میں جو بھی نیا طالب علم میرے یہاں آتا، اس کا کھانا داخلہ امتحان اور مدرسہ سے کھانا جاری ہونے تک میں اپنے حساب میں مدرسہ سے جاری کر دیتا تھا اور بعض طالب علموں سے کہہ بھی دیتا کہ تم میرے ساتھ کھانا کھایا کرو، اسٹرائک نے بند کر دیا، اس اسٹرائک سے دل میں نفرت ہے، صنب (گوہ) کے متعلق حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ کیا وہ حرام ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں، لیکن ہمارے یہاں یہ جائز نہیں ہوتا، مجھے اس کے کھانے سے کراہیت ہوتی ہے (بخاری شریف) اگرچہ حنفیہ کے نزدیک بعد میں اس کی مانعت بھی ہو گئی، لیکن جس وقت حرام نہیں تھا اس وقت بھی حضورؐ نے، طبعی کراہیت کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا، محبت و نفرت بے اختیاری چیز ہے، اس ناکارہ کو اسٹرائکوں سے نفرت ہے، اکابر میں سب سے پہلے ۱۹۵۵ء میں حضرت تھانویؒ و حضرت مدنیؒ کے دور میں آئی ان دونوں کو اس سے انتہائی نفرت تھی۔

دلیوبند کی ایک اسٹرائک کے موقع پر میرا دیوبند جانا ہوا، مدرسہ کے قریب ایک صاحبزادے

جن کے والد کا تعلق مجھ سے اور حضرت رانی پوری سے تھا وہ اسٹرائنگ میں شریک تھے بلکہ اسٹرائیکی
 سورتھے، مجھے اس کی بالکل خبر نہیں تھی کہ وہ سورما بھی اس میں پیش پیش ہیں، میں جب باب الظاہ
 سے گزرا تو یہ بھی میرے ساتھ حضرت مدنی کے یہاں حاضر ہوئے، حضرت کا چہرہ ان کو دیکھ کر سرخ
 ہو گیا اور مجھ پر شدید عتاب فرمایا کہ یہ چناں و جنیں مدرسہ میں اسٹرائنگ کراتا پھرتا ہے، اور آپ
 اس کو بجل میں لئے پھرتے ہیں، آپ نے اور مولانا عبدالقادر صاحب نے ان کا دماغ خراب کر
 رکھا ہے" میں نے عرض کیا، حضرت مجھے مطلق اس کی خبر نہیں تھی اور اس سے اشارہ کیا کہ
 بھاگ جا، بعد میں حضرت نے اس کی تلافی میں میری بہت دلداری کی، میں نے عرض کیا کہ حضرت
 مجھ پر حضرت کے ارشاد کا بالکل اثر نہیں ہے، حضرت نے فرمایا کہ میں نے آپ کی شان میں گستاخی
 کی، میں نے عرض کیا اب تو ہو گئی سنا ہے کہ حضرت نے ان اسٹرائیکوں کے لئے سخت بد دعائیں کیں،
 جن کو سن کر میں لرز گیا۔

فرمایا: حضرت شیخ المشائخ استاذ السکال شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے
 عربی میں ایک مختصر رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس کا نام "نیما یجب حفظہ للناظر" تحریر فرمایا ہے
 یعنی حدیث کی کتابوں کے دیکھنے والے کے لئے اس کا مطالعہ واجب ہے یہ رسالہ "لامع" کے مقدمہ
 میں بھی طبع ہو چکا ہے، اس رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے جملہ کتب حدیث
 کو پانچ قسموں پر منقسم فرمایا ہے، پہلا درجہ ان کتابوں کا ہے جن کو بے تکلف صحیح کہا جاسکتا
 ہے دوسرا درجہ ان کتابوں کا ہے جن کو صحیح تو نہیں کہا جاتا مگر قابل عمل کہا جاتا ہے، تیسرا درجہ
 ان کتابوں کا ہے جن میں ہر قسم کی احادیث صحیح و غیر صحیح پائی جاتی ہیں، چوتھا درجہ ان کتابوں
 کا ہے کہ ان کی احادیث کو بے تکلف ضعیف کہا جاسکتا ہے اور پانچواں موصوع احادیث کا،
 اس ناکارہ کا خیال یا تعامل ان مہمان رسولؐ کے متعلق تقریباً یہی رہا اور ہے کہ ابتدائی زمانہ میں
 جب بھی کسی مدرسہ کا کوئی طالب علم میرے پاس آتا میں کتب حدیث کے پہلے طبقے میں شمار کرتا، اور
 اب یہ حال ہے کہ جب کبھی کسی مدرسہ کا کوئی طالب علم آتا ہے تو پہلے دھلہ میں اس کو درجہ چہارم

پر سمجھتا ہوں اور اگر ظالم حال سے صلاح و فلاح محسوس ہو تو درجہ سوم سے اوپر کرنے کی ہمت نہیں بڑتی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت اقدس کا رسالہ "اسٹرائک"۔

ارشاد فرمایا:۔ طالب علمو! تم تو بہت اونچے تھے مگر تم نے اپنے آپ کو خود ضائع کیا، کبھی ہماری صورتوں کو دیکھ کر غیر مسلم مسلمان ہوتے تھے اب ہماری صورتوں کو دیکھ کر نفرت کرنے لگے ہیں۔ جو بوائے گا وہی کاٹے گا، کانٹا بوائے گا تو کانٹا پیدا ہوگا، پھول بوائے گا تو پھول پیدا ہوگا میں اپنے حضرت کو اسٹیشن لینے کبھی نہیں گیا، بہانہ حرج کا ہوتا تھا، مگر حضرت مدنی نے اس کی تلافی کرادی، تقسیم سے پہلے میری جیب میں پیسے نہیں ہوتے تھے البتہ تقسیم کے زمانے میں تو بڑی بڑی رقمیں لوگ میرے پاس امانت رکھتے تھے جو اکثر میری جیب میں پڑی رہتی تھیں،

ایک مرتبہ حضرت مدنی کسی سفر سے آرہے تھے میں پیدل اسٹیشن گیا۔ خیال تھا کہ مولانا منظور صاحب ضرور موجود ہوں گے، پلیٹ فارم ٹکٹ مل جائے گا، مگر جیب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ سب اندر داخل ہو چکے ہیں، میں نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ اگر دے سکو تو ادھار پلیٹ فارم کا ٹکٹ دے دو، اس نے دے دیا میں اندر گیا، مولانا منظور احمد صاحب سے پیسے لے کر ادا کئے، مولانا نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ "کہیں ادھار ٹکٹ بھی دیا جاتا ہے"؟ اس نے کہا کہ ہر ایک کو نہیں۔

جو اللہ کے سامنے جھک جائے اسکے سامنے فرمایا:۔ میرے دوستو

ساری مخلوقات جھک جاتی ہے اللہ کے سامنے جھک جاؤ،

تو ساری چیزیں تمہارے سامنے جھک جائیں گی، صحابہ کرامؓ کے قصے معلوم ہیں، ایک مرتبہ افریقہ کے جنگل میں مسلمانوں کو چھاونی ڈالنے کی ضرورت پیش آئی اور ایسے جنگل میں جہاں ہر قسم کے درخت اور موذی جانور بکثرت تھے، حضرت عقبہؓ لایمہ لشکر حیدر صحابہؓ کو ساتھ لے کر ایک جگہ پہنچے اور اعلان کیا

ایہا الحشرات والسباع ومن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذار حلو

ایمانا نازلنا من وجہنا بعد قتلناہ "اے زمین کے اندر رہنے والے جانورو،

اور درندو ہم صحابہؓ کی جماعت اس جگہ رہنے کا ارادہ کر رہی ہے اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ،

اس کے بعد جس کو تم میں سے ہم پائیں گے قتل کر دیں گے، یہ اعلان تھا یا کوئی بجلی تھی، جوان
 درندوں اور موذی جانوروں میں دوڑ گئی اور اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر سب چل دیئے (اشاعہ) بوستان
 میں ایک قصہ ہے کہ ایک بزرگ چیتے پر سوار تھے ایک شخص نے دیکھا تو ڈر گیا تو اس بزرگ نے کہا
 تواز حکم دادر گردن نہ پیچ کہ گردن نہ بیچد ز حکم تو پیچ



دسویں مجلس

۱۰۔ اررمضان المبارک

تثقید اگر اخلاص پر مبنی ہو تو محمود ہے ارشاد منسٹریا۔ میرا مکان جو کبھی صورتاً میرا تھا، اب صورتاً بھی میرا نہیں رہا، ابتداء میں والد صاحب نے پانچ روپے ماہانہ کرایہ سے لیا تھا اس مکان کو کوئی لینے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا کیونکہ اس کے بارے میں شہرت تھی، جو اس میں رہتا ہے مرجاتا ہے، چنانچہ پہلے سال میرے ایک بڑے بھائی کا انتقال ہوا اور دوسرے سال میرے والد صاحب کا اور تیسرے سال میری والدہ صاحبہ کا۔ مولوی ممتاز گیلادی ابتداء میں وہ نظام علوم میں فارسی پڑھتے آئے تھے میں ان سے بالکل ناواقف تھا اور انتہا میں وہ میرے محبوب دوست ہو گئے، دستور کے مطابق وہ میرے جہان ہوئے اور میرے مکان میں مقیم ہوئے جسے شہر کے بعد مدرسہ سے اس نے اپنا کھانا قیمتاً جاری کرایا، اس نے اخیر میں محمد سے الوداد پڑھی ہے، اس کے اتنے طویل عرصہ قیام میں کسی استاد سے بھی اس کے تعلقات نہیں ہوئے، یہ تکبر کی بنا پر نہیں بلکہ مزاج ہی ایسا تھا، نظام علوم سے دور حدیث سے فراغت کے بعد تھانہ بھون گیا اور سوال میں وہاں اس کو خلانت مل گئی، ممتاز گیلادی کا کھانا مدرسہ کے مطبخ سے آتا تھا اور میرے گھر والے اس زلے میں یہاں نہیں تھے اس لئے میرا کھانا بھی مدرسہ سے قیمتاً آتا تھا، ممتاز اخیر تک میرے شریک دسترخوان رہے ایک عرصہ کے بعد انہوں نے جملہ شرکاء کے سامنے یہ اعتراض کیا کہ آپ کا کھانا بھی مدرسہ سے قیمتاً آتا ہے اور میرا بھی لیکن آپ کے پیالہ میں تار زیادہ ہے، میرے میں کم، محض اس وجہ سے کہ آپ

کی آواز اہل مطبخ پر اثر انداز ہوگی اور میری نہیں، میں نے دیکھا تو واقعی دونوں برتنوں میں فرق تھا میں نے عزیز موصوف کا بہت شکریہ ادا کیا کہ اللہ تمہیں جزائے خیر دے، میں نے اسی دن سے مطبخ سے اپنا کھانا بند کر دیا، آج تک جاری نہیں کرایا، اگر کسی کی تنقید قابل قبول ہو تو ضرور قبول کرنا چاہیئے، علماء و صوفیاء نے لکھا ہے اخروما یخرج من قلب السائلک حب الجاہ، حب جاہ بہت مشکل نے نکلتی ہے، ہم لوگ اپنی زبان اور اپنے قلم سے ناکارہ وسیع کار لکھتے ہیں مگر یہ رسم بن گئی ہے اگر کسی مجمع میں کوئی اعتراض کر دے تو سن کر دماغ کھولنے لگتا ہے، حالانکہ اگر ماننے کی بات ہے تو اس پر ناگواری کیسی، اس کو ضرور ماننا چاہیئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے انما بعثت لانتہم مکارم الاخلاق، میں مکرم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں خصوصیت سے جو لوگ ذاکر و اجازت یافتہ ہیں ان کے اخلاق ایسے ہوں کہ دوسروں کی ہدایت کا سبب بنیں نہ کہ اکھڑنے کا اور مستغفر ہونے کا۔

اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے استفسار پر حضرت گنگوہی نے جواب تحریر فرمایا تھا "ماوح رد ذام کو برابر سمجھتا ہوں۔ مجھے یہ جملہ بہت پیارا لگتا ہے، اگر کوئی ہماری طرح کرے تو اس پر پھولنا نہ چاہیئے بلکہ اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیئے کہ الگ نے ستاری فرما رکھی ہے، اگر اب ہمارا یہ حال ہے طر، چوں مخلوت می روند آں کار دیگر می کنند " فرمایا، میں تم دوستوں سے اس حدیث رب مبلغ اوعیٰ من سامع کے پیش نظر درخواست کر رہا ہوں، تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، بلکہ مسلمانوں کے اخلاق سے پھیلا، اکابر کے حالات کا مطالعہ کرو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ایک کفرستان میں آکر بیٹھ گئے اور ایک دنیا کو مسلمان بنا گئے۔

ماہرچہ خواندہ ایم نسیم شمش کردہ ایم
 الاحادیث یار کہ تکرار می کنیم
 ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے، فرمایا ہاں " پھر عرض کیا گیا، کیا مومن جھوٹ بول سکتا ہے فرمایا، نہیں۔
 ہم میں سے ہر شخص کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہیئے، ہم لوگوں کا حال یہ ہو گیا،
 ہے کہ جب تک گفتگو میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو، ہمیں لطف نہیں آتا۔

گیارہویں مجلس

۱۱ رمضان المبارک

سکوت کی مجلس آج حضرت اقدس مدنیہم کی طبیعت ناساز تھی، سر میں شدید گرانی تھی، صرف نغمہ سے انظار فرمایا، خدام کا اصرار تھا کہ آج مجلس نہ ہو مگر مجلس ہوئی، مولانا جمیل احمد حیدر آبادی نے عرض کیا، جی چاہتا ہے کہ کسی دن خانوشی کی مجلس ہو، اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا، حضرت مولانا شاہ دہی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ کہیں چھپا ہوا نظر سے گزرا، جو میری مجلس میں چپ بیٹھ کر کوئی فائدہ نہ حاصل کرے، وہ میری مجلس میں نہ آئے۔

اللہ کے احسانات کا شکر فرمایا، میرے حضرت مہارنپوری کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **رَأَيْتُ ثَعْدًا وَانْعَمَ اللَّهُ لَا تُحْصُوْهَا** اگر تم اللہ کے احسانات کو شمار کرو، تو ان کا احصاء نہیں کر سکتے، یہاں نعمت کو مفرد استعمال کیا گیا، کیونکہ ایک نعمت میں بے شمار نعمتیں ہیں۔



بارہویں مجلس

۱۲، رمضان المبارک

آج کی مجلس میں ترک کی جماعت دوبارہ آگئی تھی اور
بیرون ملک کے بھی کچھ حضرات تھے اس لئے ایک صاحب ترک
میں اور ایک دوسرے صاحب انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے، فرمایا: ”زبان
یاد میں ترک و من ترک نہی دائم“ تبلیغ والوں کی بدولت ترک
زبان کی بھی ضرورت پڑ گئی۔

دوسروں کے حقوق ادا کرتے رہو ارشاد فرمایا۔ میں ایک اہم و ضروری بات
اور اپنے حقوق کا مطالبہ اللہ سے کرو کہنا چاہتا ہوں جو اپنے دوستوں سے بار بار کہتا
رہتا ہوں، میں نے اپنے بڑوں سے ایک اصول سنا ہے جو چچا جان کے ملفوظات میں بھی موجود ہے،
اور مولوی یوسف صاحب کی تقریروں میں زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے درحقیقت یہ حدیث پاک
سے مستنبط ہے، آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ دوسرے ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے
کہ مجھے شریعت، عرف و عقل و قرابت کے اعتبار سے کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔

”بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اسار“
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلَوْ كُنْ صَابِرًا وَدَعَفْنَا عَنْكَ فَلْيَكْ مِنْ عَنِ الْأُمُورِ“ اور

جس نے صبر کیا اور معاف کیا، بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے، حدیث میں آیا ہے "رشتہ جوڑو جو تم سے رشتہ کاٹے اور جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو اور جو برائی کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو" ایک حدیث میں ہے لیس الواصل بالمکافی ولكن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلہا (مشکوٰۃ) رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو بدلہ کے طور پر رشتہ جوڑتا ہے بلکہ وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو اس کو جوڑے۔

ہمارے بزرگوں نے قرآن و حدیث سے مستنبط کر کے جو بات دو فقروں میں فرمادی ہے، اس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں چین حاصل ہوگا، اگر کوئی شخص تم کو گالیاں دے رہا ہے، تمہاری غیبتیں کر رہا ہے، وہ تمہیں اپنی نیکیاں دے رہا ہے، اگر اس کے پاس اتنی نیکیاں نہیں ہیں تو تمہارے گناہ اپنے سر لے رہے، حدیث میں بھی یہ مہمون آیا ہے، کہ جو شخص کسی کو گالیاں دے اور مارے اس کا قصاص ضرور لیا جائے گا حتیٰ کہ بے سنگ والی بکری سے قصاص لیا جائے گا، بھائی ہوتا تو مجھ سے بھی نہیں، مگر اصول بڑا اچھا ہے۔ تمہارے ذمہ جو دوسروں کے حقوق ہیں ان کو ادا کرنے کی کوشش کرو جہاں سے تمہیں بہت زیادہ ملے گا، تمہارے ذمہ اگر کسی کا ایک دانق ہوگا تو اس کے عوض میں سات سو مقبول فرض نمازیں آخرت میں کاٹ لی جائیں گی، (نشانی) ہمارے پاس کہاں مقبول نمازیں ہیں، آج کل کثرت سے خطوط آتے ہیں، مہتمم حضرات مدرسین کی اور مدرسین ان کی شکایت کرتے رہتے ہیں اگر یہ اصول سامنے ہو تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ ارشاد سرمایا بر کسی مہتمم کو نہ چاہیے کہ کسی کو بلا تنخواہ ملازم رکھے اور مدرسین سے کہا کرتا ہوں کہ تمہیں صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے کام کرنا چاہیے تمہیں جو تنخواہیں ملتی ہیں۔ وہ تمہاری قیمت سے بہت کم ہیں، مگر تمہیں جو کچھ مل رہا ہے، اللہ کا احسان سمجھو۔

صرف چار احادیث انسان ارشاد سرمایا بر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دین کے لئے کافی ہیں، نے پانچ لاکھ احادیث میں سے صرف پانچ کا انتخاب فرمایا ہے، اس کے بعد امام ابو داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو کا

انتخاب اپنی کتاب میں کیا ہے اور ان میں سے صرف چار کا انتخاب فرمایا کہ انسان کو اپنے دین پر عمل کرنے کیلئے کافی ہیں، چار تو وہی ہیں جن کو امام اعظمؒ نے منتخب کیا ہے اور ایک کو نہیں لیا کیونکہ اس کا مضمون ان میں آگیا ہے، امام صاحبؒ کی وفات ۷۵۰ھ میں ہوئی ہے اور امام ابو داؤدؒ کی ولادت ۲۵۰ھ میں ہوئی گویا امام صاحبؒ سے ۵۰ سال بعد میں پیدا ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو داؤدؒ نے امام صاحبؒ سے اس قول کو لیا ہے، امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں سارا دین آگیا ہے، اگرچہ بعض علما نے "المنہج کلہ مسلم" والی حدیث کو سب کا جامع بتایا ہے وہ چار حدیثیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) اِنَّا كَاغِبَالٍ بِالنِّيَّاتِ الخ (تمام اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار صرف نیتوں پر ہے) اس کے سلسلے میں "رئیس الاحرار" کا قصہ تفصیل سے سنایا جو پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ اس کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔ میں نے بزرگوں کی پانچ بیڑھیاں دیکھی ہیں۔ پہلا دور حضرت گنگوہیؒ کا، دوسرا دور حضرت کے خلفاء اجل حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ، اعلیٰ حضرت رامپوریؒ کا اور تیسرا دور حضرت مدنیؒ و حضرت رامپوریؒ اور چچا جان کا اور چوتھا دور مولوی یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اور پانچواں اب مولوی انعام الحسن صاحب کا دور دیکھ رہا ہوں، بزرگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ضائع نہیں جاتا، میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ معاشرت کی وجہ سے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں زیادہ ضائع ہو گئے، مولوی یوسفؒ کے دور میں بعض لوگ کہا کرتے تھے "جوابات ان کے والد میں تھی وہ ان میں نہیں" میں کہا کرتا تھا، جوابات میرے حضرت میں تھی وہ چچا جان میں نہیں، یہی بات میں مولوی اسعد میاں اور مولانا قاری طیب صاحب اور مولوی انعام کے بارے میں کہا کرتا ہوں جوابات کا کبر میں تھی، وہ اصاعز میں کہاں؟ جب یہ چلے جائیں، تو گفتِ انوس لٹا پڑے گا، بعد میں یہ بھی نہیں ملیں گے۔

سرمایا۔ جو کرو اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر دے، اگر کوئی نماز دکھانے کے لئے پڑھے گا کہ لوگ بزرگ سمجھیں، تو یہی نماز منہ پر مار دی جائے گی۔

بزمین چوں سجدہ کردم ز زمین ندا برآید تو مرا خراب کردی سجدہ ربانی

اگر یہی سجدہ اللہ کی رضا کے لئے ہو تو بہترین عبادت ہے، صاحب نظامِ حش نے،
”انما الاعمال الخ“ کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ”اگر کوئی مسجد میں جا کر دو رکعت
نماز پڑھے اسی کے ساتھ اعتکاف کی نیت کرے، اہل اللہ کی زیارت کی نیت کر لے وغیرہ وغیرہ،
تو اس کے ثواب میں نیت کے لحاظ سے بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔“

(۲) ”لا یكون المؤمن مؤمناً حتى یرضی لادخید ما یرضی لنفسه۔“

(مومن حقیقی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جس کو اپنے لئے
پسند کرتا ہے) اگر اس حدیث پر آدمی عامل بن جائے تو سارے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں، خود تو
چاہے سوا سیر اور دوسرے کے لئے سیر، تو پھر جھگڑے کیسے ختم ہوں، اس حدیث میں حقوق العباد آگئے
چونکہ ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ“ (جس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے
مسلمان محفوظ ہوں) اس حدیث کا مضمون اور پر والی حدیث میں آگیا ہے، اس کو امام اعظمؒ نے
مستقل شمار کیا ہے، آگام ابو داؤدؒ نے ترک کر دیا۔

(۳) ”من حسی اسلام البرأ ترکہ مالاً یعنیہ“ (انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے

کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے)

لا یعنی میں مشغول ہونے سے نہ دین کا نفع ہے نہ دنیا کا، ایک صاحب کامیرے پاس
خط آیا، انہوں نے اپنے بعض معاصرین کے بارے میں بے جا استفسار کیا تھا، میں نے ان کو
جواب دیا کہ ان سوالات کا قبر میں جواب دینا ہے؟ منکر و نکیر سوال کریں گے؟ اس دھندے
میں خواہ مخواہ کیوں پیش گئے ہو؟ تمہیں جس سے عقیدت ہو بیت ہو جاؤ۔

اپنے بچپن میں ایک انگریز کا قصہ تھا جس کو علامہ شبلی نے کہیں اپنے سفر نامہ میں لکھا
ہے کہ وہ جہاز پر سوار تھے، جہاز ڈوبنے لگا، وہ انگریز کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہا، لوگ
شور کر رہے تھے، میں موتا تو اس وقت کمرہ وغیرہ کی تلقین کرتا، دیکھو بھائی! یہاں تفریح کی جگہ نہیں

ہے بلکہ جس نیت سے آئے ہو مشغول رہ کر وصول کرو۔

سہ ماہیاد۔ اخیر در پیلو پڑھ لو اور سن لو، مگر یاد رکھو قبر میں منکر و نکیر سوال کریں گے

”مادینک؟ تمہارا دین کیا تھا۔؟“

صوفیا کے یہاں ”پاس انفاس“ کی مشق اسی لئے کرائی جاتی ہے کہ اگر آدمی کچھ نہ کر کے تو

کم از کم ہر سانس میں اللہ کا ذکر تو کر لے۔

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے یہ جزر و مد جو اہر کی لڑی ہے

(۴) ”الحلال بیت والحرام بیت النخ“ (حلال و حرام واضح ہیں مگر ان کے درمیان بعض

مشتبہ و مشکوک چیزیں ہیں، جو ان سے بچے گا، وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لے گا) اس کا

نام تقویٰ ہے جس چیز میں کھٹک ہو، بعض علماء جائز کہتے ہوں اور بعض ناجائز ان کو چھوڑ دینا چاہیے

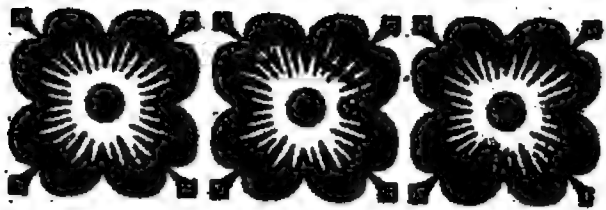
کیوں جھگڑے میں پڑے، ایک اور حدیث میں آیا ہے: ”دع صایر سیلت الی مالایر سیلت“ جو

چیز تم کو شبہ میں ڈالے اس کو چھوڑ دو، اور اس کو اختیار کرو جس میں شبہ نہ ہو، الحلال بیت

والحرام بیت النخ“ رالی روایت میں یہ مضمون بھی بیان کیا گیا ہے: ”وکل ملک حصی“ ہر

بادشاہ کے لئے بٹر (مخصوص چراگاہ) ہوتی ہے۔ وہ جگہ ممنوع ہوتی ہے، حدیث کا مضمون بعد میں،

بیان کروں گا، اس سے پہلے ایک قصہ سن لو۔



تیرھویں مجلس

۱۳ رمضان المبارک

میری عمر بارہ برس کی ہوگی، ہمارے حضرت قطب گنگوہیؒ کے نواسے چچا زکریا کا پنجاب میں نکاح تھا، چچا یعقوب نے اصرار سے مجھ کو بھی ساتھ لیا، چنانچہ سرہند کے قریب "کھنہ" بارات گئی یہ میرا سرہند کا پہلا سفر تھا، گھوڑے وغیرہ پر سوار کر کے ہم لوگوں کو روانہ کیا گیا اور حضرات پیدل تھے، چچا یعقوب تھانہ دار تھے، اتفاقاً ایک جگہ کچھ سپاہی ملے، آپس میں چچا یعقوب کی ان سے بٹ بٹ (یعنی انگریزی) گفتگو ہوئی، میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہاں کیا مصیبت آگئی، میں نے دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ یہاں سے تھانہ کے حدود شروع ہوتے ہیں، ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ تھانہ دار، کہا کہ چلے جاؤ، اگر معقول جواب نہ دیتا تو گرفتار ہو جاتے۔

اسی طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا کہ اللہ کی بیڑ حرام کردہ چیزیں ہیں، ایسی چیزوں سے دور دور رہنا چاہیئے، اسی کو بزرگی کہیں اسی کو تقویٰ کہیں اور اسی کا نام تقویٰ ہے، ہر موقع پر احتیاط پیش نظر رہے۔

یہ سارے حجابہ اور ریاضتیں اسی لئے ہیں کہ تقویٰ پر عمل آسان ہو جائے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ ان چار حدیثوں کے کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے مشہورات و قواعد کلیہ جاننے کے بعد جزئیات دین کو معلوم کرنے کے لئے کسی غمبہد کی ضرورت باقی نہیں رہتی، چونکہ حدیث اول عبادات کی درستگی کے لئے کافی ہے اور حدیث ثانی سے حقوق کی معرفت

حاصل ہوتی ہے کہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں و متعارفین اور اہل معاملہ کے ساتھ کس طرح ،
 پیش آنا چاہیے اور تیسری حدیث سے عمر عسکریہ کے اوقات کی محافظت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے
 اور چوتھی حدیث ایسے مسائل میں جن میں علماء کو شک و تردد ہے ایک واضح راستہ پیش کرتی ہے
 غرض کہ یہ چاروں حدیثیں ایک عاقل آدمی کے لئے استاد و شیخ کا درجہ رکھتی ہیں۔ (بستان ص ۱۹)
 حضرت اقدس مدنیو ضہم نے حضرت شاہ نور اللہ مرقدہ کے کلام کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا
 حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ "الدر الثمین" میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصالِ ثواب کا خیال آیا ، (مہم لوگ اس کی طرف دھیان نہیں
 دیتے) حضرت شاہ صاحب نے دو پیسے کے چنے خیرات کئے اور ایصالِ ثواب کیا ، رات میں خواب
 میں زیارت ہوئی کہ آپ اپنے دست مبارک میں ان چنوں کو لے کر حرکت دے رہے ہیں ، غور کرو کہ
 دو پیسے کے چنے کی کیا حیثیت ، گردہ آپ کے یہاں اخلاص کی وجہ سے مقبول ہو گئے ، تم علماء کرام ہو
 حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین قسم کے آدمی جہنم میں داخل کئے جائیں گے
 ان میں ایک ریاکار عالم ہوگا ، غور کرو اگر ہم سے یہ مطالبہ ہو کہ ہم نے تم کو سہولتیں دیں مدرسہ کی ،
 کتابیں دیں ، تو کیا جواب ہوگا ؟ اگر اس کے جواب میں کہا جائے کہ ہم نے دین کے سارے مواقع پر علم
 دین کو خرچ کیا ، لیکن خدا نخواستہ اس کے جواب میں اگر یہ کہا گیا کہ تم نے اس لئے خرچ کیا کہ تم کو بڑا
 عالم ، شیخ التفسیر ، شیخ الحدیث وغیرہ کہا جائے تو وہ کہا جا چکا ، پھر سوچو کہ پھر کیا حشر ہوگا ، اسی
 طرح مالدار سخی اور شجاع کا حال بیان کیا گیا ہے ، سخاوت اور جہاد کے باوجود اخلاص نہ ہونے
 سے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

غور کرو ، اخلاص سے دو پیسے خرچ کرنے کی یہ قدر کہ حضور کے یہاں مقبول اور یہاں سب
 کچھ خرچ کرنے کے باوجود کوئی قیمت نہیں۔

اس کے بعد حضرت نے نہایت درد سے فرمایا ۔ میرے پیارو ! تم دوسروں کے حقوق
 ادا کرتے رہو ، مدرسہ کا حق ادا کرتے رہو ، اگر تمہیں تم پر زیادتی کرتا ہے ، تمہاری تنخواہیں کاٹتا ہے تو

یہ سب تمہارے آخرت کے بنک میں جمع ہوتا رہے گا "إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" کا قانون ہے، تمہارا اہمیت یا طالب علم یا کسی سے کوئی معاملہ ہو، ان سب کے ساتھ تمہاری ہی کوشش ہونی، چاہیے کہ کسی کا کوئی حق تم پر باقی نہ رہے۔

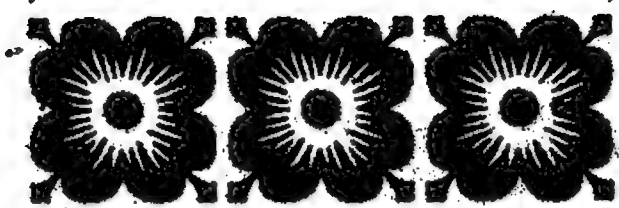
تیسری حدیث میں حضرت شاہؒ فرماتے ہیں کہ تحفظ اوقات کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، جتنا لوگو اپنے اوقات کو ضائع کرتا ہے اور کوئی نہیں، اب تو مدرسہ سے پڑھانے کا تعلق میرا ختم ہو گیا، جس زمانے میں میں پڑھاتا تھا، یہ ڈیڑھ دو گھنٹے (یعنی باجے والے) ٹرک سے گزرتے تھے، میں شام کو گزرتے ہوئے دکانداروں سے تحقیقات کرتا کہ یہ کیا تھا، وہ کہتے، کہ ہمیں تحقیقات کرنے کی فرصت نہیں تھی، مگر طلبہ کا فرقہ جہاں کہیں اس کو سنتا ہے جمع ہو جاتا ہے، کیونکہ انہیں اوقات کی قدر نہیں، بھائی ہمارے اوقات بڑے قیمتی ہیں، بھائی دس منٹ میں جتنا ہم قرآن و حدیث سیکھ سکتے ہیں اس کے برابر کسی چیز کی قیمت نہیں، مگر افسوس کہ ہمیں قدر نہیں۔

اضافہ از مرتب

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کرے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

چوتھی حدیث میں تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔



چودھویں مجلس

۱۲ از رمضان المبارک

اللہ و رسولؐ کے ارشادات میں سردیا۔ میرے پیارو! ہم لوگ ہر وقت دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ یہ دیکھتے ہیں کہ امریکہ روس کیا کہتے ہیں؟ اور نامہ کر کیا کہتا ہے؟ حالانکہ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ و رسولؐ کیا فرماتے ہیں، میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں یہ پڑھا تھا کہ غسل جنابت تعبدی ہے، یعنی عقل میں تو آتا نہیں، شریعت کا حکم ہے اس لئے غسل فرض ہے، کیونکہ منی کے نکلنے سے صرف موضع منی کو دھونا چاہیے، اس کے بعد میں نے اس کی مزید تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ امریکہ و برطانیہ کے ایک طبی بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جس وقت منی شہوت کے ساتھ نکلتی ہے تو بدن کے ہریال اور ہرن میں ایک طرح کی سمیت پیدا ہو جاتی ہے اگر رگڑ رگڑ کر نہ دھویا جائے تو بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اس سے ایک مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، غسل جنابت میں مالکیہ کے نزدیک دھوا (رگڑنا) فرض ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک مسنون، اس کی حقیقت بھی سمجھ میں آگئی، مسئلہ ۱۲۴۷ھ سے ۱۲۸۸ھ تک میرے ذمے دورہ حدیث کے اسباق رہے ہیں میں اپنے اسباق میں برابر یہ کہتا رہا ہوں "حدیث" اذا تعدین شعبہ الاربع النخ" مسئلہ تو بتایا گیا شریعت کا، مگر تشریح بان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے صحبت کا بہترین طریقہ بتایا ہے، صحبت کے اطمینان سے بیسوں طریقے لکھے ہیں مگر اس کو صحبت و صحت دونوں کے اعتبار سے سب سے بہتر طریقہ قرار دیا۔

نہ پایا۔ ایک اور مسئلہ کے ذیل میں حضورؐ کا بہترین طریقہ سنو! خاص طور سے لندن والوں کے سننے کا ہے، انگریزوں کے مردوں اور عورتوں میں پائیریا کا مرض بہت کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں نے تحقیقات کر کے فیصلہ کیا کہ مردوں کی داڑھی اور عورتوں کے سر کے بال رطوبت کو چوستے ہیں، چونکہ انگریزوں کے یہاں یہ نہیں ہے اس لئے یہ مرض وہاں بہت پیدا ہوتا ہے۔

ابتدائی زمانہ میں میں ہر طرح کی چیزوں کو پڑھتا تھا اس طرح کی چیزیں تیس سال پہلے پڑھی تھیں اور اپنے رجسٹر میں درج کر لیا تھا (مولانا) علی میاں کو بھی اس پر حیرت ہے ایک سال تک میٹر معمول تھا کہ رات میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ مشکل سے سویا ہوں میں نے جب مولانا اعجاز علی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب میں کنز الدقائق کا حاشیہ لکھ رہا تھا تو دوسرا تک رات میں نہیں سویا۔

میں دار جاناں بجائے کسی کہ بے سعی ہر گز نہ جائے سی

حدیث شوق صدر کا ذکر آیا ہے مثلاً حضورؐ کے سینہ مبارک کو معراج سے پہلے چاک کر کے قلب اطہر کو نکالا گیا اور زمزم سے دھویا گیا اس لئے کہا گیا ہے کہ زمزم کا پانی آب کوثر سے افضل ہے اور اس کو ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا اس پر اعتراضات کئے گئے ہیں، سرسید نے بھی اعتراض کیا کہ ایمان و حکمت ایک ملٹوی چیز ہے اس کو کس طرح بھرا گیا اور بعض بدتمیزوں کی تحریریں دزبانوں سے یہ اعتراضات ہم نے پڑھے اور سنے ہیں مگر اسی زمانے میں ہم نے یہ بھی پڑھا کہ بھلی کے ذریعے ایک آدمی میں ۴۰، ۵۰ بلکہ ۸۰ گھوڑوں کی قوت بھری جاسکتی ہے پھر اس حدیث کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔ علامات قیامت میں ہے کہ ایک آواز ایسی آئے گی کہ مشرق و مغرب کے سارے باشندے سنیں گے، آج لاسکی نے اس کو سمجھا دیا اسی طرح آیا ہے کہ عیسیٰؑ کی آواز سب سنیں گے ٹیلی ویژن نے اس کو سمجھنا آسان بنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات میں سے ایک عادت مسواک کی ہے، ابو داؤد و نسائی میں اس روایت کے سلسلے میں "اع، اع، اح، اح" کے الفاظ وارد ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی زبان مبارک پر بھی مسواک کرتے تھے، جس کو راوی نے اس طرح بیان کیا ہے، درحقیقت یہ آواز کی

تعمیر ہے، کھانسی کے لئے مسواک کو ذرا اندر کی طرف پھیرے تو یہ اس کا بہترین علاج ہے میرا بیویوں
مرتبہ کا تجربہ ہے کہ جتنی اندر مسواک ڈالی جائے گی، جمع شدہ بلغم خارج ہو جائے گا اور کھانسی ختم ہو جائے گی
ڈاکٹر حکیم جو بھی کہیں میری کھانسی کسی مرتبہ اس طرح کرنے سے ختم ہوئی ہے۔

ارشاد فرمایا: میرے پیارے! سنت میں جو فوائد ہیں وہ کسی چیز میں نہیں، تجربہ کر لو مگر محاذ کے
ساتھ نہیں، میرے محلہ کے ایک صاحب نے جو میرے والد صاحب اور میرے چچا جان کے دوست تھے، اور
میرے بھی دوست تھے انہوں نے اپنی عسزیزہ کے لئے جو بیمار تھیں چچا جان کو خط لکھ کر تعویذ منگوا دیا، جوابی
خط بھیجا تھا۔ چچا جان نے پتہ کاٹ کر میرے پتے پر جواب تحریر فرمایا اور اس میں ایک دعا لکھ دی کہ صبح
دشام پڑھ دیا کرو اور اگر اس دعا سے نہ اچھی ہو تو اس کا مرنا ہی اچھا ہے جس کو اعتقاد نہ ہو اس کے لئے
یہی حکم ہے خواہ ہماری عقول میں یہ باتیں آئیں یا نہ آئیں مگر حقیقت یہی ہے۔

اس کے بعد فرمایا: مفتی صاحب اس کا نقل کرنا کیسا ہے؟ مفتی صاحب خاموش رہے فرمایا۔
حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے وہاں ایک عورت اپنے
مادر زادہ نابینا لڑکے کو دعا کے لئے لائی اور بہت عاجزی سے درخواست کی کہ حضرت اس پر ہاتھ
پھیر دیں کہ اچھا ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، اس عورت
نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں آپ ہاتھ پھیر دیں، مگر مولانا وہاں سے اٹھ کر چل دیئے، راستہ میں
عتاب (بذریعہ الہام) ہو گیا، کہ تم کون اور عیسیٰ کون؟ کرنے والے ہم ہیں۔ چنانچہ مولانا واپس ہوئے
اور مامی کنیم مامی کنیم کہتے ہوئے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ اچھا ہو گیا درحقیقت نفع پہنچانے والا
حق تعالیٰ ہے، عانی لوگ اسے کیا سمجھیں۔

بیعت کی حقیقت آج بھی رذائے معمول کے مطابق بہت سے لوگ بیعت
ہوئے اس سے فراغت کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: بیعت ہونا ایسا ہی ہے، جیسے کسی مدرسہ
میں کوئی طالب علم داخلہ فارم داخل کرے اگر وہ داخلہ فارم داخل کر کے محنت نہ کرے تو وہ علم
سے کور رہے گا، اسی طرح اجازت گویا مدرسہ کی سند فراغ ہے، یعنی طالب میں ایک خاص استعداد

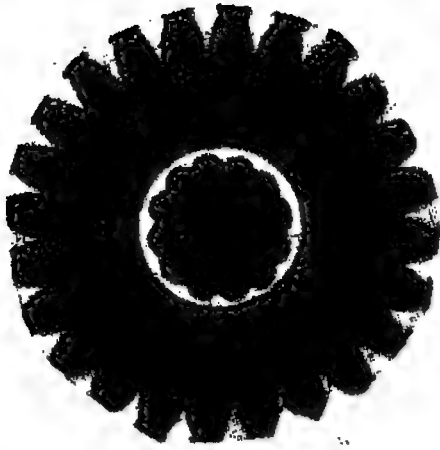
پیدا ہو گئی، جس طرح مدرسہ کی سند اس بات کی ضمانت ہے کہ تم میں پڑھانے کی استعداد پیدا ہو گئی ہے لیکن اگر کوئی سند لے کر کھیتی باڑی شروع کر دے تو ضائع ہو جائے گا۔

اجازت کی ذمہ داری اجازت پڑھانے کے لئے ہوتی ہے، جو لوگ اس کے بعد سمجھ گئے کہ میں کچھ ہو گیا وہ کھو گئے اور کھڑ میں گر گئے، اگر کچھ کر لے تو یہ ترقیات کا ذریعہ ہے اگر کہیں کہ اللہ کی طرف سے اس بات کی شہادت ہے کہ تم میں اہلیت ہے، بشرطیکہ کچھ کر لو تو بے جا نہ ہوگا، جن لوگوں کو اجازت کا شوق پیدا ہو جائے وہ ناکام ہوتے ہیں، میں نے اپنے محاصرین اور بڑوں میں اس کے خوب تجربے کئے ہیں اگر کسی کے بارے میں مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ اس کا طالب ہے، تو مجھے گرائی ہوتی ہے، ”من طلب منکم الامارۃ“ سے یہ مضمون مستنبط ہے اپنی نااہلیت و کم مائیگی کا استحضار ضروری ہے، اجازت کے بعد جس کے قلب میں ایک بجلی سی کوند جائے اور کچھ پیدا ہو جائے، وہ کامیاب، ورنہ ناکام رہے گا، جب مجھے میرے حضرت نے اجازت دی تو میرے اعضا پر کئی دن تک اثر رہا، نفطی والی روایت میں ہے ”نخسیت الخ“ اس کی بارۃ توجیہات کی گئی ہیں اس میں ایک یہ ہے کہ موت کے بارگراں سے حضور پر ایسا اثر ہوا کہ موت کا اندیشہ معلوم ہونے لگا، میں نے اپنے اکابر اور حضرت مدنی سے سنا ہے جس کو اجازت کے بعد کرنٹ کا سا اثر پیدا ہوا اس کو زیادہ نفع ہوا، اجازت بہت سی مصالح کی بنیاد پر دی جاتی ہے میں حضرت گنگوہیؒ اور اکابر کے لوگوں میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں، جن کو اجازت نہیں دی گئی حالانکہ ان کے حالات بہت سے اجازت یافتہ لوگوں سے اچھے تھے، حضرت تھانویؒ نے ایک مرتب اپنے بعض مجازین کو اندر بلایا، اور کچھ لوگوں کو باہر بٹھایا اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تم ادبچے ہو اور دوسرے فرد ترا یہ گھنڈ نہ ہو، مجھے جب میرے حضرت نے اجازت دی تھی تو میری تمنا تھی کہ کسی کو خبر نہ ہو اس کے لئے میں نے حضرت رامپوریؒ کے پائل تک پکڑ لئے۔

رمضان میں حضرت مدنیؒ سے مرکات ثبت فرمایا:۔ رمضان میں میرا اور حضرت مدنیؒ کا یہ معمول تھا کہ ہر ایک دوسرے کو پہلے خط لکھا کرتا تھا، اکثر میں ہی لکھتا تھا، عموماً

کوئی شہر ہوتا تھا، ایک مرتبہ میں نے خط لکھا، اس میں یہ شہر تھا
 گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ شہر بھی اے خانہ برانداز چین کچھ دھڑ بھی
 اکابر کے خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔

چند تصویر تباں، چند حسینوں کے خطوط
 بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ سامان نکلا



پندرہویں مجلس

۱۵ رمضان المبارک

دوستی و دشمنی میں ارشاد فرمایا:۔ حدیث میں آیا ہے کہ مردوں کو برائیوں کے ساتھ
راہ اعتدال ذکر نہ کرو بلکہ ان کی بھلائیوں کا تذکرہ کرو، ہم لوگ اس قدر افراط و
تفریط میں مبتلا ہیں، تعریف میں تو کسی کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور کسی کو تختِ اشریٰ میں پہنچا دیتے ہیں، اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا يَجْرُ مِنْكُمْ دُشَنَاتٌ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا طَائِعِينَ لَوْ أَهْوَأْتُمْ لِلتَّقْوَىٰ"
کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر نہ آمادہ کرے کہ تم اس کے ساتھ نہ انصاف کرو، انصاف اختیار کرو، یہ تقویٰ سے
زیادہ قریب ہے۔

لطیفہ: فرمایا، اگر اتنی کسی کو پہچانتے نہیں، جب ہم ہی کو نہیں پہچانتے تو اوڑں کو کیا پہچانیں گے۔
تعمیر حیات کا مضمون لکھنؤ سے حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ نے تعمیر حیات ۲۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء
کو حضرت اقدس کی خدمت میں بھجوا دیا تھا، جس میں "جمال عبدالناصر" کے بارے میں مصری اخبارات کے تاثرات کا
ترجمہ کیا گیا تھا، آج کی مجلس میں وہ پڑھ کر سنایا گیا، ایک عنوان تھا، "مرگِ غیرت تیری دہائی"۔ دوسرا عنوان
تھا، "نئے خالق نے نبی، نیا کلمہ" تیسرا عنوان تھا، "عہدِ ناصری کا آخری کارنامہ" اس کو سن کر پورا مجمع استغفار
پڑھ رہا تھا اور حضرت پر بھی شدید تاثر تھا۔

ارشاد فرمایا:۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، جب تک زمین پر اللہ اللہ
کہا جائے گا، میرے دوستو! دین پر مضبوطی سے قائم رہو اور اکابر کے طریقہ زندگی پر چلنے کا عہد کرو۔

سو گھوڑیں مجلس

۱۶ رمضان المبارک

مجاہدہ ارشاد فرمایا: پورے مہینے کا ایک ایک عشرہ کی نیت سے اعتکاف مستحب ہے اور ایذا مسلم حرام ہے تم لوگ مجاہدہ کے لئے آئے ہو، جب بلاؤ کی رکابیاں چلے ہیں تو مجاہدہ کا کیا ہوگا مجاہدہ تو راپور کی دال میں تھا، بہت کھانا کوئی اچھی چیز نہیں، اگرچہ کم کھانے کو میں بھی نہیں کہتا، کچھ کر لو، اگلا رمضان آوے گا یا نہیں میں تو چلا ہی جاؤں گا، اگر کچھ کر لو گے تو تمہیں ہی کام آوے گا۔

میرے والد صاحب رمضان میں گنگوہ میں اذان دیا کرتے اگر کھجور وغیرہ موجود ہوتی تو اسی سے انظار کرتے ورنہ گھاس کا پتہ چبا کر طویل اذان دیتے کہ اتنے میں حضرت اقدس فارغ ہو جائیں۔

مہالوں کا اکرام آج ایک نابینا مہمان آئے تھے حضرت نے ان سے فرمایا تھوڑی دیر تشریف رکھئے پھر ملاقات کروں گا مگر وہ چلے گئے اس پر حضرت کو بہت قلق ہو رہا تھا، چاروں طرف تلاش کرایا، مگر وہ نہیں مل سکے۔

فرمایا: میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے مہالوں کا اور زیادہ اکرام کروں، حدیث میں آیا ہے ”من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم صنفہ“ جس کا اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اپنا شام کا کھانا ارشاد فرمایا:۔ میرا چالیس پچاس سال سے شام کا کھانا پھوٹ گیا ہے یہ میں نے مطالعہ کتب بینی میں حرج کی وجہ سے پھوٹا تھا اور نہ

ابتداء میں بھوک بھی لگتی تھی، ایک سال تک میری بہن مولوی سلمان کی نانی میرے پاس دوران مطالعہ میں بیٹھتی تھیں، اور ایک ایک لقمہ میرے منہ میں ڈالتی رہتی تھیں اپنے اکابر حضرت رائے پوریؒ، حضرت مدنیؒ اور چچا جان کی آمد پر خوب کھالیتا تھا، گرانی نہیں ہوتی تھی مگر ۱۲۰۱ سال سے شام کا کھانا بالکل چھوٹ گیا ہے، اگر کبھی شام کو کسی کی آمد پر کچھ کھالیا تو گرانی محسوس ہوتی تھی ادھر ۵، ۶ سال سے بالکل ہی چھوٹ گیا ہے۔

کانپور سے ایک مستری صاحب یہاں آئے وہ میرا معمول دیکھ کر واپس گئے ان کا خط آیا کہ میں نے جناب کو دیکھ کر شام کا کھانا چھوڑ دیا ہے، رات کو تہجد میں طبیعت خوب لگتی ہے" میں نے ان کو ٹانٹ کر خط لکھا ایسا ہرگز نہ کرو، ابھی میرا خط ان کو نہیں ملا ہوگا کہ مجھے ان کا دوسرا خط ملا، کباب کمزوری وضع محسوس ہو رہا ہے" بھائی ہر چیز میں میری حرص نہ کرو اگر کچھ کرنا ہو تو مجھ سے پوچھ کر کیا کرو۔

رمضان کا اویار فرمایا۔ میں اپنے دوستوں سے بار بار کہہ چکا ہوں کہ رمضان میں اویار بھی ہوتا ہے بزرگوں نے اس سے احتیاط کیا کہ حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے، اسی طرح گناہ کا عذاب بھی ہوگا، اسی طرح رمضان المبارک میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے اسی طرح گناہ کا عذاب بھی ہوگا۔

کاندھلہ کے افطار فرمایا۔ کاندھلہ میں پہلے رمضان المبارک میں ایک بڑا دیگ

سحری کا طریقہ پکا کرتا تھا اس دیگ سے کھانا نکال کر رکھ دیا جاتا اور سب

لوگ کھا لیتے اور جو آتا کھانے میں شریک ہو جاتا، اس کے بعد عشاء تک لوگ نفلوں میں مشغول رہتے مگر

اب طریقہ بدل گیا ہے ہمارے یہاں ایک گھر میں پانچ چھ حفاظ ہوتے تھے وہ تسلسل سے باری باری

تسلسل سے سناٹے سحری میں معمول یہ تھا کہ گرم روٹیوں کے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور اس میں راب و

گھی ڈال دیتے بالکل حلوے کی طرح ہو جاتی وہی کھائی جاتی تھی اس کو جوڑی کہتے تھے، اس کا شان

نزدل ہم نے یہ سنا تھا کہ وہ دیر بہم ہوتی تھی، چائے کا دستور نہیں تھا، ایک مرتبہ ایک حکیم صاحب نے ایک

نسخہ میں لکھ دیا پورے قصبہ میں تلاش کرائی گئی مگر نہیں مل سکی۔

اوقات کی پابندی آج کچھ انسری لیتی طلباء، جلال آباد سے آئے ہوئے تھے انہوں نے

اگر عرض کیا کہ ہم یہاں ۴ بجے تک کے لئے حاضر ہوئے ہیں کیونکہ مدرسہ سے اتنے ہی وقت کے لئے

ہم نے چھٹی لی ہے اس پر حضرت نے مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ حضرت سہارنپوریؒ سے جتنے دن کی چھٹی لے کر میں کا ندھلہ جاتا، ٹھیک وقت پر واپس آجاتا کبھی اس کے خلاف نہیں کیا خواہ کوئی اہم بات پیش آجائے ہر شخص کے حاصر ہوا کرتے ہیں کچھ لوگ ایسے تھے جو مجھے بذل الجہود کے کام سے گرانہ چاہتے تھے۔

اصل چیز مرید کی طلب ہے ارشاد فرمایا:۔ باؤن سال تک دورۂ حدیث میں میں کہتا رہا ہوں اور یہی چیز بزرگی کے اندر بھی کہا کرتا ہوں کہ شیخ یا استاد کو متوجہ کرنا تمہارے اپنے قبضے کی بات ہے حدیث پاک سے یہ مضمون مستنبط ہے شیخ کی بے توجہی اتنی مضر نہیں، جتنی مرید و طالب کی مضر ہے، حضرت وحشیؒ جو حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل تھے ان کا قصہ اس پر دلیل ہے یہ ناراضگی، شیخ کی طرف سے تھی اور وہ اعزازی جس نے اگر آپؐ سے "اقلنی بیتی" میری بیعت نسخ کر دیجئے کہا تھا حضورؐ نے اس سے اصرار سے مدینہ پاک میں قیام کے لئے فرمایا، مگر نہ مانا تو ناکام رہا یہ طالب کی بے توجہی ہے حضرت گنگوہیؒ سے ایک صاحب بیعت ہوئے حضرت نے انہیں ذکر کی تلقین کی اور تین چار دن روکنا چاہا، مگر انہوں نے بہت سے اذکار بیان کئے اور جانے پر اصرار کیا حضرت نے اجازت لے دی اور ارشاد فرمایا: "مقدرات کو کون ٹال سکتا ہے، دو دو ضربوں میں ہینوں کی ترقی کر رہا تھا" میرے حضرت سہارنپوریؒ نے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا: "میری حقیقت کچھ بھی نہیں میری مثال نل کی ہے جو مبداء فیاض کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ کیچنے والے کی قوت و طلب پر مدار ہے یہی میری مثال ہے، اتنا ضرور ہے کہ نل کے بغیر پانی نہیں نکلے گا، مگر دینے والا اللہ تعالیٰ ہے" بذل کے بارے میں بعض لوگوں نے میرے حضرتؒ کے سامنے یہ تجویز رکھی، یہ مدرسہ کے ملازم ہیں، مستقل آدمی کی ضرورت ہے "چنانچہ ایک دوسرے صاحب اس کے لئے مقرر ہوئے، لیکن یہ بیوی بچوں والے آدمی تھے۔ جلدی صدف گھر جاتے تھے دو دن، کہہ کر جلتے تو چار دن میں واپس آتے، میں حضرتؒ سے عرض کرتا کہ ان کی عدم موجودگی میں بذل میں لکھوں، حضرتؒ فرماتے "مدرسہ کا حرج ہوگا" میں زور سے کہتا کہ یہ سارے مدرسے بیماری وغیرہ کی رخصت لیتے رہتے ہیں، میں تو کبھی غیر حاضر نہیں ہوا، دو دن کی چھٹی لے لیتا ہوں، مگر

فرمائیں تو اس کی بھی ضرورت نہیں میں خارج میں طلبہ کو پڑھا دوں گا اس زمانے کے طالب علم اسٹریٹ کی نہیں تھے۔

دوسری مرتبہ "بذل" کی تسوید و تحریر کے لئے ایک صاحب کو مقرر کیا گیا، مگر کاپی نویس نے کہہ دیا کہ مجھے ان کے خط کے نقل کرنے میں زیادہ آسانی ہے "وہ میرے معین بن گئے۔ اس طرح گھوم پھر کر پھر "بذل" میرے پاس آئی۔

با وضو سبق کا پڑھنا ارشاد فرمایا۔ میرا ایک ساتھی اور دوست محمد حسن مرحوم تھا اس سے زیادہ صالح میں نے اپنے بچپن میں کسی اور ساتھی کو نہیں دیکھا ہم دونوں نے مل کر رکھا تھا کہ بے وضو کسی حدیث کو استاد کے سامنے نہیں پڑھنا ہے اور یہ کہ کوئی حدیث جھوٹے نہ پائے اب تو پیشاب کے تقاضے کی وجہ سے میں انظار میں بھی شرکت نہیں کر سکتا کیونکہ حرکت سے تقاضا پیدا ہو جاتا ہے اور کھانے کو جی نہیں چاہتا، قسم کھا کر فرمایا: اللہ کی قسم تم میں سے بہت سے لوگ مجھ سے افضل ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ انظار دیکھانے میں میں تمہارے ساتھ شریک ہوں، مگر مجبوریاں ہیں، بہر حال ہم دونوں سبق میں تو امین کی طرح ایک ساتھ بیٹھتے تھے، کبھی وضو کی ضرورت ہوتی تو کہنی مار کر وہ اٹھ جاتا تو میں کہتا حضرت یہاں پر یہ اشکال ہے، تاکہ سبق آگے نہ بڑھے وہ بھی وضو کر کے آجائے اسی طرح میں بھی کرتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ میں نے اشکال کیا کہ حضرت فتح القدیر میں یوں لکھا ہے، "نوح حضرت والد صاحب نے فرمایا تمہاری فتح القدیر سے میں اپنی جگہ پر منتظر ہوں گا" پہلے ایک قصہ سنائے دیتا ہوں میرے والد صاحب سبق میں اشعار و قصے وغیرہ بھی سنایا کرتے تھے اور میرے حضرت غنیم وقار تھے، میرا بھی سبق میں معمول تھا، کہ ششما ہی تک والد صاحب کا تابع رہتا تھا اور اس کے بعد حضرت کا، کیونکہ کتاب ختم کرانی ہوتی، محمد حسن مرحوم کا خط بھی بہت پاکیزہ تھا، مگر پاکیزہ خط والوں کا دستور ہے کہ وہ نقطہ غلط لگاتے ہیں، ان کے ذمے "بذل" کا کام دیا گیا تھا، مگر اسی وجہ سے پھر میرے ہی پاس آ گیا۔

حضرت سہارنپوریؒ کے سامنے ارشاد فرمایا: میں اپنے والد صاحبؒ کے زمانے
 پان کھانے سے احتراز میں پان بنیر تمباکو کے کھاتا تھا، البتہ بعد میں تمباکو
 کھانا شروع کیا میرے حضرت کے یہاں "بذل" کے لکھنے کے وقت اچھے سے اچھے مہمان کا آنا
 گراں گزرتا تھا، جب کوئی آجاتا تو میں "شذرات الصحاح" لکھنا شروع کر دیتا، تفصیل کے لئے آپ
 بیٹی، نمبر ملاحظہ ہو! میں نے خوب پان کھائے، مگر ان دانتوں پر والد صاحبؒ اور میرے حضرت کے
 دور میں کبھی سرخی نہیں آئی، صبح کے وقت حضرت کے یہاں ڈاک آتی تھی، اس وقت چھپ کر میں
 پان کھا لیتا تھا اور اس کا معاملہ میں نے کتب خانہ کے ملازم سے کر رکھا تھا، ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ گلوہ
 جانا ہوا، وہاں بڑی اماں (نانی اماں) نے ایک بڑا پان میرے لئے اور ایک چھوٹا حضرت کے لئے بڑا کر
 بھیجا، اس وقت میرے پان کھانے کا حضرت نے ذکر فرمایا۔

طلباء کا اجتماع ۷ اور رمضان المبارک سے اخیر رمضان تک مسجد کے صحن میں
 طلباء کا اجتماع ۱۰ ربیعہ دن سے ۱۱ ربیعہ تک ہوتا تھا، اس کا آغاز حضرت مولانا علی میاں مدظلہ کی
 تقریر سے ہوا، انہوں نے طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے میں پوری تقریر میں شریک نہ ہو سکا، حضرت
 مولانا نے طلباء اور علماء کی مبارک مقصد سے آمد پر مبارک باد دی اور یہاں حاضری کی قدر و قیمت کو بتایا، دوسرے
 دن حضرت مولانا منظور نعمانی کی تقریر ہوئی انہوں نے فرمایا: آپ سب حضرات ایک اہم مقصد کے تحت یہاں
 حاضر ہوئے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اس امت کو اعمال کا دارث بنایا، اسی طرح
 روحانیت کا بھی دارث بنایا ہے اور اس کا سلسلہ امت میں تسلسل کے ساتھ قائم ہے، ہم اپنے گھر
 پر روزہ، تلاوت وغیرہ اعمال سب کرتے ہیں مگر یہاں آمد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں روحانیت پیدا ہو جائے
 اور یہ اس پر موقوف ہے کہ حضرت اقدس مدفونہم کو انشراح ہو اگر خدا نخواستہ کسی بات سے تکرر ہوا تو اندیشہ
 ہے کہ کہیں سارا مجمع محروم نہ جائے اس کے لئے دو باتوں کا خاص دھیان کرنے کی ضرورت ہے۔
 (۱) تحفظ اوقات۔ (۲) بے ضرورت بات نہ کی جائے۔

دو تین روز کے بعد اس اجتماع میں مولانا عظیم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سنائے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

سترھویں مجلس

۱۱ رمضان المبارک

اللہ تعالیٰ کا نام کتنی ہی غفلت سے لیا حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ اخیر
جائے، اثر کے بغیر نہیں رہتا عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے میرے
والد صاحب (حضرت مولانا یحییٰ صاحب) حضرت گنگوہی کے خاص خادم تھے، والد صاحب دریافت
فرمایا، مولوی یحییٰ یہاں کون کون ہے۔ حضرت گنگوہی کو جب کوئی اہم بات فرمائی ہوتی، اس وقت
مذکورہ سوال اولاً فرمایا کرتے تھے والد صاحب نے عرض کیا کہ میں ہوں اور الیاس (بابائی تبلیغ
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے چھوٹے بھائی) اس کے بعد حضرت گنگوہی نے ارشاد فرمایا۔
”اللہ کا پاک نام کتنی ہی غفلت سے لیا جائے اثر کے بغیر نہیں رہتا، یہی میری بھی رائے ہے کافر
بھی اسی سے مسلمان ہوتا ہے اگر اعتقاد کے ساتھ اس کو پڑھا جائے تو کفر دھل جاتا ہے مگر ذاکرین
شروع میں اہتمام کرتے ہیں، ابتداء میں اچھے اچھے حالات پیش آتے ہیں یہ بہت نازک مرحلہ
ہے اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، جب قلب ذکر سے مانوس ہو جاتا ہے تو وہ حالات کم ہو جاتے
ہیں اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔

کہ عشق آساں نبود اول دے افتاد مشکلا

ع

برادر م مولانا عبدالرحیم متالارادی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر

فرمایا، تم نے یہ شعر بھی سنا ہے ؟

برزیاں تسبیح و در دل گاؤ خسر
ایں چنین تسبیح کے دار و اثر

احقر نے عرض کیا جی! حضرت سنا ہے، ارشاد فرمایا، ہمارے حضرت تھانویؒ نے اس میں ترمیم فرمائی ہے۔ ع، "ایں چنین تسبیح ہم دار و اثر۔"

یعنی ایسی تسبیح بھی اثر رکھتی ہے، لیکن یہ ترمیم دراصل حضرت گنگوہیؒ کی فرمائی ہوئی ہے۔
نسبت کے اقسام اربعہ ارشاد فرمایا: غور سے سنو، تم علماء کرام ہو، لامع الدراکیؒ کے حاشیہ پر ایک مضمون حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تفسیر عزیزی سے نقل کیا گیا ہے، یہ مضمون (باب کیف کان بدأ الوحی) کے تحت "فخطنی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے، جب پہلی مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور حضورؐ سے پڑھنے کے لئے کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ "ما انا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، حضرت جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ دہرایا، اس کے بعد آپؐ پڑھنے لگے، اس حدیث میں یہ بھی ہے "حتی بلغ منی الجهد" اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اس میں انتہائی مشقت ہوئی، اس پر نظام اشکال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصل ہیت میں تشریف لائے تو ایک پوری قوم کو تباہ کر دیا۔ یہاں آدمی کی صورت میں تشریف لائے جو کسی کی زنی (ہیت) اختیار کرتا ہے اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، جن اگر سانپ بمچھو کی شکل میں آئے تو ایک لکڑی سے اگر مارا جائے تو مر جائے گا، (حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کا قصہ مشہور ہے وکیف تذکرۃ الرشید) لیکن اگر جن اپنی اصلی ہیت و صورت میں آئے تو اس کا مارنا آسان نہیں، بخاری شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا، جب حضرت عزرائیل علیہ السلام ان کی روح قبض کرنے آئے تو انہوں نے تھپڑ کھینچ کر مارا، تو ان کی ایک آنکھ نکل آئی اس پر بہت سے جہلا اپنی جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں، میرے پاس بھی اس پر اعتراضات کے بہت سے خطوط آئے، مگر یہاں بھی وہی بات ہے کہ ملک الموت علیہ السلام آدمی کی صورت میں آئے تھے، اس لئے مارنے کا اثر ظاہر ہوا، معلوم ہوا کہ اگر زنی (ہیت) بدل جائے تو اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ مارنے کی علامت نے مختلف توجہات کی ہیں میری رائے

یہ ہے کہ فرشتہ نے یہ نہیں بتایا کہ میں ملک الموت ہوں۔ میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں فرشتہ نبی کی روح قبض کرنے کے لئے اس کی اجازت لے کر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت "اللہم انت الرزق الاعلیٰ" فرمایا، اس سے نبی کو جو اختیار دیا جاتا ہے اس کا مطلب سمجھ میں آیا چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بغیر اجازت کے فرشتہ آیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں جلال غالب تھا، اس لئے تھپہ مارا، پھر حال حضرت جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوچھا، علماء نظام ہر کرتے ہیں کہ یہ استاد کی تنبیہ تھی شاگرد کے لئے اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ استاد تین مرتبہ شاگرد کو تنبیہ کر سکتا ہے لیکن میرے نزدیک درحقیقت یہ دلوچھا نسبت اتحاد یہ پیدا کرنے کے لئے تھا، نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ و تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں، بندہ کا حق تعلق سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع و وفادار معشوق میں ہوتا ہے اس کو وصول الی اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے نسبت کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) نسبت انعکاسی :- اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید جب ذکر کرتا ہے تو شیخ کے قلب کا عکس مرید پر پڑتا ہے اور اس کے قلب میں اثر پیدا ہوتا ہے، جیسے آگ سے دھواں میں پیدا ہوتا ہے مگر یہ اثر بالکل ابتدائی ہوتا ہے، شیخ کی صحبت سے یا اثر شروع ہوتا ہے ایسی صورت میں جو روٹا دھونا و نابت وغیرہ کا اثر محسوس ہوتا ہے وہ سب شیخ کی توجہ کا اثر ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے بہت دافز مقدار میں عطر لگا رکھا ہے، اب جب اس کی مجلس میں بیٹھے گا وہ خوشبو محسوس کرے گا بلکہ یہ خوشبو مشام جہاں کو عطر گر دے گی، مگر اس کا اثر اسی وقت تک ہے جب تک کہ شیخ کی مجلس میں موجود رہے۔

ذکر و شغل سے یا اللہ کی دین سے قلب میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، ایک بڑھئی اپنے لڑکے سے کہتا تھا کہ "کام کرو در نہ سڑا سڑا کر ماروں گا" کسی نے اس سے اس کا مطلب پوچھا اس نے کہا کہ اس کو پہلے کسی مکتب میں داخل کروں گا، ایک دوپہ ویتار ہوں گا، حافظ صاحب خوب پیٹ پیٹ

کراس کو پڑھائیں گے جب اس کو چسکا لگ جائے گا تو پھر سٹر سٹر کر خود مر جائے گا۔ میں ممتاز گیارہ کا قصہ سنا چکا ہوں، شعبان میں مظاہر علوم سے دورہ حدیث کا امتحان دے کر تھانہ بھون گیا اور سوال میں وہاں سے خلافت لے کر اپنے وطن واپس گیا میں نے اپنے بزرگوں کے یہاں ایسے کسی اشخاص کو دیکھا ہے کہ وہ دورہ حدیث کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے کبھی یہ نسبت کسی ادا پر مل جاتی ہے ممتاز گیارہ کو اپنے زمانہ طالب علمی میں بے ضرورت بات نہ کرنے پر کامیابی ہوئی، اسی نسبت کا اثر یہ ہے کہ شیخ کی توجہ کا اثر مرید کے قلب میں پڑتا ہے، انوار بھی آتے ہیں مگر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نسبت بہت کمزور ہے تھوڑی دیر کے لئے آئینہ ہٹ جائے یعنی شیخ مجلس سے ہٹ جائے تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے مگر میری رائے یہ ہے کہ اس سے نہیں جاتی بلکہ اگر کوئی اس ماہ میں مرے تو ترقی کرتی رہتی ہے، البتہ معاصی سے خاص کر بدنگاہی سے یہ بہت جلد ضائع ہو جاتی ہے، اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔

بعض مشائخ بعض مخصوص حالات میں اس پر اجازت بھی دیدیتے ہیں اس خیال سے کہ مرید بچے نہیں ہٹے گا میرے خیال میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض مریدین کو بیعت کے ساتھ ہی اجازت دیدی تھی اس کی بھی یہی صورت تھی اور حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی کو ایک ہی ہفتہ میں خلافت دے دی تھی وہ بھی اس نوع کی تھی، مگر اس کے بعد حضرت گنگوہی فرماتے ہیں ”پھر تو میں مرٹا“ حضرت حاجی صاحب اور حضرت تھانوی کے یہاں اس پر اجازت دینے کا دستور تھا، ان دونوں کے یہاں خلفاء کی دو تہیں تھیں، ایک مجاز بالصحت اور مجاز بالصحت، البتہ حضرت گنگوہی اور حضرت شیخ الہند کے یہاں اس پر اجازت دینے کا دستور نہیں تھا، ابتداء میں حضرت مدنی کے یہاں بھی نہیں تھا، مگر اخیر میں ہو گیا تھا، میری حضرت تھانوی و حضرت رامپوری سے اس مسئلہ پر گفتگو بھی ہوئی ہے، ان حضرات نے فرمایا نسبت ان کا کسی پر اجازت کسی ایسے شخص کو دی جاسکتی ہے جو کسی ایسے علاقے کا رہنے والا ہو کہ وہاں بدعات کا زور ہو اور توقع ہو کہ اجازت دینے سے اس علاقہ میں کام کرنے کے سبب وہ اپنی نسبت کو اور قوی بنائے گا۔“

۲ نسبت القائی شیخ اپنے قلب کی نورانیت سے دوسرے طالب کے اندر

ایک نورانی کیفیت پیدا کر دے اس کیفیت کا باقی رکھنا مرید کا اپنا کام ہے، اگر ذکر و شغل پر مداومت کرتا ہے تو یہ کیفیت باقی رہے گی ورنہ ختم ہو جائے گی اس کی مثال حضرت شاہ صاحبؒ نے چراغ سے دی ہے جیسے کوئی چراغ لے اور اس میں تیل و بتی ڈال دے اور شیخ کی لوت سے لٹکا کر اپنے چراغ کو جلا لے یہ چراغ شیخ کے بعد بھی جلتا رہے گا جتنا زیادہ تیل و بتی صاف ہوں گے روشنی بڑھتی رہے گی بشرطیکہ کوئی تند و تیز مواضع نہ کر دے یہ نسبت پہلی سے اونچی ہے اس پر میرا حاشیہ یہ ہے کہ اگر اس نسبت والے معمولات کی پابندی کرتے رہیں اور معاصی سے پرہیز کرتے رہیں اس کے بعد اگر کوئی معمولی لغزش ہو جائے تو بھی یہ باقی رہے گی لیکن اگر کسی بڑی معصیت کا صدور ہو گیا تو یہ بچھ جائے گی۔

ارشاد فرمایا۔ معاصی دو قسم کے ہیں، حیوانی و شیطانی، حیوانی کھانا، پینا، شہوت وغیرہ شیطانی تکبر اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو اونچا سمجھنا، اس کو ”مالہ اسٹرائیک“ میں میں نے لکھا ہے مفتی محمود صاحبؒ نے اس پر اعتراض کیا تھا، اس سے پہلے قسم کے معاصی کی اہمیت بتائی ہو جاتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ پہلے قسم کے معاصی رونے دھونے سے معاف ہو سکتے ہیں اور دوسرے قسم میں توبہ کی توفیق کم ملتی ہے آدمی اس کو گناہ سمجھتا ہی نہیں اس کی معافی دیر سے ہوتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو درخت کے پاس جانے سے روک دیا گیا تھا مگر وہ غلطی سے گئے پھر توبہ کی اور وہ قبول ہوئی، ابلیس نے مسجد سے تکبر کی بنا پر انکار کیا تھا پہلی قسم میں اعتقاد پیدا ہوتا ہے اور دوسری میں اللہ کی کبریائی سے مقابلہ بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے حالات قابل رشک تھے مگر دوسروں پر تنقید اور تحقیر نے انہیں گرا دیا، بہر حال اس نسبت سے اگر دوسری قسم کے معاصی مزاحم ہوئے تو معاملہ زیادہ سخت ہے۔

میں نے اپنے بڑوں اور معاصی کی پانچ پیرطریاں دیکھی ہیں، حضرت اقدس گنگوہیؒ کے دور سے لیکر مولوی النعام صاحبؒ کا دور میرے سامنے ہے، ایک مصیبت ہر دور میں

دیکھی کہ ہر دور میں لوگ یہ کہتے رہے کہ جو بات حضرت میں تھی وہ ان میں نہیں ہے مثلاً کہتے تھے کہ جو بات مولانا محمد الیاسؒ میں تھی وہ حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) میں نہیں ہے۔ میں کہا کرتا تھا، جو بات میرے حضرت میں تھی وہ چچا جان میں نہیں تھی، حضرت گنگوہیؒ کے لوگوں میں بعض حضرات ایسے تھے جو بعد والوں کے لئے مشائخ کے درجے کے تھے مگر بعد میں حضرت کے خلفاء سے رجوع نہیں کیا، معاشرت حجاب بن گئی اس لئے گر گئے، حضرت مدنیؒ نے لکھا ہے کہ جب محمد کو اجازت ملی تو میں ٹرپ گیا اجازت پر ایک بجلی کو نہ جائے اور بے چین کر دے یہ درحقیقت اجازت ہے، یہ نسبت پہلے سے تو سی ہوتی ہے دیکھو عکس کو کوئی پکارے گا تو پکارے گا ورنہ مٹ جائے گا۔

(۳) نسبت اصلاحی :- یہ پہلی دولت نسبتوں سے اونچی ہے، اس کا حاصل

یہ ہوتا ہے کہ شیخ اپنی لوزانیت کا دافر حصہ مرید کے لئے تسلیم کر دیتا ہے، لیکن اس میں تدریجی ترقی ہوتی ہے، پہلے اخلاق درست کراتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ ترقی دیتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہر کھودے اور اس کی صفائی کرے اور اس نہر کو کھودتے کھودتے کسی بڑے دریا یا سمندر کے دہانے سے ملا دے، اس نہر میں اگر معمولی خس و خاشاک آجائیں گے تو دہانہ بند نہ ہوگا اور اگر کوئی لغزش صادر ہو جائے تو بہہ جائے گی یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ حاجی کو یہ دیکھ کر غلط فہمی نہ ہو کہ فلاں حضرت سے بھی لغزش و معصیت صادر ہو گئی ہے اس لئے میرے لئے گنجائش ہے اگر کوئی ایسا سوچے گا تو ہلاک ہو جائے گا یہی وہ درجہ ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ سے بعض کمزوریوں کا صدور ہوا، مگر حضورؐ کی صحبت بابرکت سے سب کچھ بہہ گیا، یعنی انہوں نے ایسی توبہ کی کہ سب کچھ صاف ہو گیا، نسبت اصلاحی میں سالک اپنے نفس کی تہذیب کر لیتا ہے

(۴) نسبت اتحادی :- شیخ مرید کے قلب کے اندر اتر جائے، من تو شدم

تو من شدی کے مصداق بن جائے جو شیخ کے قلب میں آئے وہی مرید کے قلب میں آئے،

اس نسبت میں شیخ اپنی روح کو مترشد کی روح سے متصل کر دیتا ہے اور ان کمالات کا پوری قوت سے اضافہ کرتا ہے جو شیخ کی روح کے اندر موجود ہیں یہ نسبت سب سے قوی ہوتی ہے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا واقعہ ہے، جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے شیخ ہیں۔ دلی کے باہر رہتے تھے ایک دن چند مہمان آگئے، مقدر کی بات کہ شیخ اس وقت ہی دست تھے اتنا بھی پاس نہیں تھا کہ ضروری مدارات کر سکیں شیخ بہت پریشان ہوئے کبھی حجرے کے اندر تشریف لے جاتے اور کبھی فرط اضطراب میں باہر آتے، میں نے اپنے اکابر کے یہاں دیکھا ہے جب ان کے یہاں کوئی خاص مہمان آتا تو اس کا بڑا اہتمام کرتے حضرت سہارنپوریؒ ایک مرتبہ طویل عرصہ کے بعد تھانہ بھون تشریف لے گئے تو حضرت اقدس تھانویؒ نے دسترخوان پر ۶۲ رکابوں میں کھانا رکھ کر صیانت فرمائی، حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ اس قدر کیں تکلف کیا تو حضرت تھانویؒ نے جواب دیا، حضرت کی آمد یہاں بہت کم ہوتی ہے۔

بہر حال میں یہ قصہ سنا رہا تھا کہ حضرت باقی باللہؒ بہت مضطرب تھے ان کے قریب ہی ایک نانباتی کی دکان تھی، نانباتی پہلے سے شیخ کا مستعد تھا اس نے دیکھ کر پہچان لیا کہ شیخ مہمانوں کی خاطر داری نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں اس نے فوراً عمدہ خوان حاضر کر دیا، مہمانوں نے کھانا کھا لیا، شیخ علیہ الرحمہ اس پر بہت خوش ہوئے اور اس نانباتی سے کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے عرض کیا کہ حضرت کی دعاؤں سے سب کچھ اللہ کا عطا کردہ موجود ہے، حضرت نے جب اصرار فرمایا تو اس نے کہا کہ حضرت بس اپنا جیسا کر دیجئے، حضرت خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اور کچھ مانگتا ہوتا، لیکن نانباتی نے اس خواہش و طلب پر اصرار کیا، شیخ اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور توجہ دے کر اپنی روح کو جو حامل کمالات تھی اس کی روح سے متحد کر دیا اور اسے ان کمالات کا حامل بنا دیا مگر چونکہ یہ انتقال فوری تھا، نانباتی برداشت نہ کر سکا اور تیسرے دن واصل بحق ہو گیا، عرض تھوڑی دیر کے بعد جب دونوں حجرے سے نکلے تو نانباتی شیخ کی شبیہ بن چکا تھا، حتیٰ کہ صورت میں بھی کوئی فرق نہ تھا فرق تھا تو صرف اس قدر کہ شیخ ہوشمند تھے اور نانباتی مست اس پر ایک مسکری کیفیت طاری تھی یہ نانباتی تین دن کے بعد واصل بحق ہو گیا۔

ارشاد فرمایا: مگر یہ نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ بن کر مرا چونکہ یہ چیز نانبائی کے اصرار سے دفعتاً دی گئی تھی، اس لئے نانبائی برداشت نہ کر سکا اس عالم فانی میں کمالات عطا کرنے کا قانون تدریج ہے۔

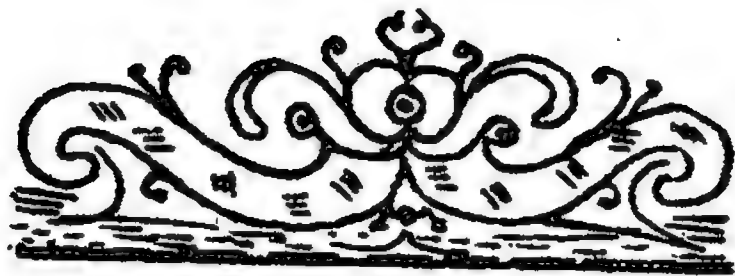
یہاں فغظنی میں حضرت جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دلچسپا یہ درحقیقت نسبت اتحادی حاصل ہونے کے بعد آپ پڑھنے لگے، صوفیاء کی چیزوں کی اصل حدیث میں موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اتحادی حاصل تھی چنانچہ ہر موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے حضورؐ کی رائے کے مطابق ہوتی تھی، بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں دونوں کی رائوں میں اتفاق تھا، حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عمرؓ نے اگر حضورؐ سے گفتگو کی، جن الفاظ کے ساتھ حضورؐ نے ان کو جواب دیا، جب حضرت ابوبکرؓ نے اگر گفتگو ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی انہیں الفاظ میں حضرت عمرؓ کو جواب دیا تھا حالانکہ ایک دوسرے کو اس کی خبر نہیں تھی، اسی لئے حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بھی ضروری تھی تاکہ دو سال چند ماہ صحابہ کرامؓ حضورؐ کے وصال کے صدرہ کو برداشت کر لیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ٹھیک ٹھیک حضورؐ کی پیروی کی، جب حالات میں استحکام پیدا ہو گیا تو حضرت عمرؓ کی خلافت کی ضرورت تھی۔

فرمایا: میں نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنی صورت و میرت میں بالکل اپنے شیخ کے مشابہ تھے۔

کبھی شاگرد استاد فرمایا: حدیث میں آیا ہے: "رب مبلغ أوعى من سامع" حضرت سے بڑھ سکتا ہے امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے اور علماء نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شاگرد استاد سے بڑھ جاتا ہے جیسے امام بخاریؒ اپنے بہت سے شیوخ سے بڑھ گئے تھے، علماء نے مذکورہ بالا حدیث سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا ہے کہ علم کو اپنے ادون سے بھی لینا چاہیے، یہی حال سلوک کا ہے، اگر صبح و شام اور

رات میں کچھ لایا کرو تو بہت سی ترقیات کے دروازے کھل سکتے ہیں۔
ایک مبلغ کا خواب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ بھی آپ کی مجلس میں تشریف
 فرماتے تھے انہوں نے ایک مبلغ کا خواب سنایا جو باہر جماعت میں گئے تھے کہ انہوں نے خواب میں
 حضرت جی (مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا، فرما رہے ہیں کہ میرے زمانے میں تبلیغ کی
 اتنی مخالفت نہیں تھی، جتنی مولانا انعام الحسن صاحب کے دور میں۔ پھر فرمایا، "مولانا انعام الحسن
 صاحب اللہ کا ہاتھ ہیں، تم لوگ ان کے ساتھ پورا تعاون کرو۔"



اٹھارھویں مجلس

۱۸، رمضان المبارک

ہر تنقید قابل قبول نہیں ارشاد فرمایا۔ میرے اقوال و افعال قابل احتجاج نہیں جب تک کہ تحقیق نہ ہو جائے البتہ تحسیر قابل اعتماد ہے اس لئے کہ مولویوں اور مفتیوں کو میں بار بار لکھا ہوا ہے کہ فرمایا۔ آج مولانا ابرار صاحب (خلیفہ حضرت اقدس تھانویؒ) نے ایک تنقید کی اور غیبت کی تنقید تھی، ایسی تنقید مجھے اچھی لگتی ہے۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ یہاں کی تراویح بہت میعاری ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا۔ یہاں کی ہر چیز میعاری ہونی چاہیے، مجھے اس سے انکار نہیں، البتہ ہر شخص کے مصالح ہوا کرتے ہیں جس کو وہی سمجھتا ہے، مقدمہ اوجز میں لکھا ہے حضرت امام مالکؒ اخیر زندگی میں مدینہ منورہ کے قیام کے باوجود مسجد میں شرکت جماعت کے لئے نہیں جاتے تھے۔ جب ان سے لوگ دریافت فرماتے تو فرماتے، مجھے عذر ہے بعض وجوہ سے میں اس کو بیان بھی نہیں کر سکتا میں نے نظام الدین مرکز تبلیغ بار بار لکھا کہ تمہارے یہاں کئی مساجد میں تراویح ہوتی ہے مگر ایک مسجد ایسی بھی ہونی چاہیے کہ اس میں پانچ چھ دن میں ایک سکران ختم ہوا کرے تاکہ وہاں آنے والوں کو بھی پورا قرآن سننے کا موقع مل سکے۔

یہاں پر ہر عشرہ میں ایک قرآن ختم کراتا ہوں تاکہ تبلیغ والوں کو اور مدارس کے چندہ وصول کرنے والوں کو بھی پورا قرآن سننے کا موقع مل سکے

تھانہ بھون حاضری اور ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ یہ ناکارہ اور مولانا عبد الطیف
 وہاں قرآن سننے کی فرمائش صاحب ناظم مدرسہ نظام علوم رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون
 حاضر ہوئے، ہم لوگ حضرت کے صحن میں کھانا کھانے بیٹھے، حضرت مکان کے اندر سے بہت ہی ہنستے
 ہوئے تشریف لائے وہ منظر آج بھی آنکھوں و کانوں میں گونج رہا ہے، حضرت نے فرمایا: مولانا ذکر یا
 صاحب آج ایک عجیب بات معلوم ہوئی کہ آپ قاری بھی ہیں، میں نے عرض کیا حضرت بالکل نہیں
 میں تو فارسی میں قرآن پڑھا ہوں، حضرت نے فرمایا: مجھے تو معلوم ہوا تھا کہ آپ قاری نہیں ہیں
 مگر یہ عود میں مکان میں بہت ساری جمع ہیں اور متفق اللسان ہیں کہ آپ قاری ہیں۔ اور آپ سے
 قرآن سننے کی میرے واسطے سے درخواست کر رہی ہیں، مجھے معلوم تھا کہ بھائی احمد علی صاحب مکی رح
 اپنی اہلیہ کے آئے ہوئے ہیں، میں نے پوچھا کہ حضرت بھائی احمد علی کی اہلیہ تو ان میں نہیں
 حضرت نے فرمایا، کیسے سمجھا، میں نے عرض کیا کہ تو روایت صحیح ہے پھر میں نے تحفۃ الاخوان،
 اور شرح حمزری کا ساما قصہ سنایا اور میں نے کہا کہ حضرت میں مدینہ میں قاری ہوں اور
 ہندوستان میں نہیں۔

مدینہ پاک میں تجوید فرمایا: ۱۵۰۰ میں جب مدینہ پاک ایک سال کے
 شروع کرنے کا قصہ لئے میری حاضری ہوئی تھی تو وہاں کچھ تجوید پڑھنے کا
 شوق پیدا ہوا، اور المقری الشہیر استاد الاساتذہ القاری حسن شاعر جو اس زمانے میں مقیم تھے اور
 مکہ و مدینہ کے قرار کے مشہور استاد تھے بڑا ان کا شہرہ تھا میں نے ان سے شاطبی شروع کی لیکن،
 پہلے ہی سبق میں لڑائی ہو گئی اس لئے کہ حضرت قاری صاحب نے یوں فرمایا کہ مطلب سمجھنے کی
 ضرورت نہیں اشعار حفظ کر لو اس ناکارہ نے عرض کیا، اشعار تو ضرور حفظ کر کے سنایا کروں گا،
 مگر اتنے مطلب نہ سمجھوں اتنے قرآن کے الفاظ کی طرح اس کے اشعار کو یاد کرنے کا کیا فائدہ؟
 میرے حضرت قدس سرہ کو کئی ماہ کے بعد اس قصہ کی خبر ہوئی تو حضرت نے فرمایا، تو نے مجھ سے نہ
 کہا، شاطبی تو تجھے سمجھا کے میں پڑھاتا۔ قاری صاحب کی شاگردی تو اسی دن ختم ہو گئی تھی، لیکن ان

کی شفقت و محبت اب تک بھی رہی جب کبھی وہاں حاضری ہوئی، تو وہ بہت فخر سے فرماتے کہ یہ میرے شاگرد رشید ہیں، ان کی عربی تالیف "تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن" کا ان کے حکم سے اردو میں ترجمہ کیا تھا جو بار بار طبع ہوا اور انہیں کے حکم سے طلبہ کے لئے شرح عربی جزری کی لکھی تھی،

ارشاد فرمایا: ایک زمانہ میں مدرسہ قدیم کی مسجد میں میں نائب امام تھا، تاری محمد حسین اجڑاڑوی نے ایک مرتبہ میرے حضرت سے فرمایا، مولوی زکریا کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟ حضرت نے فرمایا، کہ میری تو ہو جاتی ہے، تمہاری نہ ہوتی ہو تو اعادہ کر لو یعنی حضرت اقدس مدنیہم قرآن تیز پڑھتے تھے۔



انیسویں مجلس

۱۹ رمضان المبارک

خانقاہوں کی بربادی پر اظہارِ افسوس
 ارشاد فرمایا: میرے ذہن میں
 اوس مدارس میں اسٹرائٹ کا سبب
 ایک بات آرہی ہے کہ ہماری
 خانقاہیں برباد ہو رہی ہیں نہ راپور رہا، نہ تھانہ بھون نہ گنگوہ رہا، خاص طور سے میرے
 مخاطب (مولانا) علی میاں اور مولانا منظور صاحب ہیں (جو اس مجلس میں حاضر تھے) بتاؤ
 ان کی آبادی کی کیا صورت ہو؟ ہم نے سن رکھا ہے اور خوب سنا ہے، یہ میں آخری نصیحت
 کر کے جا رہا ہوں اور اس کو اپنے سبقوں میں بھی بار بار کہتا ہے کہ دنیا کے لئے ہماری جو کوشش
 ناکام ہو تو بھی کارآمد کیونکہ ہم نے کلمہ خیر کہا۔

آج ہمارے مدارس میں ساری اسٹرائٹ وغیرہ سب اسی خانقاہی زندگی کی کمی سے
 پیش آرہی ہیں، حدیث میں آیا ہے کہ اگر زمین میں اللہ کا ذکر نہ ہو جائے تو قیامت
 آجائے گی یہی حال مدرسوں کی بقاء کا ہے، اللہ کا نام خواہ کتنی ہی بے توجہی سے لیا جائے
 اثر کئے بغیر نہیں رہتا، ہم لوگوں میں اخلاص نہیں رہا، اللہ کا ذکر نہ کرنے کے سلسلے کو بڑھاؤ
 اللہ کا نام جہاں کثرت سے لیا جائے گا وہاں فتنہ نہ ہوگا، اللہ کا ذکر حوادث و فتن میں
 تدبیر کن رہی ہے پہلے زمانے میں دورۂ حدیث میں طلبہ کی ایک تعداد ذکر ہوا کرتی تھی،
 ذکر کو راجح دوا ذکر خواہ رہا ہی سے کرو نقلیں خواہ رہا ہی سے پڑھو مگر اس پر عمل ضرور

کرد، میں نے ریا کو اٹھا دیا، سفیان لٹری کا مقولہ ہے "تعلما الدین بغیر اللہ فابی
ان یکن الا للہ" علم کو ہم نے غیر اللہ کے لئے سیکھا، مگر علم نے انکار کر دیا، الایہ کہ اللہ
کے لئے ہو گیا، میں نے اس کی طرف مولانا قاری طیب صاحب کو بار بار خطوط میں توجہ
دلائی ہے اور نظام الدین والوں سے بھی کہتا رہا ہوں، اب نظام الدین میں ذاکرین کی جماعت
منتخب ہوئی ہے۔

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب نے عرض کیا، انشاء اللہ یہ سلسلہ چلے گا اس پر
حضرت نے فرمایا، آدمی بناؤ۔

ارشاد نسرا یا بزمی مسفت علی صاحب جو میرے آبا جان کے شاگرد تھے بعد میں
حضرت تھانوی سے ان کا تعلق ہو گیا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک خط لکھا، کہ تیری لیگ کانگریس
کے بارے میں کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں، البتہ اپنے دلوں
بزرگوں حضرت تھانوی و حضرت مدنی کو آفتاب مہتاب سمجھتا ہوں ان دونوں میں جس کا
اتباع کرو مفید ہوگا، ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا
اس کو مضبوطی سے تھام لو اب قاسم درشید پیدا ہونے سے رہے بس ان کی اتباع میں لگ
جاؤ اللہ کا نام کثرت سے زبان پر رکھو، انشاء اللہ دل و دماغ میں آجائے گا، ہمارے اکابر،
طالب علموں کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے حضرت گنگوہی اس مسئلے میں سخت تھے کیونکہ حضرت
کے دور میں طالب علم واقعتاً طالب علم تھے، طلبہ پڑھنے میں مشغول رہتے تھے، بعد میں اس میں
نساہلی برتی گئی اس دور کے لحاظ سے یہی مناسب تھا، شاید اس کے ذریعے لائن پر لگ جائیں،
درند اخبار مینی میں مشغول ہو کر اوقات ضائع کریں گے۔

امسال اور گزشتہ سال ارشاد فرمایا: نصف سے زائد رمضان گزر چکا ہے کچھ
کے رمضان میں موازنہ کرلو حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا محمد
منظور نعمانی صاحب کو خاص طور سے مخاطب کر کے فرمایا، میرا ہر سال رمضان میں ایک سوال ہو اگر تاہم

اس سال پھر یہ سوال ہے کہ گزشتہ رمضان اور اس رمضان میں کیا فرق ہے؟ بھائی ہم نے تو اپنے میں تنزل ہی پایا، سوال پر طبیعت آمادہ نہیں تھی، مجھے اپنا تنہائی کا رمضان یاد آتا تھا، ارشاد فرمایا: مولوی! تم نے بڑوں کو دیکھا ہے بھائی ان بڑوں اور اللہ والوں کو دیکھنے والوں میں بھی اثنیہ مولانا حبیب الرحمن رئیس الاحرار کو بڑے حضرت رامتپور سنی سے دھال کے قریب تعلق ہوا تھا، پھر اس چیز نے ان کو بالآخر کھینچ لیا۔ مگر انسوس ان بزرگوں سے اب میدان خالی ہے اب بھی ان بزرگوں کے دیکھنے والے موجود ہیں اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھالیں اور کام کو آگے بڑھائیں تو کام آگے بڑھ سکتا ہے ان اکابر کی صورتوں کو دیکھ کر دل میں ایک نوز آتا تھا وہ حضرات ایسے بھولے بھالے چال ڈھال ایسی کہ ان کو دیکھ کر آدمی یہ سمجھتا کہ یہ کچھ ہیں، میں تمہیں ہر سال لٹکتا ہوں، غنیمت سمجھو پھر کوئی لٹکنے والا بھی نہیں ملے گا۔

ارشاد فرمایا:۔ اپنے اکابر کی صورتیں گلدستہ کی طرح میرے سامنے ہیں حضرت تھانی کی صورت حضرت مدنی کی صورت حضرت منی جس وقت خوشبو لگا کر عمامہ باندھ کر منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا۔

تنہائی کا رونا فرمایا: میں نے اپنے ابا جان اور حضرت مدنیؒ کو اخیر شب میں ہچکیاں مار کر روتے ہوئے دیکھا ہے حضرت مدنیؒ و حضرت رامتپور سنیؒ کا شروع میں معمول تھا کہ رات میں تنہا آرام فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ کے ساتھ آجے کا سفر ہوا رات میں حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ان کی چار پائی میرے پاس ہے گی اور خدام دور رہیں گے اس پر کسی شخص نے اعتراض کیا تو میں نے کہا کہ حضرت کے ساتھ میرے رہنے میں حضرت کو الجھن محسوس نہ ہوگی۔ ان اکابر کا یہ حال تھا۔

ہمارا کام ہے راتوں کو فرمایا دلبریں ہماری نیند ہے غو خیال یار ہو جانا

ارشاد فرمایا:۔ میں نے اپنے اکابر کے ساتھ بے تکلفی بھی رکھی تھی، ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ اخیر شب میں ہچکیاں مار کر رو رہے تھے، جب حضرت اس سے فابغ ہوئے تو میں

نے عرض کیا، تین اہلیہ کا انتقال ہو چکا ہے اگر چہ تھی کا ہو جائے گا تو پھر پانچویں آجائے گی، حضرتؑ نے فرمایا کہ بھائی چار پانچ سال میں مناسبت ہوتی ہے، بھر وہ چل بستی ہے۔

مرد مومن موت کا خندہ پیشانی ارشاد فرمایا۔ تم لوگ اپنی صورتوں کو ایسی بناؤ
سے استقبال کرتا ہے، کہ لوگ دیکھ کر محبت کریں۔

یاد داری کہ وقت زادن تہ ہمہ خنداں بدند و تو گریاں

ہمچناں ذی وقت مردن تو ہمہ گریاں شدند و تو خنداں

”اس وقت کو یاد کرو کہ تمہاری ولادت کے وقت سب ہنس رہے تھے اور تو روتا رہا تھا

اسی طرح تمہاری موت کے وقت یہ ہونا چاہیے کہ لوگ روہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو! ہنستا ہو ادھی جائے گا، جس نے کہ وہاں کے لئے کچھ تیاری کر رکھی ہو ایک بزرگ کے جب انتقال کا وقت قریب آیا اور حجت اور اس کی حوریں کے مناظر سامنے آئے تو انہوں نے ایک شعر پڑھا۔

ان کان منزلی فی الحب عندک ما قدر آیت نقد ضیعت ایامی

”اگر محبت میں میرا مقام وہی ہے جو میں نے دیکھا تو میں نے اپنے ایام زندگی کو ضائع کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں غائب ہو گئیں اور ایک اور چیز سامنے آئی اسے دیکھ کر کھل کھلا کر ہنسنے اور چل دیئے۔

میں نے اپنی بھوپھی صاحبہ کو دیکھا کہ جب ان کا آخری وقت آیا تو مجھے سے چلا کر فرمایا کہ مجھے جلدی سے اٹھا کر بٹھا دو، حضور تشریف لارہے ہیں اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی، میرے دادا مولانا اسماعیل صاحب کا جب انتقال ہوا تو نظام الدین سے دلی تک ساڑھے تین میل کا ہجوم لگ گیا تھا ایک صاحب کشف بزرگ نے دیکھا کہ مولانا اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں، حضورؐ مع اپنے صحابہ کے انتظار فرما رہے ہیں۔

نشان مرد مومن با تو گویم چوں مرگ آید قسم برباد است

بیسویں مجلس

۲۰ رمضان المبارک

کار خود کن کار بگذر از گفتار ارشاد فرمایا۔ ریا کی تو قرآن و حدیث میں سخت مذمت وارد ہے، ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے تین اشخاص کو جہنم میں ڈالا جائے گا، ان میں ایک ریا کار عالم بھی ہو گا جب وہ اپنے کارنامے بتلائے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تم نے مخلوق کے واسطے کیا تھا۔ مگر اس کے ساتھ میرے ذہن میں ہے کہ حالت انتظار میں شراب پینے کی سدرتق تک کی شریعت نے اجازت دی ہے میری رائے یہ ہے کہ نفلوں کا گھر میں پڑھنا اولیٰ ہے مگر موجودہ دور میں مساجد میں پڑھنا اولیٰ ہے، وہ زمانہ گیا جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز پڑھ رہے تھے، ان کی مسجد کے منارہ پر منجلیق چلائی گئی وہ منارہ گر گیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا، یہ مٹی کہاں سے آگئی، اس لئے عمل کرو خواہ ریا ہی سے کرو، انشاء اللہ عمل کی برکت سے اخلاص پیدا ہو جائے گا، موجودہ دور میں اگر مقتدی لوگ اپنے گھروں میں نوافل پڑھیں گے تو یہ مقتدی ایک بھی نہیں پڑھیں گے۔ ہم لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہم مضطر ہیں، ایک صاحب نے عرض کیا، اس طرح مبتدعین کا اعتراض بھی ختم ہو جائے گا کہ دیوبندی کے لوگ سنتیں نہیں پڑھتے، ان کو حضورؐ کی سنت سے محبت نہیں؟ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا، ان کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے یہ تو کسی طرح چین نہیں لینے دیں گے ایک تبلیغی جماعت کہیں گئی، وہاں لوگوں

نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ سلام نہیں پڑھتے۔ جب جماعت والوں نے سلام پڑھ دیا، تو کہنے لگے کہ دکھلاوے کے واسطے پڑھا ہے۔ دل سے نہیں پڑھا، اس طرح کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

ایک بزرگ تھے، ان کی بیوی ان کا کہنا نہیں مانتی تھیں، بزرگوں کی بیویاں اکثر اسی طرح کی ہوتی ہیں، کیونکہ انہیں ہر وقت حقوق کی ادائیگی کی فکر رہتی ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو اپنی کرامت دکھانی چاہی، چنانچہ اپنے مکان کے اوپر پردہ لٹا دیا، ان کی بیوی نے بھی رضنا میں اڑتے ہوئے دیکھا مگر جب یہ گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ آج میں نے ایک بزرگ کو دیکھا ہے جو چھت کے اوپر اڑ رہے تھے۔ تیرے میں کیا کمال ہے انہوں نے کہا کہ وہ تو میں ہی تھا۔ بیوی نے کہا جب ہی ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے، بھائی یہ بدعتی تو ایسے ہیں کہ کبھی مان کر نہیں دیں گے۔

ایک مشہور قصہ ہے، باپ بیٹے ایک ٹٹولے کر جا رہے تھے، باپ سوار ہو گیا اور بیٹا پیدل چلنے لگا۔ کچھ لوگوں نے دیکھا تو کہا کہ کیسا بے رحم باپ ہے خود سوار ہے اور پیدل سا بیٹا پیدل چل رہا ہے، باپ اتر گیا اور بیٹے کو سوار کر دیا کچھ دور آگے پہنچے تو وہاں بھی کچھ لوگ ملے، انہوں نے کہا، یہ کیسا ظلم ہے؟ بیٹا سوار اور باپ پیدل، اس کے بعد دونوں سوار ہو گئے، آگے چلے تو وہاں بھی کچھ لوگ ملے انہوں نے کہا کہ ظلم کی انتہا ہو گئی ہے، یہ سن کر دونوں پیدل چلنے لگے کچھ دور آگے چلے تو وہاں ایک مجمع نے انہیں دیکھا تو کہنا شروع کیا کہ حماقت کی انتہا ہو گئی ہے کہ سوار می ہوتے ہوئے دونوں پیدل چل رہے ہیں، اس پر باپ نے کہا کہ یہ دنیا ہے، ہر صورت میں تنقید کرنے والے ملیں گے۔

بھائی کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ کی رضا کیلئے کام کرتے رہنا چاہیے۔
 طویل لباس کو مشیخت سے
 ارشاد فرمایا: غیروں کے لباس، وضع قطع سے احتراز
 خاص مناسبت ہے
 کرنا چاہیے، میں اپنے پڑھنے کے زمانے سے دیکھ رہا ہوں

کہ ہر فرقہ کے پیشواؤں کا لباس ایک ہی طرح کا ہوتا ہے، مسلمان، ہندو، عیسائی ہر ایک کے پیشواؤں کا لباس لمبا ہی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخیت کے لئے طویل لباس کو کوئی خاص تعلق ہے، البتہ ہم مسلمانوں کو اپنے مشائخ و بزرگوں کے طرز کا اسلامی لباس پہنا چاہیے۔ میں دس پندرہ برس پہلے جب تنگ وحیت لباس والوں کو دیکھتا تھا، تو میل فتویٰ تھا کہ ایسے لوگوں کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

اپنے شیخ کے حکم سے تلبی
ارشاد فرمایا بڑے حضرت اقدس رانی پوری ایک
حرام نصیبی کا سبب ہے سال حج کے لئے جا رہے تھے تو اپنے خلفاء سے فرمایا
جب نقیون کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو تو حضرت سہارنپوری سے رجوع کرنا اور جب سیاست
میں پوچھنا ہو تو حضرت شیخ الہند سے اسی طرح میرے حضرت سہارنپوری نے اپنے ایک سفر
حج کے موقع پر اپنے خلفاء کو اپنی عدم موجودگی میں بڑے حضرت رانی پوری کے حوالے کیا تھا،
چنانچہ ایک صاحب نے دوسرے شیخ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت جب واپس تشریف لائے
تو فرمایا، "یہ کھو گئے۔"

حضرت تھانوی کا بڑے حضرت
رانی پوری کے بارے میں ارشاد
شیخ الہند حضرت سہارنپوری کی گود میں بیٹھ جائیں
تو خط رہ نہیں، مگر حضرت رانی پوری کی مجلس میں بیٹھتے ہوئے ڈر لگتا ہے، اس لئے کہ حضرت کا
کشف بہت بڑھا ہوا تھا۔

ایک سو بیس مجلس

۲۱، رمضان المبارک

وداع رمضان

محترم مولانا محمد ثانی صاحب مدیر عنوان کی یہ نظم مجلس میں پڑھ کر سنائی گئی
مولانا معین الدین صاحب نے بڑے درد و سوز سے پڑھی، مجمع پر عجیب کیفیت پیدا ہو گئی۔

سجدہ ریزی کو خدا کے گھر چلے
نامہ ان با صفا بڑھ کر چلے
اہل درد و سوز کھنچ کھنچ کر چلے
اپنے دامن کو گلوں سے بھر چلے
جھاڑ کر دامن کو اپنے گھر چلے
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے
بوجھ عصیاں کلائے سر پر چلے
کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے
سر چھپانے کو مدد داختہ چلے
ہر طرف تم نذر برسا کر چلے

رحمت حق آئی قسمت در چلے
نعمتوں سے گود بھرنے خوش نصیب
وا ہوئے در بزم رحمت کے تمام
گلشن رحمت کی ہر دم سیر کی
رہ گئے غم دم ہم ہی کم نصیب
"شیخ کی مانند اس کی بزم میں
قدر نعمت کی نہ کچھ ہم کر سکے
ہائے حسرت نصیبی والے غم
نور مٹا چاندنی پھیپ کی پڑی
واہ رحمت کے شب دروزد عمر

تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی تم چلے ارمان سارے مرچلے
 الفراق اے ماہِ رمضان الفراق زخمِ دل پر کیا لگے نشتر چلے
 آئے رحمت کو لئے ہر سال تو تیری رحمت کی ہوا گھر گھر چلے
 ایک جھونکا تیری رحمت کا ادھر بہر الطاف اے کرم گستر چلے
 ہوں نہ ہوں یہ لطف کے دن پھر نصیب اور دورِ بادۂ کوثر چلے
 اور بھی کچھ اور بھی کچھ اور بھی جانے کب در بند ساقی کرچلے

ساتیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ

”جب تلک بس چل سکے ساغر چلے“

ذوق و شوق ہو تو ہر منزل ارشادِ سرایا: کہ جو چیز دل میں جم جاتی ہے اس کا کرنا
 آسان ہو جاتی ہے آسان ہو جاتا ہے، ہم نے سنا ہے کہ سینا دالے دو ٹانگوں
 پر کھڑے رہ کر صبح کر دیتے ہیں اگر ہم یہ کہیں کہ فلاں بزرگ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز،
 پڑھی ہے رات بھر تہجد پڑھتے تھے تو لوگ اس پر حیرت کرتے ہیں، اصل ذوق و شوق ہے اخیر عشرہ
 شروع ہو رہا ہے۔ اگلے رمضان کی خبر نہیں، ملتا ہے یا نہیں اس لئے پچھلے دو عشرے کی کوتاہی
 کو دور کر لو۔

سماع و عرس وغیرہ کی حقیقت ارشادِ سرایا: سماع و عرس وغیرہ کی ابتداء
 صحیح تھی مگر بعد میں اس میں بہت سی بدعات گھس آئیں اس لئے علماء و مفتیوں کو بدعت و ناجائز
 کہنا پڑا۔ عرس ابتداء میں نظامِ الادقات کی طرح کی ایک چیز تھی جیسے دارالعلوم دیوبند و مدرسہ نظام
 علوم دونوں جگہوں پر بخاری شریف متعین گھنٹے میں پڑھائی جاتی ہے سہولت کے پیش نظر نظامِ الادقا
 بنایا گیا یہ بدعت نہیں ہے میں نے حضرت گنگوہیؒ کے دور میں دیکھا کہ وہاں روزِ عید تھی، کبھی،
 حضرت سہارنپوریؒ کی آمد ہوتی، کبھی حضرت شیخ الہندؒ کی اور کبھی حضرت مدنیؒ کی تشریف آوردی
 ہوتی عمامہ نہ یارت کرتے عرس کی ابتداء اس طرح ہوتی کہ شیخ کی وفات کے بعد ان کے خلفاء و

ارادتمند سال میں ایک دن تعارف و ملاقات و حلقہ اثر بڑھانے کے لئے جمع ہوتے تھے اور اپنے شیخ کی تاریخ وفات ہر ایک کو یاد رہتی ہے میرے چچا جان کی وفات بروز چہار شنبہ صبح کی نماز کے پہلے ہوئی تھی ان کے سب مریدوں کو یہ یاد ہے۔ بہر حال ابتداء میں یہ چیز اچھی تھی مگر بالآخر سومات نے ان کو بدعت بنا دیا۔

اسی طرح سماع بھی اکثر مشائخ چشتیہ کا سنتا ثابت ہے مگر اس کے کچھ شرائط ہیں جن کو امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں تحریر فرمایا ہے اس میں بہت سی خرافات پیدا ہو گئیں اس لئے حرام کہا گیا، دلی کا ایک گویا اتحادہ حج کو گیا، وہاں ایک بدوی نے حدی خانی شروع کر دی اس کا ادبٹ بھاگا اور یہ گریا کہنے لگا، اللہ کے رسولؐ پر قربان لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ حضورؐ نے اسی لئے گانے کو حرام قرار دیا، اگر ہمارا گانا سنتے تو منع نہ فرماتے، ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے کہ کوئی اچھا قصیدہ سنتے تو جھوم اٹھتے، تذکرۃ الرشید میں ہے کہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کو چٹکی کے پینے کی آواز پر دھڑا گیا۔

بڑوں پر نکیر کرنے میں جلدی نہ کرو معتقد ہونا اور بات ہے لیکن نکیر و مخالفت نہ کرو کیونکہ اگر وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ان کی مخالفت کرنے والوں سے حق تعالیٰ نے اعلان جنگ کیا ہے۔ "ومن عادی ولیّی فقد اعدتہ بالحرب الخ"۔ تنقید کا حق ان کے معاشر کو ہے بے تحقیق حکم نہ لگاؤ، باریک فرق ہے۔

کسانیکہ یزداں پرستی کنند
با آواز دولاب مستی کنند

یزداں پرست اچھی آواز کے محتاج نہیں ہوتے وہ ادا پرست ہو جاتے ہیں جو نسی ادا پسند آجائے اور دل کو بھا جائے۔

حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہ بھی سماع کے قائل تھے، ان کے سماع کی کیفیت

حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع کی چار شرطیں تھیں ۱۔ سامع از اہل ہوا و شہوت باشد۔

یہ تھی کہ امیر خسرو کچھ اشعار سناتے۔ اس پر سلطان جی کو ہر چند منٹ پر کیفیت پیدا ہوئی اور ختم ہو جاتی
 کبھی امیر خسرو کے ساتھ مل کر چند آدمی پڑھتے، قاضی ضیاء الدین صاحب جو اس زمانے میں دلی
 کے مفتی اعظم تھے ان کو جب اس کا علم ہوا تو اس پر شدت سے نکیر کی، حضرت سلطان جی نے
 فرمایا میں معذور ہوں سماع بعض امراض کا علاج ہے۔ جب قاضی صاحب کی مخالفت
 بڑھی تو سلطان جی نے فرمایا کہ اگر حضور سے اجازت دلو اور دل کہ میں معذور ہوں تب تو مانیں
 گا۔ قاضی جی نے کہا، پھر میں کیا ضرورت؟ چنانچہ خواب میں حضور نے آکر فرمایا، کہ یہ معذور
 ہیں، قاضی صاحب نے خواب ہی میں عرض کیا کہ حضور ظاہر شریعت پر عمل کروں یا خواب
 پر، صبح ہوئی تو سلطان جی نے پوچھا کہ اب تو پچھا چھوڑو گے، قاضی صاحب نے فرمایا
 کہ حضور کی طرف سے جواب نہیں ملا، اسکو ت کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کرنا چاہیے
 جب قاضی صاحب مرض الوفا میں مبتلا ہوئے، تو سلطان جی عیادت کے لئے تشریف
 لائے، قاضی صاحب کے مکان پر آکر دستک دی، خادم دروازہ پر آیا اور دریافت کیا، کہ
 کون؟ سلطان جی نے نام بتلایا، خادم نے جا کر خبر دی تو قاضی صاحب نے فرمایا کہ آخر عمر میں
 کسی بدعتی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا، یہ اخلاص کی بات تھی، سلطان جی نے کہا کہ ایسا گستاخ
 بدعتی نہیں، بدعتی اپنے بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ یہ خبر جب قاضی صاحب کو ملی تو انہوں
 نے اپنا عمامہ بھیجا کہ اس پر قدم مبارک رکھ کر آئیں، سلطان جی عمامہ سر پر رکھے ہوئے قاضی صاحب
 کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قاضی صاحب نے شیخ المشائخ سلطان جی کے سامنے مندرجہ ذیل
 شعر پڑھا

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
 آیا بود کہ گوشہ چشمتے بیا کنند

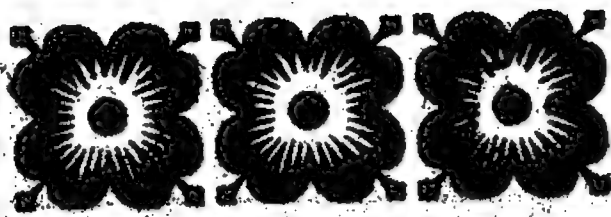
(با ضافہ حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہ)

بقیہ حاشیہ (۲) مسموع مرد تمام باشد زن و کودک نباشد (۳) مسموع ہزل و غش نباشد (۴) آگہ سماع
 مثل چنگ در باب در میان باشد (الفاس غیبی ص ۶۶)

بے تحقیق حکم لگانا ناجائز ہے ارشاد فرمایا کہ بے تحقیق کسی پر حکم لگانا اگر تمہیں کسی کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ سارق ہے تو اس کو اپنے کمرے میں نہ جانے دو مگر بلا تحقیق حکم نہ لگاؤ اور نہ اسے سارق کہو، اس کا خاص دھیان رکھنے کی ضرورت ہے۔

فضائل درود کی ایک "فضائل درود" ہر سال حضرت کی مجلس میں ایک مرتبہ حکایت پر ایک اہم تنبیہ پڑھی جاتی ہے البتہ اس سال اس میں کے لکھے ہوئے، درود شریف ہر شب جمعہ میں پڑھے جاتے تھے اور کبھی اس کے ساتھ ملا جاتی "حضرت نالوتوی" کی لغت بھی پڑھی گئی، آج عشاء کے بعد کی مجلس میں "فضائل درود" کی ایک حکایت پڑھی گئی، اس میں بلند آواز سے درود شریف پڑھنے پر مغفرت کا ذکر آیا تھا، حضرت نے ارشاد فرمایا، اس قسم کی باتیں وقتی ہوا کرتی ہیں، مالک کو جس ادا پر پیار آجائے بخش سکتا ہے، بعض دفعہ منہ سے کوئی جملہ ایسے اخلاص سے نکل جاتا ہے جو اللہ کو پسند آجاتا ہے اس پر معاملہ فرمادیتا ہے، اسی طرح سے اس حکایت میں بلند آواز ہوئی تھی جو اللہ جل شانہ کو پسند آگئی اور انکی مغفرت ہو گئی، اس کو طریقہ دعادت نہ بنانا چاہیے، دیسے درود شریف جتنا وقت بیتر ہو خوب پڑھتے رہو۔

فضائل درود میں ملا جاتی کی لغت پڑھی جا رہی تھی، اس میں "زخرواں چراغ افلاک نشینی" آیا ہے۔ محترم مولانا منور حسین صاحب مدظلہ نے اس میں ترمیم فرمائی "زخرواں چراغ افلاک نشینی"۔ دو سال سے عشاء کے بعد کی مجلس میں درود و تحیات روزانہ سنانے کا معمول بن گیا ہے۔



بانیوں مجلس

۲۲، رمضان المبارک

ذاکرین و مجاہدین کھیلے اکمال و ارشاد نہ پایا۔ ارشاد الملوک امداد السلوک یہ
 ارشاد کا مطالعہ ضروری ہے دونوں کتابیں ذکر کرنے والوں کے لئے بالخصوص
 جن کو میں نے بیعت کی اجازت دی ہے بہت غور سے پڑھنا چاہیے۔ میں نے اکمال کے
 شروع میں لکھ بھی دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ
 مرقدہ بھی اپنے خاص لوگوں کو امداد السلوک کے مطالعہ کی تاکید کرتے تھے، اس ناکارہ کے
 نزدیک بھی ان دونوں رسالوں کا مطالعہ ذاکرین کے لئے بہت مفید ہے حضرت مدنی،
 امداد السلوک اور الاعتدال کو سفر میں اپنے بکس میں رکھتے تھے جو باتیں تم مشائخ سے اور
 مجھ سے سننا چاہتے ہو وہ ان دونوں میں آگئی ہیں اس لئے اپنے سے بیعت کا تعلق رکھنے والے
 احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ اس ناکارہ کے فضائل کے رسالہ کو اہتمام سے مطالعہ میں رکھیں، اور
 ذاکرین کو ارشاد الملوک و اکمال ایشم کو خاص طور سے مطالعہ میں رکھنا چاہیے اور جن احباب کو
 اس ناکارہ نے بیعت کی اجازت دی ہے، ان کے لئے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی،
 نور اللہ مرقدہ کی تربیت السالک اور حضرت گنگوہی کے مکاتیب جو مکاتیب رشید کے نام سے
 مطبوع ہیں، مطالعہ میں رکھنا مفید ہے۔

یہاں بامقصد آنے ارشاد فرمایا۔ یونس سلیم صاحب (جو اس وقت نائب
سے خوشی ہوتی ہے وزیر ریلوے تھے) کے یہاں آنے سے خوشی ہوئی، اس وجہ
سے نہیں کہ وزیر ہیں بلکہ وہ اپنے ماحول کو چھوڑ کر کچھ کرنے کے لئے یہاں آئے تھے ایک تجربہ
کی بات ہے کہ اپنے ماحول میں آدمی سے کام نہیں ہوتا یہاں رمضان میں کچھ کرنے کے لئے اگر
کوئی آئے تو ٹھیکے خوشی ہوتی ہے کیونکہ اپنے گھر میں کام نہیں ہوتا، اعتکاف بھی دشوار ہے،
ضروریات لگی ہوئی ہیں کسی دن ہوئے بھائی یونس سلیم صاحب کا پیام آیا تھا کہ وہ ملاقات
کے لئے آنا چاہتے ہیں، جو وقت ملے گا اس میں ملاقات کریں گے میں نے سمجھا کہ دستور
کے مطابق ۱۰، ۵ منٹ کے لئے آئیں گے مگر معلوم ہوا کہ اذان ظہر سے آدھ گھنٹہ پہلے
آگئے ظہر کی سنتوں سے فراغت کے بعد میں نے ملاقات کے لئے انہیں بلایا میں نے کہا کہ چمکا ڈیڑھ
کی ہمانی ہے آؤ اور لٹک جاؤ، آپ چاہیں تو ظہر سے عصر تک ذاکرین کے مجمع میں بویا پر بیٹھ
کر اللہ اللہ کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

بویا نشینی کو ترجیح ارشاد فرمایا۔ کہ دلی میں ایک مرزا شریا جاہ رہتے
تھے ہمارے اکابر سے ان کے تعلقات تھے، انہوں نے میرے دادا سے درخواست کی تھی،
”میں اپنی لڑکی کا نکاح آپ کے صاحبزادے مولوی یحییٰ سے کرنا چاہتا ہوں“ میرے دادا
صاحب نے کہا کہ ہم نفترا کو آپ سے کیا تعلق؟ انہوں نے کہا کہ مولوی یحییٰ کی پردریش
میرے ذمے ہے گی۔ مرزا صاحب کی صاحبزادی قیصر جہاں سے بھی والد صاحب واقف
تھے، بہت حسیز جمیل تھی، جب دادا صاحب سے مرزا صاحب نے بہت اصرار کیا تو انہوں
نے فرمایا کہ مولوی یحییٰ سے پوچھ لوں۔ حالانکہ دادا صاحب جانتے تھے کہ انکار کر دیں گے، جب
والد صاحب سے دریافت کیا تو والد صاحب نے فرمایا، ان سے نکاح کے بعد بویے پر بیٹھنا
مشکل ہے، چنانچہ نکاح نہیں ہوا، مگر وہ بے چاری میرے بڑوں اور میری بہت محسن رہیں۔
چنانچہ بچپن میں جب میں نظام الدین جاتا تو مجھ سے غیر معمولی محبت کا اظہار کرتیں انہوں نے میرے

ابا جان سے کہلوادیا کہ آپ نے مجھ سے نکاح تو نہیں کیا، اب میں مولوی زکریا سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہتی ہوں اور یہ میری انتہائی آرزو ہے والد صاحب ہنسنے اور فرمایا کہ اس سے پوچھ لوں جب مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ میں ان کا پانڈن کہاں کہاں اٹھاتا پھروں گا یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ میں نے بچپن میں ان کے گھر کا ماحول دیکھا تھا۔ ہمارے خاندان میں تو عورتیں گویا ڈیڑھ ٹھٹھم ہوا کرتی ہیں۔ والد صاحب میرے اس، جواب کو پسند فرمایا، اور فرمایا، میرے اور تمہارے جواب میں ایک فرق ہے، وہ یہ کہ تمہارے جواب میں تکبر کی بوٹپکتی ہے، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، آپ بیتی ص ۱۷۰)

یکسوئی کا رمضان ارشاد فرمایا: جب سے یہاں بازار لگنے لگا۔ مجھے اپنا یکسوئی کا رمضان اور گزشتہ سال مدینہ منورہ کا رمضان بہت یاد آرہا ہے میں نے یہ یکسوئی رامپور سے لی ہے بڑے حضرت رامپوریؒ ۲۹ شعبان کو سارے خدام سے مصافحہ کر لیتے اور بڑی معصوم ادا میں فرماتے گویا رڑ رہے ہیں کہ رمضان بعد ملاقات ہوگی۔ وہاں جمع یہاں سے زیادہ ہوتا تھا۔ پنجاب کے لوگ کثرت سے آتے تھے پانچسو چھتسو کا جمع ہوتا تھا۔ حضرت جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو خدام ددر سے نیارت کر لیتے، میرے حضرت کے یہاں مہمان زیادہ نہیں ہوتے تھے، حضرت تھانویؒ کے یہاں جمع ہوتا تھا مگر خانقاہ سے کھانے کا نظم صرف خواص کے لئے ہوا کرتا تھا اور لوگ اپنا اپنا نظم خود کرتے تھے خانقاہ کا دستور چھپا ہوا تھا، اس میں ایک اصول یہ تھا کہ دو ذاکرین کو مل کر کھانا کھانے کی اجازت نہیں، کسی کو چائے وغیرہ کی دھوت کرنے کی اجازت نہیں تا آنکہ اجازت مل جائے مگر درخواست پر اجازت مل ہی جاتی تھی، اس لئے کہ مل کر کھانے میں دقت ضائع ہوتا، ہمارے بڑے حضرت رامپوریؒ کے یہاں مہمانوں کیلئے انطاری کا دستور نہیں تھا، اس کا نظم اپنے طور پر لوگ خود کرتے تھے البتہ کھانے کا اجتماعی نظم حضرت کی طرف سے ہوتا تھا، رامپور کی دال اور کھانا ایسا ہوتا تھا کہ چوتھائی پیٹ سے زیادہ نہیں کھایا جاسکتا تھا۔

وہاں حکیم اجمیری کی پھنکی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔
 فرمایا: اگر کسی کو یہاں کا کھانا پسند نہ ہو تو بازار سے منگوا کر کھائے، مگر کسے رابا کے کان
 نہ باشد" پر عمل پیرا ہونا چاہیے، دیکھو پلڑا آدھا رمضان گزر گیا اب تھوڑا سادقت باقی رہ گیا ہے۔
 بات نہ کرو۔

میرا رمضان تیس برس تک ایسا گزرا ہے کہ صرف عشا، بعد تھوڑی دیر کے لئے ملاقات ہو سکتی تھی
 اگرچہ یہ ملاقات عام ہوتی تھی اور بڑے حضرت راپورٹی کے یہاں مخصوص خدام کو عشا بعد اتنی دیر چکے،
 بیٹھنے کی اجازت تھی، جب تک کہ مولانا عبدالقادر صاحب دو ایک فنجان سادسی چائے حضرت کو
 پلاتے تھے، حضرت سبحان اللہ، الحمد للہ، کہہ کر پیتے تھے۔ بس مجلس ختم ہو جاتی اور سحری میں حضرت کا
 ایک خادم عبدالرحیم تھا، وہ بہت اصرار کرتا تو ایک دو چمچہ نیرسنی کھا لیتے لوگ کہتے صنف ہو جائے
 گا، حضرت فرماتے، بھائی صنف نہیں ہوگا، نیرا بھی یہی تجربہ ہے۔
 اس کے بعد رمضان بھی بخار کی طرح آتا ہے یہ قصر اور رمضان میں روزانہ ایک تسکین
 ختم کرنے کا معمول بیان فرمایا، جن کو اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

دارجدید کی مسجد میں ارشاد فرمایا: میرے دارجدید میں اعتکاف کی ابتداء اس
 اعتکاف کا آغاز ۱۸۷۰ء طرح ہوئی کہ جس سال ۱۲۸۰ھ مولانا محمد یوسف صاحب کا
 انتقال ہوا، اسی سال نظام الدین سے ۱۲۵۰ء آدنی یہاں آئے اور کہا کہ ہم یہاں اعتکاف کرنا چاہتے
 ہیں، میں نے سہارنپور میں کبھی اعتکاف نہیں کیا تھا، البتہ نظام الدین میں اس سے پہلے اعتکاف

اے بمبئی کے مشہور حکیم اجمیری صاحب کے صاحبزادے محترم حکیم سعد رشید صاحب اجمیری بھی
 اس سال حضرت اقدس کی خدمت میں پورے ماہ مبارک کے اعتکاف کے ارادے سے حاضر ہوئے تھے اور
 پورے مہینے کا اعتکاف کیا تھا۔ ان سے حضرت اقدس مدنیو ضہم نے پھنکی کا نسخہ لکھنے کیلئے فرمایا تھا چنانچہ انکے نسخہ کے
 مطابق پھنکی تیار کی گئی کیونکہ اکثر لوگوں کو معدے کی شکایت تھی، حکیم صاحب کا قیام سورت میں ہے اور اس علاقے کے مشہور طبیب ہیں۔

کیا تھا۔ اعتکاف کے لئے وہاں سہولت تھی میں نے ان لوگوں سے کہا، مدرسہ قدیم کی مسجد میں، جگہ نہیں ہے تم لوگ وہاں خانہ میں رہو یا سہارنپور کے مرکز میں جا کر اعتکاف کرو مگر انہوں نے یہاں اعتکاف کرنے پر اصرار کیا اور یہ طے ہوا کہ باری باری سے اعتکاف کریں گے اس کے بعد ہم نے دارعبید کی مسجد کو ۳۸۵ھ سے اعتکاف کے لئے طے کیا اس کے بعد سے یہاں اعتکاف کا سلسلہ چل رہا ہے (حق تعالیٰ شانہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھے)

میرے یہاں آج سے پچیس سال پہلے پہلوان اور مولوی عبداللہ کرسی والے نے رمضان میں آنا شروع کیا تھا، اور ان کے علاوہ اور کچھ لوگ آجاتے تھے، ۱۲۵، ۱۳۰ آدمیوں کا مجمع ہر سال رہتا تھا۔

شیطان کبھی اہم کام سے ہٹا کر ارشاد فرمایا: کبھی کبھی شیطان آدمی کو غیر اہم چیزیں غیر اہم کام میں مشغول کر دیتا ہے مشغول کر دیتا ہے مطالعہ و تعلیم کے زمانے میں کثرتِ نوافل میں مشغول ہونا کوئی اچھی چیز نہیں۔ میرے چچا جان کے یہاں نقلوں کا غلبہ تھا اور والد صاحب کے یہاں تسلیم کا غلبہ تھا۔ والد صاحب گنگوہ میں میزان سے مشکوٰۃ تک تہامدرس تھے، طلبہ کی تعداد تقریباً اتنی تھی، بیسوں سبق خود پڑھاتے تھے اور پر کی جماعت کے طلبہ کو نیچے کے اسباق دے رکھتے تھے، میرے بچپن کا قصہ ہے کہ اس نابکار کو بزرگی کا جوش ہوا، اور مغرب کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے حجرے کے سامنے لمبی نقلوں کی نیت باندھ لی، اباجان نے ایک زور سے تھپڑ مارا، اور فرمایا کہ سبق نہیں یاد کیا جاتا، اس وقت تو مجھے بہت غصہ آیا کہ خود تو پڑھی نہیں جاتی، دوسروں کو بھی بڑھنے نہیں دیتے مگر جلدی ہی سمجھ میں آگیا کہ بات صحیح تھی اور وہ نقلیں بھی شیطانی حربہ علم سے روکنے کے لئے تھیں۔

تیسویں مجلس

۲۳ رمضان المبارک

دعا کے درجات ارشاد فرمایا: "ارشاد الملوک" آسان ہے اور "الکمال ایشم" ذرا
 اونچی ہے، الکمال میں عصر کے بعد دعا کا جو مضمون ہو رہا تھا، کہ "اپنے مولیٰ سے دعا دو سوال کرنا کچھ عمدہ
 اور معتبر حال نہیں، پسندیدہ حال یہ ہے کہ تجھ کو حسن ادب عطا ہو جائے"، اور اس کے بعد یہ عبارت
 ہے، "یسا اوقات حسن ادب عارفین کو ترک سوال کی راہنمائی کرتا ہے، اس لئے کہ قسمت ازلی پر عبور
 ہوتا ہے، اور ذکر کی مشغولی سوال کی مہلت نہیں دیتی" الخ۔ ارشاد فرمایا: بات تو بالکل ٹھیک
 ہے، مگر لوگوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں، انہوں نے خود لکھ دیا ہے کہ افضل و اعلیٰ حالت یہی ہے
 کہ ہر امر میں دعا کرتا رہے، جیسے کہ حضورؐ کی شان تھی دعا کے تین درجات ہیں، ایک مبتدی کا
 مانگنا، مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ خوب خوب دعا کرتے رہے اور مانگا کرے ایک متوسط کا
 درجہ ہے، ہم نے بچپن میں ایک قصہ سنا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خورد نے حب آگ میں
 ڈالا تو انہوں نے فرمایا: "علمہ بحالی حسبى بسوالی" حق تعالیٰ کا میری حالت کا علم میرے
 سوال کے لئے کافی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان کے یہی مناسب تھا سب سے اونچا درجہ
 عاشق کے مانگنے کا ہے، یہ مانگنا معشوق کی خوشامد کے لئے ہوتا ہے اس میں ایک لذت و لطف کی
 شان ہوتی ہے، یہی حضورؐ کی شان تھی، حضورؐ کا عمل سب سے اونچا ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے زمانے میں قحط پڑ گیا، صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی گئی، مگر بارش

نہیں ہوئی، کسی نے جا کر کہا کہ خلقت مر رہی ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کریں، انہوں نے کہا کہ میری بلا سے۔ ہر شخص کے مختلف حالات ہوتے ہیں، ناز کرنے کے لئے گلاب جیسا منہ چاہئے ہر ایک کے لئے مناسب نہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی بعض دفعہ ایسی باتیں سناتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے جو باتیں یہ کہتے ہیں، اگر ہم کہنے لگیں تو گردن ناپ دی جائے ہر شخص کا ایک منصب ہوتا ہے ان بزرگ سے بارش کی دعا کے لئے جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ میری اللہ میاں سے لڑائی ہو رہی ہے۔ پھر خدام سے فرمایا میری بنگی دھوپ میں لے جا کر ڈال دو وہ اس کو سوکھنے نہیں دیں گے چنانچہ خدام نے دھوپ میں ڈال دیا، ابر آیا اور خوب بارش ہوئی انہوں نے فرمایا کہ بھائی میں نے کہا تھا کہ سوکھنے نہیں دیں، بھائی محبت میں ناز و نخرے سب بر محل ہیں اگر ہم کہیں تو مفتی کفر کا فتویٰ دیں گے عین الرضا عن کل عیب علیہ کما ان عین السخط تبدی المسایا میرے دوستو! ملک سے مانگو اور اس طرح لقمے مانگو جیسے حضور نے مانگا، خوشامد

میں لذت ہوتی ہے۔

کیمیا گر کا قصہ سنایا۔ ہم نے ایک قصہ سن رکھا تھا، ایک بادشاہ تھا اس کو کیمیا کی دھت تھی، ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کو اس کی دھت تھی وہ راستہ چلتے زمین میں جڑی بوٹی کی تحقیق و تفتیش کرتے چلتے ہیں ان کے ساتھ راستہ چلنا مشکل ہو جاتا ہے جس کو کیمیا کی دھت ہو جاتی ہے اس کو کھلنے پینے اور کسی چیز میں مزہ نہیں آتا۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں سے ایسے آدمی کی تلاش کیسے کہا جو کیمیا کا فن جانتا ہو ان لوگوں نے ایک مقام کا پتہ بتایا اس کو دربار میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اگر مجھے کیمیا کا فن آتا تو میری یہ خستہ حالت کیوں ہوتی۔ بادشاہ کی سمجھ میں یہ بات آگئی چنانچہ اس نے اس کو واپس کر دیا، مگر وزیر نے کہا کہ اس کو یہ فن آتا ہے۔ بادشاہ کو کیمیا کی دھت تو تھی ہی وہ اپنا بھیس

بدل کر سقا کے گھر گیا اور اس سے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے آپ کو ایک مرتبہ فلاں جگہ دیکھا تھا، مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے اس لئے میں آپ کی خدمت کے لئے آگیا ہوں اب سقا کے ساتھ پانی بھرنے کی خدمت انجام دینے لگا شام کو اس نے سقا سے کہا کہ تمہارا پاؤں دبا چاہتا ہوں جب پاؤں دبا کر شروع کیا تو بڑھے کو مزہ آگیا اس نے کہا کہ میں تمہاری مزدوری دو چار آنے دینا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ مجھے اس کی کوئی غرض نہیں، البتہ اس کے اصرار کے بعد اس کے یہاں روٹی کھا لیتا تھا، اس طرح بادشاہ مہینہ دو مہینہ خدمت کرتا رہا، بے عرض خدمت کی بڑی قدر ہوتی ہے، خواہ مدرسہ کا کام ہو یا اللہ میاں کا، دو تین مہینے کے بعد سقا نے کہا کہ مجھے کیمیا کافن آتا ہے، میں تمہیں بتاتا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں حدیث میں بھی آیا ہے "ازہ دنیا عند الناس یحب الناس" جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس سے بے نیاز رہو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے، جو کچھ مقدر میں ہے وہی ملے گا، میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کا کچھ نہ لیا جائے بلکہ دنیا دہانیا سے جتنا اپنے دل کو ہٹا دے اتنا ہی دنیا تمہارے پاس، ذلیل ہو کر آئے گی، قرآن و حدیث میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے اور بزرگوں کے ملفوظات میں بھی ہے، اس بڑھے نے کہا سیکھ لو، مگر اس نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں بہر حال باصرار سقا نے اس کو کیمیا کافن سکھا دیا، جب یہ سب سیکھ گیا تو وہاں سے بھاگ آیا اور یہ بڑھا اس کو گالیاں دینے لگا کہ اس نے میرے ساتھ دغا کی۔ بادشاہ نے دوسرے روز دوبار کیا دوسپا ہی بھیج کر اس سقا کو بلایا، سقا نے پہچان لیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم نے مجھے پہلے ہی اس فن کو کیوں نہیں بتایا، اس نے کہا حضور! کیمیا کا نسخہ پاؤں دبا کر ہی آدے "بھائی اگر یہ اللہ کے واسطے ہو تو بہت ہی لذیذ ہے، حضور کا گڑ گڑانا عشق و محبت کا تھا، خواہ وہاں سے ملے یا نہ ملے یہ دعا کی تفصیل ہے، ارشاد فرمایا۔ ان چند اللہ میں اپنے واسطے مانگو، خصوصیت سے امت کے واسطے مانگی اس میں اپنی غرض بھی پوری ہو جائے گی، ہم نے اپنے آپ کو پہچانا نہیں، شیطان کے چکر میں پھنس کر اپنے آپ کو ذلیل کیا۔

چوبیسویں مجلس

۲۴ رمضان المبارک

علی گڑھ کے ڈاکٹروں کی آمد آج علی گڑھ سے وہ غیر مسلم ڈاکٹر جنہوں نے حضرت اقدس کی آنکھوں کا علاج کیا تھا، اپنے رفقاء کے ساتھ اربعے دن میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاجی نصیر الدین صاحب کے ہمراہ نیاز مندانہ حاضر ہوئے دوسرے دن واپس چلے گئے، تراویح و نماز کا منتظر دیکھنے کے لئے بیٹھے رہے۔ حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک میں تشران مجید اٹھا کر انہیں بتایا کہ یہ وہ کتاب ہے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے، صرف نماز تراویح میں ایک مہینہ کے اندر تین مرتبہ یہاں ختم کی جاتی ہے، اس سے وہ لوگ بہت متاثر ہوئے۔

ارشاد فرمایا۔ آج میں نے اپنے ڈاکٹر کو رمضان المبارک کا منتظر دیکھنے کے لئے یہاں بلایا تھا۔ انہوں نے علی گڑھ میں ہماری بہت خاطریں کیں، ہم ان امیروں کو کھلا پلا کر کیا بدلہ ادا کر سکتے ہیں۔ ایک میڈک کسی کنوئیں میں رہتا تھا۔ اتفاقاً اس میں ایک سمندر کی ٹھیلی آگئی اس نے کہا کہ تیرا گھر بہت چھوٹا ہے، میڈک نے چھلانگ لگائی اور کہا کہ شاید تیرا گھر اتنا بڑا ہو، اس نے کہا کہ وہ تو بہت بڑا ہے۔ اس نے دوبارہ دس بارہ چھلانگ لگائی اور ہر بار دو انگلی اور پر کو ہوجاتا اور کہا کہ شاید تیرا گھر اتنا بڑا ہے، ٹھیلی کہتی کہ وہ تو بہت بڑا ہے ہم امیروں کی کھانے پینے سے وہاں نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کے یہاں عمدہ سے عمدہ کھانا ہوتا ہے۔

میں نے حاجی نصیر الدین کو لکھا کہ تم اپنے ڈاکٹر کو یہاں لے آؤ میں انہیں ایک ایسی چیز کی سیر

گراؤں گا جو انہیں کہیں اور کوئی مسلمان نہیں دکھائے گا، مگر یہ آمد بھائی لوئس سلیم صاحب کی طرح ہو چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں کا منظر دیکھا، ذکر کا حلقہ دیکھا، بالآخر تراویح کا منظر دیکھا، اس کے بعد یہاں سے ہو کر واپس گئے۔

سنایا: علی گڑھ میں ایک نوجوان ڈاکٹر تھا اس سے ہماری دوستی ہو گئی تھی وہ روزانہ میرا بلڈ پریشر دیکھا کرتا تھا اور دیر تک دیکھتا اور باتیں کرتا، اس نے بھی سہارنپور آنے کے لئے کہا تھا، مگر کسی وجہ سے نہیں آسکا، بھائی میں علی گڑھ و مراد آباد والوں کا ممنون ہوں، ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے لئے سب سے بہتر کٹرے کا گوشت ہے، اس کے بعد مرغ کا، حاجی عظیم اللہ اور نصیر وغیرہ نے مرغ کے بہت ہدایہ کئے، ہم تمھاری خاطر میں کھانے سے نہیں کر سکتے، ہماری خاطر یہ ہے کہ یہاں قیام کا ایک دن اور بڑھاؤ، کام اپنے ماحول سے نکلنے کے بعد ہوتا ہے۔

ایک تنبیہ ارشاد فرمایا دارالعلوم و نظام علوم کے طلبہ ڈمڈم والوں کو سن کر دوڑ پڑتے ہیں ایک بادشاہ تھا اس نے بلیاں پال رکھی تھیں اور ان کو خوب سدھا رکھا تھا، ایک دن بادشاہ نے بزم مشاعر قائم کیا تو ان بلیوں کو شمعیں دے دیں جب کوئی شاعر کھڑا ہوتا تو یہ نہایت بوڑھی شمعیں لے کر کھڑی رہتیں۔ ایک صاحب کو دہیپا سو جھی انہوں نے لا کر دو چرے چھوڑ دیئے چنانچہ وہ ساری بلیاں دوڑ پڑیں اور ان کا غم منتشر ہو گیا، یہی حال ہمارا ہے جب نفس و شیطان سے کشمکش کا معاملہ پیش آتا ہے تو ساری بزرگی ختم ہو جاتی ہے۔

کام انہماک سے ہوتا ہے ارشاد فرمایا: بذل الجہود "کاجب میں پرت دیکھنے تھا نہ بھون جایا کرتا تھا تو وہاں ظہر سے عصر تک حضرت اقدس تھانویؒ کی مجلس ہوتی تھی اور صبح ۱۰ بجے تک ڈاک لکھا یا کرتے تھے ۸ بجے دن میں تھلیہ کا وقت تھا وہاں ایک لیٹر بکس تھا، تھلیہ چاہنے والے اس میں پرچہ ڈال دیتے تھے اور سدری میں بیٹھ جاتے تھے، ترتیب سے انہیں بلایا جاتا تھا اور تھلیہ ہوتا۔ ان اوقات میں کسی کو سدری میں جانے کی اجازت نہیں تھی جانے پر ڈانٹ پڑ جاتی ایک دن موقع پا کر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت ظہر سے عصر تک پُرت دیکھتا ہوں یہاں

وہ کبھی حضرت کی مجلس سے غائب رہتا ہوں اس پر حضرت اقدس نے فرمایا تم تو یہاں نہیں رہتے مگر میں تم کو دیکھتا رہتا ہوں اس وقفہ میں ۲۵،۲۰ مرتبہ میں تمہاری طرف دیکھتا ہوں اور رشک کرتا ہوں کہ کام اسی طرح انہماک سے ہوتا ہے۔

نہ فرمایا کہ "بذل" کی کتابت کے زمانے میں ایک داروغہ صاحب جو میرے حضرت کی اہلیہ کے عزیز تھے وہ حضرت کے پاس آئے، لمیم شمیم سوٹیڈ بوٹیڈ تھے، حضرت کے قریب آکر بیٹھ گئے میں نے موقع دیکھ کر شذرات لکھنا شروع کر دیا ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ وہ صاحب اٹھنے کے بعد مجھ پر بہت ناراض ہوئے باہر جا کر بھائی منظر ناظم کتب خانہ سے جو ان کے قریب کے رشتہ دار تھے کہا کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنے والوں کے اخلاق ایسے خراب ہوا کرتے ہیں بھائی منظر نے میری طرف سے صفائی پیش کی کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ بہت مشغول رہتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آپ بیتی" صفحہ ۱۲۹ ج ۱)

یہاں کا ماحول اپنے نہ فرمایا کہ تم لوگ اللہ اللہ کرتے رہو مگر یہاں سے جانے مقام پر تو آگئے ہیں کے بعد اکثر لوگ شکایت لکھتے رہتے ہیں کہ وہاں سے آنے کے بعد اب وہ اثرات نہیں رہے لیکن اگر یہاں کا ماحول اپنے مقام پر قائم کرو تو وہ اثرات باقی رہیں گے یہاں پر ماحول کا اثر ہے۔ معمولات کی پابندی ترقیات کا زینہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ کے یہاں تشریف لے گئے۔ ملاقات وغیرہ کے بعد حضرت تھانویؒ نے ان دونوں حضرات سے اجازت لی کہ تھوڑی دیر کے لئے بیان القرآن لکھنے جا رہا ہوں اس وقت میرا ہی معمول ہے۔ چنانچہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے مگر طبیعت کا بوجھ بڑھا ہو گیا۔ میرا بھی صبح کا وقت ایسا ہی ہوتا ہے حضرت راہیؒ حضرت مدنیؒ اور چچا جان کے علاوہ کسی اور کا آنا گوارا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت راہیؒ تشریف لائے اور دیر تک ان کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ اچانک سر میں درد ہونے لگا میں مجلس سے اٹھا حضرت کا کشف مشہور تھا۔ حضرت نے دریافت فرمایا، کہاں جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ابھی تھوڑی دیر میں حاضر ہوتا ہوں میں اٹھ کر اوپر گیا اور چند سطریں لکھیں تو سر کا درد جاتا

رہا، واپس آیا تو پھر دریافت فرمایا کہ کہاں گئے تھے، میں نے عرض کیا کہ سر میں درد ہو رہا تھا، حضرت نے فرمایا ایسا سبھی کو ہوتا ہے اپنا معمول پورا کر لیجئے میری آمد پر جب ایسا ہو تو مطلع کر دیجئے۔

حضرت گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو ایک خط تحریر فرمایا کہ کبھی اپنے مشائخ سے علیحدگی

ہو جاتی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ مشغولیت کی بنا پر ایسا ہو جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

ایک آدمی میں تین اشخاص ارشاد فرمایا: یہ قہقہے سنانے کے نہیں ہیں، لیکن

اپنے قہقہے سنانے میں یہی خیال ہے کہ شاید اللہ کے کسی بندے کو نفع پہنچ جائے، صبح کا کام اب ہوتا نہیں۔ مگر اس وقت اب بھی اگر کوئی آتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ بھاڑ کھاؤں۔

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے ایک وکیل صاحب دوست تھے جو میرٹھ کے رہنے والے

تھے وہ ایک مرتبہ کاندھلہ آئے واپسی پر مولانا احتشام نے کہا کہ سہارنپور حضرت شیخ الہند صاحبؒ

سے بھی ملاقات کرتے جائیے گا، چنانچہ وہ یہاں صبح کے وقت میں آئے، ملاقات و مصافحہ کے

بعد میں نے کہا کہ کہاں سے آتے ہو انہوں نے کہا کہ کاندھلہ سے میں نے کہا کہ اس وقت تو میں

بات نہیں کر سکتا، پریجے ملاقات ہوگی، بڑے حضرت رائے پوریؒ کے ایک خلیفہ منشی رحمت علی

صاحب تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مولوی کا دماغ اس وقت خوب چلتا ہے جب دسترخوان ہو کسی اور

کا اور انتظام ہو مولوی کا، میرا بھی یہی حال ہے دوپہر کے دسترخوان پر میری طبیعت خوب

چلتی ہے دوپہر کے کھانے میں میں نے وکیل صاحب کو بلایا، وہ آئے میں نے ان سے کہا کہ تم

وکیل ہو بتاؤ اگر تم مثلیں دیکھنے میں مشغول ہو اور کوئی تم سے آکر بات کرنا چاہے تو تم پسند کر دو گے

یہ حال دسترخوان پر ان سے خوب بے تکلفی رہی کھانے کے بعد میں نے ان سے کہہ دیا کہ اب عصر

بعد ملاقات ہوگی عصر بعد کا منظر بھی انہوں نے دیکھا وہ دوسرے دن واپس میرٹھ گئے وہاں

سے اسی دن انہوں نے مولوی احتشام کو خط لکھا کہ آپ نے مجھے ایک ایسے آدمی کی زیارت

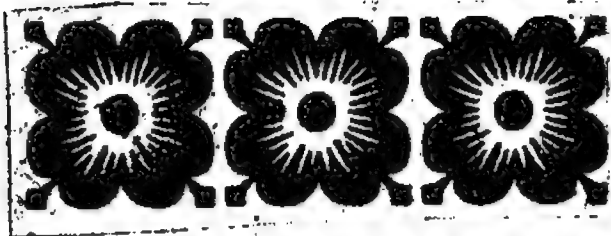
کرائی کہ اس ایک آدمی میں مجھے تین آدمی نظر آئے۔ جب میری پہلی ملاقات ہوئی تو مجھے بڑا

غصہ آیا کہ کس آدمی کے پاس مجھے بھیج دیا، مولویوں کے یہاں اخلاق نہیں ہوتے، اگر دوپہر کا

دعدہ نہ کیا ہوتا تو اسی وقت وہاں سے چلا آتا مگر دوپہر کو میں نے محسوس کیا کہ میرا بہت بے تکلف دوست ہے جس سے ہمیشہ کا یا نہ رہا ہے عصے کے لبید میں نے دیکھا کہ یہ دونوں باتیں نہیں ہیں بلکہ ایک تیسرا آدمی ہے جو شیخ وقت معلوم ہوتا ہے انہوں نے لکھا کہ میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ایک آدمی میں تین آدمی دکھا دیئے۔

اوقات کا تعین ارشاد فرمایا: اپنے کاموں کے لئے اوقات مقرر کرو اس کے ذریعہ چھوٹے بڑے کسی کی پرواہ نہ ہونی چاہیے بعض لوگ اخلاق کا عذر کرتے ہیں کہ اگر کوئی آجائے تو اخلاق برتنا چاہیے، میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اگر اس وقت قصداً حاجت کی ضرورت پیش آجائے تو گویا اس کا عذر نہ کرو گے؟

کیسے گلے قیب کے کیا طعن اقرار تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں فرماں
 یسکا عہد کر لو کہ معمولات کو کبھی نہیں چھوڑیں گے یہ ترقیات کا زینہ ہے، ہمارے اکابر کا یہی
 معمول تھا۔ حضرت گنگوہیؒ سے دیکھنا شروع کیا تھا کہ حضرت کا وقت پر کیوں بید ہو جایا کرتا تھا۔
 پیر من خس است اعتقاد من بشت



چکیسویں مجلس

۲۵ رمضان المبارک

آج کی مجلس میں اپنی درس کے ابتدائی دور اور سب سے متعلقہ کے سبق
کا مرکزہ الاراقہ اور علی گڑھ کی ملازمت کی تجویز اور تقسیم جائداد میں بڑھانے
کے سفر کے واقعات سنائے مگر آپ بتی ۲ "میں یہ سارے واقعات زیادہ،
تفصیل سے آچکے ہیں اس لئے یہاں پر حذف کرتا ہوں، اور ناظرین
اس کے لئے آپ بتی ۲ کا مطالعہ کریں"

اپنی جمنجھانہ کی جائداد یہ واقعہ آپ بتی "میں نہیں آسکا ہے اس لئے اس کو
سے بے تعلقی کا اظہار نقل کر رہا ہوں۔

ارشاد فرمایا:- ہماری ایک بڑی جائداد جمنجھانہ میں تھی، وہاں سے کچھ لوگ سہارنپور
آئے انہوں نے بتایا کہ آپ کی ہمارے یہاں ایک بڑی جائداد ہے جس پر دوسروں کا قبضہ ہے،
اس کی ملکیت لقمہ تیریا ایک لاکھ ہوگی ہم لوگ آپ کو تیس ہزار روپے نقد دینا چاہتے ہیں۔
اس پر قبضہ کرنا ہمارا کام ہے، آپ ماسٹر محمود صاحب کے والد وغیرہ سے ہمارے حالات کی تحقیق کر لیں
صرف ایک مرتبہ بیع نامہ پر دستخط کے لئے عدالت جانا ہوگا۔ مگر میں نے انکار کیا کہ میرے بس
کا نہیں، عدالتوں کے قصے طویل ہوتے ہیں، مجھے اس چکر میں پڑنے کی فرصت نہیں وہ لوگ اصرار
کر کے واپس چلے گئے۔

چھبیسویں مجلس

۲۶ رمضان المبارک

”آج شام کو کھانے کے وقت ایک بہت بڑا مجمع بغیر اطلاع کے آگیا تھا جس کی بناء پر اکثر قدیم حضرات اور خدام کھانے سے رہ گئے اور ان کا بعد میں نظم کیا گیا، حضرت اقدس کو جب معلوم ہوا تو تنگانی کا اظہار فرمایا۔“

لایح بقدر ضرورت و بر محل ارشاد فرمایا: میں نے ایک قصہ اپنے والد صاحب اچھی چیز ہے، ورنہ بری سے سنا تھا۔ ایک صاحب بڑے عالم و بزرگ تھے انہوں نے اللہ جل شانہ سے درخواست کی، اے میرے مالک! اگر تو ایک لایح کو اٹھالے تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں، اسی کے سبب آدمی ملتا مارا پھرتا ہے۔ مختلف شہروں میں تجارتیں کرتا ہے اور اس کے لئے دعائیں کراتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ تم خدائی میں کون دخل دینے والے؟ انہوں نے عرض کیا بیشک آپ مالک ہیں، مگر ایک لایح ختم ہو جائے تو سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں، جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں تم سے تین دن کے لئے اٹھا لیتا ہوں انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ پوری دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ مجھے تو آپ نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تم سے تین دن کے لئے اٹھا لینا چاہتا ہوں وہ بزرگ استاد تھے سبق پڑھا رہے تھے، گھر سے آدمی آیا کہ آج سقا پانی بھرنے نہیں آیا

انہوں نے ایک طالب علم کو ستار کے گھر بھیجا مگر وہ کسی طرح تیار نہیں ہوا، اس کے بعد وہ دوسرے سقوں کی خوشامد کرتا رہا، مگر کوئی تیار نہ ہوا اتنے میں گھر سے آدمی آیا کہ آج بھنگن بھی نہیں آئی اتنے میں ایک آدمی اور گھر سے آیا کہ بازار میں کوئی دکاندار سامان دینے کے لئے تیار نہیں اب بہت پریشان ہوئے اور دعا کی، اے میرے مالک! ایک دن میں میں قبول کیا۔ تین دن تک بہت مشکل ہے۔ (کیونکہ کسی کو ان سے لالچ و احتیاج نہیں رہی)

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ حکمت و مصلحت سے خالی نہیں، اس لئے ”اکمال الیشم“ میں لالچ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ لالچ نہ ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقدر ضرورت اور بر محل ہو اسی طرح غصہ بری چیز ہے، مگر اپنے محل پر جائز ہے۔

اصنافہ: امام مازنی اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ محققین نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ازالہ کے لئے نہیں آئے، بلکہ امانہ کیلئے تشریف لائے ہیں استراک مجبید نے ”والکاطمین الغیظ“ فرمایا، اور یہ غصے کو پی جاتے دے ہیں، امام غزالی فرماتے ہیں، ”والفاقدین الغیظ“ نہیں کہا گیا کہ ان میں غصہ نہیں ہوتا بلکہ مومنین کی شان یہ بتائی گئی کہ غصہ کی موجودگی کے باوجود وہ اس کو ضبط کرتے ہیں اور محل پر اس کا اظہار کرتے ہیں۔

شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی

بھڑکتی نہ تھی خود بخود باگ ان کی

جہاں کر دیا نرم نرم گئے وہ

جہاں کر دیا گرم گرم گئے وہ

موسمی پھل اپنے موسم میں

نقصان وہ نہیں

نہ کہ جو چیز جس موسم میں پیدا ہوتی ہے وہ اس

میں نقصان وہ نہیں ہوتی۔ میری بھی یہی رائے ہے کسی موسمی چیز پر تنقید کرنا گویا تخلیق

پر تنقید ہے مالک کے ہر کام میں حکمت ہے بشرطیکہ اس کا استعمال صحیح ہو، البتہ غلط،

استعمال سے وہ غلط شمار کی جائے گی۔

موت کا مراقبہ میرے دوستو! دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے، ہر چیز میں اختلاف ہے، مگر مرنے میں کوئی اختلاف نہیں اس پر ہمارا ایمان ہے مگر جو زندگی دائمی ہے اس کے لئے کام کرنے کی ہمیں فرصت نہیں، روٹی کے لئے وقت نکل آتا ہے مگر ذکر کے لئے وقت نہیں نکلتا، ہندوستان و پاکستان کی تقسیم نے ہمیں سمجھا دیا کہ کوئی چیز ساتھ جانے والی نہیں، حج کے سلسلے میں مشائخ نے لکھا ہے کہ اس میں پورا نقشہ موت کا ہے کپڑے اتار کر ایک لنگی و چادر پہنی پڑتی ہے حاجی کو کوئی اسٹیشن تک پہنچانے جاتا ہے کوئی بمبئی تک پہنچا کر واپس چلا آتا ہے، روپے پیسے جائیداد سب ساتھ چھوڑ دیں گی۔

ارشاد فرمایا: گھنٹہ کی آواز سن کر ایک ندا آتی ہے۔

غافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھڑادی

ہمیں ہر وقت سوچتے رہنا چاہیے کہ عمر ختم ہوتی ہے بزرگوں سے ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ سوتے وقت ہمیں اس کا محاسبہ کر لینا چاہیے کہ کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ساتھ جانے والی ہیں اور کتنی چیزیں ایسی ہیں جن کو یہاں چھوڑ کر جانا ہے، موت کو خوب یاد کرو، حدیث میں بھی آیا ہے "اذا كروا هاهنا الذات" ایک جنازہ جا رہا تھا، ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ کس کا جنازہ ہے۔ انہوں نے فرمایا، "تیرا" اس کو تعجب ہوا تو فرمایا تیرا نہیں تو میرا ہی ہے، بیماری الموت یہ ساری چیزیں عبرت کے لئے ہیں۔ ہم پر غفلت کے پرے پڑے ہوئے ہیں دوسروں کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ حدیث کی کتابوں میں "كتاب الرقاق"، "كتاب الزهد"، پڑھتے وقت دھیان نہیں کرتے، ابھی بحث تو خوب ہوتی ہے مگر ان کو یونہی اڑا دیتے ہیں، سوتے وقت آدمی کو تھوڑا سا موت کا مراقبہ بھی کر لینا چاہیے۔

ستائیسویں مجلس

۲۷ رمضان المبارک

اسباب کا اختیار کرنا ارشاد فرمایا۔ ایک صاحب تقسیم سے پہلے پڑیا
توکل کے منافی نہیں میں ملازم تھے اور ہمارے حضرت رانیوری سے بیعت
تھے انھیں تبلیغ سے بھی جوڑ تھا، ایک مرتبہ ایک شب کے لئے وہ میرے یہاں مہمان ہوئے
انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ کی "فضائل صدقات" دیکھ کر میں نے ملازمت چھوڑ دی، میں نے
ان سے کہا کہ اس میں تو کہیں یہ نہیں لکھا ہوا ہے ہمارے اکابر ملازمت تو چھوڑ داتے نہیں۔
حضرت تمھارے رانیوری کا پورے ملازم تھے، ان کا خط حضرت گنگوہیؒ کے نام آیا کہ میں ملازمت
چھوڑنا چاہتا ہوں تو حضرت نے منع فرمایا، دوبارہ اس سلسلہ میں پھر خط آیا، تو اس مرتبہ بھی حضرت
نے منع فرمایا، میرے والد صاحب نے عرض کیا کہ جب وہ چھوڑنا چاہتے ہیں تو کیوں منع فرماتے
ہیں، حضرت نے فرمایا کہ تم اپنی طرف سے لکھ دو میری رائے منع ہی کی ہے، تیسری مرتبہ خط
آیا کہ میں نے ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون آگیا ہوں، اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور بڑی
دعائیں دیں۔

ہمارے اکابر کبھی یہ رائے نہیں دیتے کہ مسلمان بالقصد اپنے نفس کو توکل مستحب کے
امتحان میں ڈالے، ہاں جن اصحاب کی طبائع قوی پاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ مشاق و صواب
پر صبر کر سکتا ہے، اس کو اشارتاً ایسا فرمایا کرتے ہیں کہ اسباب معیشت سے مستغنی ہو کر متوکل

بن کر بیٹھ جاؤ۔

ارشاد فرمایا: میرے چچا جان نے اسباب کے طور پر کبریاں پال رکھی تھیں، اتفاقاً سب مر گئیں، فرمایا "مقدر کی بات اسباب اختیار کرنا چاہتا ہوں، مگر وہ اس نہیں آتے"۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" میں اپنے والد صاحب کے منامات کو لکھا ہے بڑی اچھی کتاب ہے بصوفت کے اعتبار سے بھی اور علم کے اعتبار سے بھی، اس میں چالیس منامات ذکر کئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک اسباب کی درخواست کی تو آپ نے میری طرف ایک توجہ فرمائی جس سے میرا دل تمام اسباب سے سرد ہو گیا، نہ تجارت، نہ بیوی نہ اولاد کسی سے کوئی علاقہ نہیں رہا پھر دوبارہ توجہ ڈالی تو ظاہر اسباب کے ساتھ رہا اور باطن ان سے الگ ہو گیا۔ میرے پیارے ملازمت وغیرہ ضرور ترک و حکم ہے مگر دل اس میں نہ لگاؤ بلکہ تقدیر پر اعتماد کرو، اس صورت میں اگر تنخواہ کم ہوگی، جب بھی پریشانی نہ ہوگی، مالک سے مانگنے کی عادت ڈالو۔

ارشاد فرمایا: بڑوں کے زمانے میں یہ اخبارات و لغویات نہیں تھیں، اکابر کی سوانح و ملفوظات خوب پڑھو میرے ملفوظات چھپوانے کے قابل نہیں جب تک کسی مفتی کو دکھانہ لویہ کتابیں جو یہاں مجلس میں پڑھی جا رہی ہیں ان کو خوب غور سے سنو بھائی دنیا کمانے سے میں منع نہیں کرتا۔ مگر موت کا مراقبہ کرتے رہو ہمارے بڑوں نے یہی نسخہ بتایا ہے۔ غم امروزی کے بجائے غم فردا کرو، بھائی اب دو دن اور باقی رہ گئے ہیں، کچھ کر لو۔

ارشاد فرمایا: "مراقاة شرح مشکوٰۃ" میں ملا کاروبار زندگی میں مشغول رہ کر بھی آدمی ولی بن سکتا ہے علی قاری نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ حج کو گئے وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر زارد قطار رہا۔ ہے یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اس کے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی اللہ سے واصل نہیں تھا۔ اس کے بعد منی گیا۔ ایام منی تاحسب میں کی شدید مشغولیت کے ہوتے ہیں وہاں میں

نے ایک تاجر کو دیکھا کہ اس نے ہزاروں کا کپڑا فروخت کیا جب میں اس کے قلب کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اپنی اس مشغولیت میں بھی ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے غافل نہیں تھا۔

ارشاد فرمایا:۔ ایک مرتبہ میرے حضرت "بنل" لکھوائے تھے میرا ذہن کہیں اور تھا۔ فرمایا "من باتو مشغول و تو با عمر و زید"۔ میں پانی پانی ہو گیا۔

فرمایا۔ تقسیم سے پہلے یہاں سہارنپور میں رات میں کثرت سے نشتہ آتے تھے اور عجیب عجیب صدائیں لگاتے تھے میں اس زمانے میں رمضان میں سویا نہیں کرتا تھا اب تو معدوم ہیں، معلوم نہیں وہ کہاں گئے ان کی صداؤں میں کبھی بڑی عبرت و نصیحت کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔

ذکر اگر آداب سے کیا جائے ایک صاحب نے سوال کیا کہ ذکر با بھر افضل ہے، یا ذکر تو رذائل دور ہو جائیں گے بالسر؛ جواب میں ارشاد فرمایا۔ میرے نزدیک وہی افضل ہے جو میں کراتا ہوں، میری بات یاد رکھو، اندر سے جوڑ لگا لو اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں۔

ط از در دوس شوا شتا و از بیردں بے گانہ شو

ہمارے اکابر کے یہاں تو یہی ہے کہ ذکر اگر پورے آداب سے کیا جائے تو سارے رذائل خود بخود نکل جائیں گے، پہلے زمانے میں ایک مدت دراز تک رذائل کو رذائل کہنے میں وقت صرف ہوتا تھا اس کے بعد ذکر بتایا جاتا تھا۔ مگر حضرت حاجی صاحب اور ہمارے اکابر نے دیکھا کہ اتنی طویل مدت کا صرف کرنا موجودہ دور میں مشکل ہے اس لئے پہلے ذکر ہی تجویز کرتے تھے، بشرطیکہ ذکر ذکر ہو، ذکر کے مختلف درجات ہیں اسی اعتبار سے اس کے اثرات ہوتے ہیں۔

آج تراویح کے بعد حدیث مسلسل "بالتمر والماء" کو پڑھ کر لوگوں کو اجازت مرحمت فرمائی اور جمع میں پھرارے تقسیم کئے گئے۔

اٹھائیسویں مجلس

۲۸ رمضان المبارک

سہارنپور کی دینداری ارشاد فرمایا :- میری لڑجوانی میں ایک ستیاج کلکتہ سے چلے۔ تقریباً ساٹھ سال ہوئے ہوں گے ان کا سہارنپور بھی اترنا ہوا انہوں نے اتر کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون سا شہر ہے ؟ لوگوں نے نام بتایا تو انہوں نے کہا کہ یہ نام تو میں نے نہیں سنا تھا مگر اسٹیشن پر چاروں طرف داڑھیاں ہی داڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ مکہ ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کے چاروں طرف اکابر کی خانقاہیں ہیں۔ گنگوہہ، تھانہ بھون، دلیو بند وغیرہ اس پر یہاں سے جا کر اس نے ایک مضمون لکھا تھا کہ ”میں نے ہندوستان میں بھی ایک مکہ دیکھا ہے“ میرے بچپن میں غیر مسلموں کو بھی رمضان المبارک میں ماتے میں کھانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ کچھ سی کے حکام پنج وغیرہ پردے میں کیا کرتے تھے اس قدر رمضان کا احترام تھا، مولوی منفعت علی صاحب دکیل تھے اور میرے ابا جان کے شاگرد تھے اخیر میں مفتی محمود صاحب سے ہا یہ پڑھی تھی۔ مجھ سے بہت اچھے تعلقات تھے انہوں نے مجھے ایک زوردار خط لکھا کہ آپ کا گھر سہارنپور میں مارے باغیوں کے ٹھیرنے کی جگہ ہے حضرت مدنی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرہ سب یہیں ٹھیرتے تھے وہ زائد انگریزوں سے سخت مخالفت کا چل رہا تھا، انہوں نے اپنے خط میں سیاست کے بارے میں میری رائے معلوم کی تھی، میں نے ان کو جواب دیا کہ سیاست تو میں جانتا نہیں، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ جس شہر کو لوگ مکہ سمجھتے تھے، وہاں طاقت کے زور سے دین مٹایا جا رہا ہے اور جہاں اپنی حکومت ہے وہاں اپنے ہاتھوں سے مٹایا جا رہا ہے ایک

صاحب بنارس سے پیدل حج کے لئے روانہ ہوئے اور یہ طے کیا کہ ہر چند قدم پر دو رکعت نماز پڑھوں گا ان کا کراچی تک جانا تو معلوم ہے اس کے بعد کی خبر نہیں وہ جہاں قیام کرتے وہاں ان کے اعزاء ملاقات کے لئے آتے رہتے وہ سہارنپور آکر ٹھہرے تو ان کے ایک عزیز جو بائیس تھے وہ اگرہ سے ملاقات کے لئے آئے انہوں نے سہارنپور کے کسی حجام سے داڑھی مونڈنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ آج تک تو میں نے کسی کی داڑھی نہیں مونڈی،

فسر دیا۔ محمد سے کسی حجام بیعت تھے جنہوں نے داڑھیاں مونڈنا چھوڑ دیا۔ دین اگر پکا ہو جائے تو سب آسان ہے۔ یہ سکھ اپنی داڑھیاں چھوڑتے ہیں اور اسلام میں تو یہ شعائر میں داخل ہے۔ سکھوں کے بارے میں ہم نے تو یہ نہیں سنا کہ ان کے کسی افسر نے داڑھی مونڈی ہو۔

حضرت گنگوہی کا نماز عید ارشاد فرمایا:۔ میں نے حضرت گنگوہی کے چچے عید کے لئے تشریف لے جانا۔ بالکی نماز پڑھی ہے۔ حضرت عید گاہ بالکی پر تشریف لے جاتے حضرت شیخ الہند بھی بالکی اٹھانے والوں میں شامل ہوتے، حضرت مجھے بھی اپنی بالکی پر بٹھا کر لے جاتے تھے، حضرت کاسفید عمار اور چو غا بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا۔ بعضوں پر لباس سجے اور بعضوں پر نہیں۔ مشائخ پر خوب سجتا تھا۔ حضرت تھانویؒ کو دیکھا۔ بڑے حضرت رائے پوریؒ اور حضرت چھوٹے رائے پوریؒ کو دیکھا۔ جمال اندر کی چیز ہے جو صباحت سے چمکتا ہے، صابن لوفٹ لٹنے سے جمال نہر آتا ہے۔ حضرت مدنی کے ساتھ اکثر میں نے جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ جب وہ خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لے جاتے تو بیت بھلا معلوم ہوتا۔ متبنی کا شعر ہے۔

حسن المحضارة مجلوب بتطلیت رف البداوة حسن غیر محلوب

شہر کا حسن بناوٹ کا اور دیہاتی حسن قدرتی ہوتا ہے۔ اللہ کا محمد پر یہ کرم ہے کہ بزرگوں کو اور ان کے آپس کے تعلقات کو خوب دیکھا،

حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی ارشاد فرمایا:۔ مولانا عمران خان بھوپالی کی سہارنپور تشریف آوری، صاحب کا بھوپال سے بغض خط

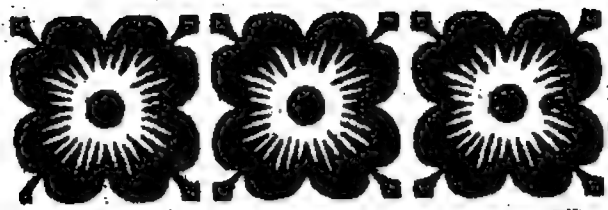
آیا کہ حضرت صاحب نوز اللہ مرقدہ اپنی ضرورت سے سہارنپور آنا چاہتے ہیں حضرت کے وہاں عزیز واقارب بھی ہیں اور معتقدین بھی ہیں لیکن حضرت اپنی بعض مصالح کی بنا پر وہاں قیام کا ارادہ نہیں رکھتے اور مدرسے میں قیام چاہتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ کھانے کا انتظام حضرت خود فرمائیں گے، آدمی اپنا ہوگا۔ اپنی مرضی سے جو چاہے، جب چاہے کھائیں گے۔ انہوں نے لکھا کہ میں آپ کی جانب سے نیابتاً ودکالتاً پیشکش کر چکا ہوں، مگر حضرت نے بغیر اس شرط کے قیام منظور نہیں فرمایا۔ اگر آپ کو یہ شرط منظور نہ ہو تو قیام کا کہیں اور انتظام کیا جائے، میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ سر آنگھوں پر ضرور تشریف لائیں، لیکن میری طرف سے درخواست ہے کہ اس شرط پر نظر ثانی کی گنجائش ہو تو ضرور فرمائیں، ان کا جواب آیا کہ اس پر نظر ثانی کی بالکل گنجائش نہیں۔ میں نے لکھا کہ ضرور تشریف لائیں اور جو شرطیں حضرت منظور فرمائیں۔ اس زمانے میں مدرسہ کا مہمان خانہ یہ بڑا کمرہ نہیں تھا بلکہ اس کے بالمقابل کے کتب خانہ کا چھوٹا کمرہ مہمان خانہ تھا جواب کتب خانہ کا جزر بن گیا۔ اس میں حضرت اقدس رانی پوریؒ کا قیام تھا۔ مولانا عمران خان صاحب کا تار آیا کہ کل حضرت صاحب پہنچ رہے ہیں۔ ان کے اس تار پر مجھے سناٹا سا آگیا اس لئے کہ مہمان خانہ کا وہی ایک کمرہ اور اس میں حضرت رانی پوریؒ کا قیام، حضرت سے یہ کہنا کہ تشریف لے جائیں ایک بہت اہم مہمان، آ رہے ہیں بہت مشکل اور حضرت شاہؒ کی آمر پران سے یہ عرض کرنا کہ آج تو مہمان خانہ خالی نہیں۔ مدرسہ کی سہ درسی میں قیام کریں، کل شام تک خالی ہو جائے گا، اس سے نامد و شوار، لیکن یہ ناکارہ حضرت رانی پوریؒ کے کشف و کرامات کو بار بار دیکھ چکا تھا۔ حضرت نے اگلے دن صبح کو از خود کہا کہ اجازت ہو تو آج واپسی کا خیال ہے حالانکہ وہ دن حضرت رانی پوریؒ کے قیام کا تھا۔ تین دن کے ارادے سے تشریف لائے تھے، حضرت کے اس ارشاد پر غیرت کے ساتھ ہنسی آگئی اور میں نے کہا کہ حضرت ضرور تشریف لے جائیں، حضرت نے ضرور اور ہنسنے کی وجہ پوچھی، تو میں نے سہماقتہ سنا دیا۔ حضرت نے تھوڑے سے تکررنا چہرے سے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے سے کیوں تکلف کیا۔ مجھ سے بے تکلف کہہ دینا چاہیے تھا۔ چونکہ تار میں کسی ٹرین کی تعین نہیں تھی اس لئے اسٹیشن پر کوئی نہ جاسکا کہ رقت معلوم نہ تھا۔ لیکن کھانا

مرچ اور بے مرچ دونوں طرح کا دوا دیوں کے بقدر تیار کر لیا، ظہر تک انتظار رہا، جب میں ظہر کی نماز پڑھ کر واپس ہوا، اس زمانے میں جلدی سے مسجد سے آنا ہوتا تھا تو مولانا یحییٰ صاحب کھنجر مسجد کے در میں ملے، ان سے پہلے کی واقفیت تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا قیام بھوپال میں ہے۔ ان سے مصافحہ پر میں نے حضرت شاہ کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا کہ تشریف لے آئے مسجد میں ہیں، میں صف پر بیٹھ گیا، حضرت شاہ صاحب سے نماز سے فراغت کے بعد اٹھ کر مصافحہ کیا، مصافحہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ کھانا تو نہیں کھایا یہ بات میں پہلے مولانا یحییٰ صاحب سے معلوم کر چکا تھا، حضرت نے فرمایا کھایا تو نہیں ہے مگر ابھی کچھ رغبت بھی نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ظہر تک اگر رغبت نہیں ہے تو پھر لب ہوگی، جناب کی شرط کے خلاف تو ذرا اصرار نہیں، لیکن ہم طالب علموں کو تکلف تو آتا نہیں، بے تکلف عرض ہے کہ کھانا پر ہیزی و بے پر ہیزی یعنی مرچ و بے مرچ کا تیار ہے جو میں نے احتیاطاً تیار کر لیا تھا۔ حضرت نے کچھ سکوت فرمایا۔ میں نے مولوسی حبیبی سے کہا کہ تمہاری تو کوئی کسرط نہیں، تم تو کھالو اور حضرت کو رغبت ہوگی تو ایک آدھ لقمہ نوش فرمالیں گے۔ مجھے اس وقت کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تبسم سے زائد ضحک آمیز فقرہ خوب یاد ہے، کہ بہت اچھا۔ تو محاسن نے دوسرا فقرہ وہی بیٹھے بیٹھے کہا کہ حضرت دوسری درخواست اور ہے کہ میرے پال تو اس وقت حدیث پاک کا سبق ہے یہ مولوسی شفیق گنگوہی شہم بھوپالی ان سے آپ بھی واقف ہوں گے اس وقت ان کا قیام سہارنپور میں مستقل تھا اور حضرت شاہ صاحب کے معتقد تھے، یہاں موجود ہیں حضرت تو جہان خانہ تشریف لے چلیں یہ مولوسی شفیق صاحب وہیں کھانا لاکر حضرت کو کھلا دیں گے۔ انشا اللہ عصر بعد نماز کا اس پر حضرت نے بہت اظہارِ مسرت فرما کر بہت اچھا بہت اچھا فرمایا اور یہ بھی سنایا، ایسی بے تکلفی بہت اچھی۔ میں مولوسی شفیق کو ساتھ لاکر ان کے ہمراہ دونوں طرح کے کھانے روانہ کر کے اپنے کام میں لگ گیا، حضرت نے کھانا کھا کر آرام فرمایا، عصر میں ملاقات ہوئی میں نے تحقیق کی حضرت نے کچھ کپڑا یا نہیں معلوم ہوا کہ چونکہ ظہر کے بعد کھانا ہوا تھا اس لئے اس وقت رغبت نہیں ہے اس وجہ سے اس وقت کوئی انتظام

نہیں فرمایا، عصر کے بعد چائے کی مجلس میں شرکت ہوئی، کچھ میرے گستاخانہ فقرے کچھ حضرت کے شفقت آمیز فقرے ہوتے رہے۔ مغرب کے قریب میں نے عرض کیا حضرت میرا معمول سالہا سال سے صرف ایک وقت کھانے کا ہے، شام کو تو ہے نہیں اس لئے صبح کو انشاء اللہ آپ کی محبت میں کھاؤں گا اور اس وقت مجھے تو مشغولی ہے اور آپ کو بھی اپنے اور اور وظائف میں مشغولی ہوگی، اس لئے اور پر تشریف لے جائیں، میں تھوڑا سا کھانا بھائی یحییٰ کی نیت سے صبح دس گا۔ آپ کو، خواہش ہو تو آپ بھی نوش سہ مالیں، اس پر پھر تبسم فرمایا اور اور پر تشریف لے گئے، میں نے حسب معمول دوسری شفقت کے ہاتھ کھانا بھیج دیا، معلوم نہیں نوش فرمایا یا نہیں نوش فرمایا۔ میں نے پھر دریافت نہیں کیا۔ صبح کی چائے میں میں نے حضرت کے لئے دو انڈے بنوائے، حضرت نے انڈوں کے خلاف بڑا زوردار وعظ فرمایا میں نے وہ رکابی اٹھا کر ادھچکے سے اسے ہٹاتے ہوئے عرض کیا کہ یہ قول شاذ ہے، اطباء یونان ڈاکٹر مریو پیٹھک والے اجماعاً اس کے کھانے پر متفق ہیں، چائے سے فراغ کے بعد میں نے کہا کہ حدیث کا ارشاد ہے "الضیافۃ ثلاث" لہذا تین دن تو آپ بمقتضائے حدیث آپ میرے مہمان ہیں، اس کے بعد آپ آزاد مہموں گئے حضرت بہت ہنسے اور فرمایا "میں نے پہلے ہی سے سن رکھا تھا، تصدیق ہو گئی" ایک ہفتہ سے زائد حضرت کا قیام رہا اور میرے مہمان رہے۔ دوسرے دن سے میرے سبق کے اندر بھی بیت اہتمام سے تشریف لے جانے لگے۔ یہاں پر حضرت کی طبیعت ایسی لگی کہ جانے کے وقت فرمانے لگے: آپ کے پاس سے جانے کا جی نہیں چاہتا! اسباق میں بھی بہت دعائیں دیتے اور مسرت کا اظہار فرماتے یہاں کے تشریف بری کے بعد ابتداء بہت سے خطوط بلانے کے آتے رہے۔ مگر مقدر کی حاضری نہ ہو سکی اور حضرت کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ارشاد فرمایا: مجھے مولانا مناظر احسن گیلانی سے ایک ملاقات، کی زیارت کبھی نہیں ہوئی مگر ان کا اسم گرامی کثرت سے سنتا رہا۔ اور ان کے علمی و تالیفی حالات بھی مجھے معلوم ہوتے رہے وہ دارالعلوم دیوبند

کے نمبر تھے اور مجلس شوریٰ میں ہمیشہ تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحب مولانا
 عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کامیرے پاس آدنی پونچا کہ مولانا مناظر احسن خید آبادی تشریف
 لائے ہوئے ہیں اور وہ تجھ سے ملنا چاہتے ہیں، میں ان کا نام سن کر بہت فرح ہو ملاقات کا
 بالکل جی نہیں چاہتا تھا اس لئے کہ میں بڑے آدمیوں سے ملاقات کرتے ہوئے ہمیشہ گھبراتا رہا لیکن چونکہ
 پیام یہ تھا کہ وہ تجھ سے ملنے آئے ہیں اس لئے فدا حاضر ہوا مولانا مرحوم نے بڑے تپاک سے
 اٹھ کر مصافحہ و محالہ کیا اور فرمایا کہ ”تجھ سے ملنے کا کئی سال سے بہت ہی اشتیاق تھا، اس لئے کہ
 میری جسمانی ملاقات اگرچہ کہ نہیں ہوئی مگر روحانی ملاقات روزانہ ایک گھنٹہ ہمیشہ رہتی ہے جب
 اللو کب الدر سی طبع ہوئی ہے۔ ترمذی پڑھانے کے لئے ایک گھنٹہ اس کا مطالعہ بہت اہتمام
 سے کرتا ہوں گویا آپ کی مجلس میں رہتا ہوں۔ یہ کتاب طالب علموں سے زیادہ مدرسین کے لئے
 زیادہ مفید ہے۔ ترمذی پڑھانے والے کئے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں، اھ بلقند جہاں تک یاد
 ہے ایک دو گھنٹہ کے بعد چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر پڑھ بیٹھے وہ آئے تھے اور اریجے واپس
 دلور بند تشریف لے گئے۔



انتیسویں مجلس

۲۹ رمضان المبارک

یہاں کے اثرات کو ارشاد فرمایا: ایک بات خصوصیت سے رمضان میں کہتا ہوں
 باقی رکھنے کی صورت اور بار بار کہتا رہا ہوں اور اہتمام سے کہوں بھائی دیکھو جہاں
 میں نے نسبت کی چار قسمیں بتائی تھیں ان میں ایک نسبت انعکاسی ہے جو بہت جلد غائب ہو جاتی
 ہے یہاں سے جانے کے بعد دو تین مہینے تک کثرت سے خطوط آتے رہتے ہیں اور ان میں قدر مشترک
 کے طور پر یہ ہوتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں رہنے کی جو برکت تھی وہ اب معلوم نہیں ہوتی یہ ماحول
 کا اثر ہے۔ میرے پیارے! میرے معمولات بہت محدود و مختصر ہیں، زیادہ نہیں وہ اگر پابندی سے کرتے
 رہو گے تو ان کا اثر وہاں بھی معلوم ہو گا میں بار بار کہتا رہا ہوں کہ بے ضرورت بات نہ کرو، تو اصلاً ارشاد
 فرمایا: اپنی حالت مجھے معلوم ہے، بھائی افضل رائے پور گئے تھے، معلوم ہوا کہ وہاں حافظ عبد العزیز
 صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ وہ رمضان میں انتہائی مشغول رہتے ہیں اس سے خوشی ہوئی، میں
 تم کو وصیت کرتا ہوں کہ رمضان پوری کیسویں سے گزارو اگر پورے مہینے کا اعتکاف کرنا چاہو تو میں
 نے اجازت دے رکھی ہے ایک صاحب نے اس پر اعتراض کیا کہ پورے مہینے کا اعتکاف کہاں سے
 ثابت ہے؟ میں نے جواب دیا کہ بخاری کی حدیث سے حضورؐ نے دس دس دن کے اعتکاف کی
 نیت شب قدر کے تلاش میں کی تھی، حضورؐ کی اتباع کرو کہ دس دس دن کی نیت کر لیا کرو۔
 میں خواہشمند ہوں کہ اجازت نہیں دیتا ارشاد فرمایا: ابتدائی نسبت انعکاسی تو
 بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے، مگر اجازت کے بارے میں ایک اصول ہے جو اپنے واردات بتاتا

ہے اور اس کا خواہشمند ہوتا ہے اس کو میں اجازت نہیں دیتا، خواہ اس کے حالات کتنے ہی اچھے ہوں، حدیث میں بھی آیا ہے "ان لا تولى من طلب منك الامارة" جو امارت کا طالب ہو میں اس کو امیر نہیں بناتا، میں نے اپنے اکابر کی پانچ بیڑھیاں دیکھی ہیں، حضرت گنگوہیؒ سے لے کر اب تک کے حضرات کو دیکھ رہا ہوں، میں نے دیکھا جن صاحب کی اجازت میں خواہش کا ثابہ بھی شامل رہا ان کی بات نہیں چلی اور جن پر اجازت تھوپی گئی ان سے خوب کام ہوا۔

"خطائے بزرگاں گرفتار خطا است کا مطلب ارشاد مندرجہ بالا بٹوں کی چیزوں پر اعتراض نہ کرو، اگر تمہاری عقل مانے تو مان لو ورنہ ان کو اللہ کے حوالے کر دو، جن کو اجازت دی گئی اور جس بزرگ نے اجازت دی وہ دونوں ذمہ دار ہوں گے۔ اس طرح کے بیجا سوالات سے نہ دنیا کا فائدہ اور نہ آخرت کا، ایک بزرگ تھے وہ مخلوق سے بھاگتے تھے یہاں تک کہ بالآخر وہ عاجز آگئے اور ان کے ارد گرد کافی ہجوم جمع ہو گیا اور رونا بڑھتا رہا ایک دن انہوں نے اعلان کیا کہ میرے حجرے کے قریب کوئی نہ آئے چاروں طرف اس کی اطلاع کر دی، خدام کو منع کرنے سے اور تحقیقات کی دلچسپی ہوتی ہے، چنانچہ ۱۲ بجے شب میں ایک عورت نہایت حسین و جمیل آئی تو ان کے حجرے کے کپڑے خود بخود کھل گئے، وہ اندر داخل ہوئی اور کپڑا بند ہو گئے۔ بابر ایک شور و منگاہ برپا ہو گیا، ہم نے لیگ و کانگریس کے دور میں دیکھا ہے کہ ایک ہی آدمی کے بارے میں زندہ باد و مردہ باد کے نعرے بدلتے رہے بہر حال ان بزرگ نے صبح کے وقت کپڑا کھولے تو سارا مجمع منتشر ہو گیا تھا، صرف ایک آدمی رہ گیا تھا، اس نے کہا حضرت میں نے آپ کے لئے پانی گرم کر رکھا ہے، ان بزرگ نے دریافت کیا، کہ تم کیوں نہیں گئے؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ کو پیر بنا رکھا ہے، نبی نہیں بنایا! اس کے جواب سے وہ بہت خوش ہوئے اور اس کو اپنے سینے سے لگالیا اور اس کو اجازت دے دی، اجازت میں تعلقات کو بھی دخل ہوتا ہے ان بزرگ نے کہا کہ مجرم بہت تھا میں نے دنیا سے کہا کہ تم اس صورت میں میرے پاس آ جاؤ وہ آگئی تھی دنیا کے عورت کی صورت میں آنے کے بہت سے قصے ہیں، مفتی صاحب کے ڈر سے بعض قصے نہیں سناتا۔

جو دنیا سے تعلق رہتا ہے ارشاد فرمایا۔ ایک سیاح تھا۔ وہ سیاحت کرتا ہوا

اسکے پاس یہ ذریعہ ہو کر آئی ہو ایک جنگل بیابان میں پہنچا وہاں ایک مسجد تھی،

اس کے تینوں کونے پر تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے، یہ جا کر چوتھے کونے پر بیٹھ گیا اور ان لوگوں کی فراغت کا انتظار کرتا رہا۔ دوپہر ہو چکی تھی اور خوب بھوک لگی تھی اتنے میں ایک خوبصورت عورت،

(دنیا) جو عورت کی صحبت میں آئی، کھانے کا خانہ سر پہ لئے مجھے آئی، اس عورت نے آکر تین خانہ مسجد کے تینوں کونوں پر لا کر رکھا کھانے کی خوشبو پوری مسجد میں پھیل گئی اس نے ہر ایک کے سامنے پیٹ پیا لے وغیرہ لگائے اور ہر ایک سے خوشامد کرتی رہی کہ حضرت کھانا کھالیں مگر کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا، اس آدمی کو تعجب ہو رہا تھا کہ کیا بات ہے، بہت خوشامد کے بعد ہر ایک کا ہاتھ دھلایا۔ پس ان لوگوں نے

کھانا شروع کیا اور ہڈی نکال نکال کر اس عورت کے منہ پر مارتے جاتے تھے اس نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے مگر اجنبی ہونے کی وجہ سے خاموش رہا چنانچہ ان تینوں نے کھانے سے فراغت حاصل کی تو اس عورت نے ان کے ہاتھ دھوائے اور نہایت عمدہ رمال سے ان کے ہاتھ صاف کئے اس کے بعد وہ اس

آدمی کے پاس آئی اور کہا کہ کھانا کھا لو اور جلدی کرو اس نے بھی ہلکی سی اس عورت کو مارنا شروع کیا تو اس نے طمانچہ کھینچ کر اس کو لگایا تو سیاح نے کہا کہ یہاں کا یہ دستور نہیں ہے، اس عورت نے کہا کہ میں ہوں دنیا یہ لوگ مجھ سے بے تعلق تھے۔ اس لئے مجھے ان کی خوشامد کرنی پڑی، اور تم شروع سے گھورے

تھے اس لئے تمہارے لئے یہی ہے (حدیث میں دنیا کے عورت کی صورت میں آنے کا ذکر ہے)

اس نے کہا، کہ چونکہ ان بزرگوں کے پاس بیٹھے ہوئے، اس لئے ان کی برکت سے یہ بھی اس طرح مل گیا ورنہ تجھے کوئی نہ پوچھتا، ہم القوم لا یشق ابھم جلیسم۔" مے خانے کا محروم بھی محروم

نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اچھے لوگوں کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال عطر فروشن کی طرح ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والوں کو خوشبو محسوس ہوتی رہتی ہے اور بے ہنشین کی مثال ایسی ہے

جیسے کوئی بھٹی جلانے والے کے پاس بیٹھے یا تو وہ تمہارے کپڑے جلانے لگی یا تم اس کا دھواں پاؤ گے۔

تیسویں مجلس

یکم شوال - عید مبارک

عید کی نماز کا اعلان: ۲۹ رمضان المبارک کو رویت ہلال کا ثبوت ہو گیا۔ اس لئے اعلان کیا گیا کہ یہاں مسجد میں عید کی نماز ۷ بجے ہوگی، اور عید گاہ میں ۱۱ بجے ہوگی۔
 ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا تھا جب کہ میری عمر ۸ سال کی تھی، عید کی خوشی دو تین دن پہلے سے شروع ہو جاتی تھی، اور ایک زمانہ ایسا آیا کہ یہ تمنا رہتی ہے کہ کاش ۲۹ کے بجائے ۳۰ کا چاند ہو جلتے، حج سے فراغت کے بعد لوگوں کو گھر بہت یاد آتا ہے، وہاں میں نے بہت سمجھایا کہ یہاں کے ایام کو غنیمت سمجھو، مگر منیٰ سے واپسی کے بعد واپس جانے کے تقاضے شروع ہو جاتے ہیں، وہی منظر آج یہاں ہے۔

مولانا نور محمد صاحب ام المجلدات کے ناظم اعلیٰ تھے، وہ راتے پور رہا کرتے تھے کہ گو تھے، مگر بات میں مسخروں تھا وہ اگر بڑے حضرت رام پورٹی کو سنا جاتے، کہ فلان نے چاند دیکھا، اور فلان نے دیکھا، دس بارہ آدمیوں کے نام گنا جاتے، حضرت فرماتے کہ تم نے بھی دیکھا تو کہتے نہیں۔
مری حقیقی حق تعالیٰ ہے ارشاد فرمایا: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ صرف وسیلہ ہے نے جس وقت تھانہ بھون میں قیام فرمایا، اس وقت وہاں سہ دری نہ تھی، حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھاوی قدس سرہ العزیز بھی وہاں تشریف لایا کرتے تھے، وہاں ایک خاندان تھا ان کی زمین ضبط ہو گئی تھی، اور وہ لوگ کوشش کر رہے تھے حضرت

میاں جیو کے پاس وہ لوگ دعا کے لئے آتے، تو حضرت میاں جیو نے فرمایا، کہ میرے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے، یہاں ان کے لئے سہ دری بنوادو، میں دعا کروں گا، انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا، وہ مقدمہ الہ آباد میں جا کر موافق ہو گیا، جس کی اطلاع ایک خاص خط سے ہوئی، انہوں نے حضرت میاں جیو سے تذکرہ کیا، تو حضرت نے فرمایا، کہ وعدہ بھی یاد ہے۔ انہوں نے کہا، حضرت سہ دری بنوانے کی قوت نہیں، ادھی بنوادیں گے، حضرت نے فرمایا، بہت اچھا ادھی سہی، پھر الہ آباد سے باضابطہ حکم آیا، تاحیات تو معاف تمہارے بعد پھر ضبط، پھر انہوں نے آکر حضرت سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا ”تمہیں نے تو ادھا کیا ہے، میں کیا کروں؟“

فرمایا اِنْ عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، کے مطابق اللہ جل شانہ معاملہ فرماتے ہیں، پیر بھی کچھ نہیں، تربیت کرنے والا اللہ ہے۔

دیرو حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا ہم کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں
بیعت کے تعلق کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب میں تربیت کا سبب بنایا ہے، حق تعالیٰ ہر ایک کی تربیت کرنا چاہیں، وہ دین و دنیا دونوں دینا چاہتے ہیں، خوب مانگو، اس کریم کے ہاں کمی نہیں۔

اخلاص و خوشامد سے مانگنے کی لذت فرمایا: حق تعالیٰ بے حساب دینا چاہتا ہے
وَمَا كَانَ عَطَاؤُكَ مَحْذُورًا کیمیا سیکھنے والے بادشاہ کا قصہ سن چکے ہو، اخلاص و خوشامد سے مانگنے میں لذت ہے، تبلیغ والوں کی ان باتوں کا میں مخالف ہوں جو یہ کہتے ہیں، کہ ایک چلہ لگا دو تو فلاں کام ہو جائے گا، یہ کہو کہ اخلاص سے کام کرو، پھر دیکھو۔

ایک مولوی صاحب کہیں وعظ کے لئے گئے، انہوں نے اپنے وعظ میں کہا ”وہ در دنیا ستر در آخرت اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر دس گنا بدلہ دیتا میں اور ستر گنا آخرت میں ملتا ہے، بھائی ہم مولویوں کی صورت بھی صورت سوال ہے، ایک غریب آدمی تھا، اس نے محنت و مشقت سے سو روپے اکٹھا کئے تھے، اس نے پوری رقم لاکر مولوی صاحب کو دے دی اور واپس جا کر منتظر رہا کہ کب ایک ہزار ملتے ہیں

رات میں جہاں ذرا کھٹکا ہوا، وہ سمجھتا کہ شاید کہیں سے کوئی رقم لارہا ہے۔ بالآخر صبح ہوئی، اس کو بہت پریشانی ہوئی، اور ہٹ کی شکایت ہو گئی، دست آنے شروع ہو گئے، شام تک یہی حالت تھی چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ اس نے اس وعظ مولوی کو بہت برا بھلا کہا، مولوی صاحب یہاں سے وعظ کہہ کر آگے چلے گئے تھے۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا، مجھے جنگل میں ڈال دو، چنانچہ ڈال دیا گیا۔ وہاں وہ ڈھیلے سے استنجا کرتا رہا اور ریت سے کھڑج کھڑج کر ٹھیکرے تلاش کرتا رہا، بالآخر اس کو ایک موٹا ٹھیکر ملا۔ اس کو کھودنے میں ایک آواز سی آئی۔ اس کو سن کر اس کے جان میں جان آئی۔ اور کھودا تو اس کو روپے کی ایک ہانڈی مل گئی۔ اس میں ایک ہزار روپے تھے۔ بہت خوش ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہ مولوی صاحب وعظ کہنے آئے، تو اس نے ان سے کہا، مولوی جی! تمہاری بات تو سچ ہے، مگر تم نے یہ نہیں بتایا تھا، کہ اس راستے میں اس قدر مصیبت بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

روپے کا نشہ ارشاد فرمایا: ستور روپے میں ایک بوتل شراب کا نشہ ہوتا ہے، ایک حجام تھا، وہ ایک بادشاہ کی حجامت بنانے کے لئے اس کے سر پرانے بیٹھا اور کچھ منمنارہا تھا کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے میرا لڑکا اور ان کی لڑکی، یعنی دونوں کی شادی ہو جائے، بادشاہ کو سن کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے اپنے وزراء کو جمع کیا کہ اس حجام کو پھانسی دی جلاتے۔ ایک تجربہ کار وزیر نے کہا، کمال بھی اس کو سزا نہ دیں، دوسری جگہ بیٹھ کر حجامت بنوائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا تو یہ حجام خاموش رہا۔ اس کے بعد پھر اس وزیر نے کہا کہ اب پہلی جگہ تشریف لائیں، وہاں بیٹھنے کے بعد وہی قصہ پیش آیا۔ اس وزیر نے کہا کہ آپ کے سر پرانے خزانہ پوشیدہ ہے یہ اس پر بیٹھنے کا اثر ہے۔ چنانچہ اس جگہ کی کھودائی ہوئی، تو خزانہ برآمد ہوا۔

ارشاد فرمایا: جو کچھ آخرت کے بنک میں جمع کرنا ہے۔ جمع کر دو، بد نظری، بد کرداری ہر طرح کی معاصی میں علماء و مشائخ مبتلا ہیں، غیبت کو تو ہم لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اعتدال کا باب قابل مطالعہ ہے۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اکابر کے طریقہ کو لازم پکڑو ارشاد فرمایا:۔ ہمارے بزرگوں کی ایک ایک ادا دانتوں سے پکڑنے کے قابل ہے جب سے میں نے سنا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ تیس تاریخ کو الم ترکیف سے تراویح پڑھتے تھے، اگر آج چاند نہ ہوا ہوتا، تو میرا بھی ارادہ تھا کہ عبدالرحیم سے کہوں کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھا دے۔

فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتعداد لا تحفی احسانات ہیں، اس لئے کثرت سے درود پڑھتے رہو، اور کلمہ سوم کا درود رکھو۔

عید کی صبح کو نماز سے پہلے حضرت اقدس مدنیو ضہم نے حدیث مسلسل بالا ولینہ کو پڑھ کر ہر سال کے دستور کے مطابق اس کی اجازت مرحمت فرمائی، عید کی نماز حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے پڑھائی، حق تعالیٰ اس رشد و ہدایت کے سرچشمہ حضرت اقدس مدنیو ضہم کے سائے کو ہمارے سردں پر بانی رکھنا دیر قائم و دائم رکھے، آمین۔

ضمیمہ ”آئندہ کے صفحات پر ۱۸۸۸ھ کے رمضان المبارک کے ملفوظات کو خصوصیت سے نیز اس کے علاوہ کے ملفوظات کو بھی ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں البتہ کلمات کو حذف کر دیا ہے اور مضامین میں ترتیب قائم کر دی ہے“

تبلیغی جماعت اور مدارس:۔ تبلیغی جماعت سے حضرت اقدس مدنیو ضہم کا جو سرپرستی کا تعلق ہے، اس کو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے سواخ یوسفیؒ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

”حضرت شیخ الحدیث صاحب کی سرپرستی، فکر مندی و دل سوزی

صاحب سواخ اور دعوت تحریک کے جسم و جان و رگ وریشہ میں اس طرح

بیوست ہو گئی ہے۔“ شاخ گل میں جس طرح بادِ سحر گاہی کا نم

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا:۔ میں نظام الدین کی تبلیغ کا بہت معتقد ہو گیا ہوں، چچا جان

کے زمانے میں کم اور مولوی یوسف مرحوم کے دور میں اس کا بہت معتقد ہو گیا ہوں۔ اس لئے اپنے تمام متعلقین کو ہدایت کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اس میں تعاون کیا جاتے۔ صحیح بخاری میں شب قدر کے سلسلے میں آیا ہے: ”قد تواطت“۔ خوابوں کا اتفاق ہو گیا ہے۔ اسی طرح تبلیغ کے سلسلے میں بھی بہت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات ہیں۔ تبلیغ کے سلسلے میں ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ تبلیغ والے مدارس کے مخالف ہیں مگر یہ بات صحیح نہیں، مجھ سے کلکتہ و بمبئی کے سینکڑوں آدمیوں نے بیان کیا کہ ہمارا علماء مدارس سے کوئی تعلق نہیں تھا، مگر اس کام کے ذریعہ تعلق پیدا ہوا، اس کام کی برکت سے ہزاروں آدمیوں نے بلکہ لاکھوں آدمیوں نے شراب چھوڑ دی اور تائب ہوئے چونکہ اس کام میں بہت سے شرابی وغیرہ تائب ہو کر لگتے ہیں اس لئے ان کی طرف سے بے اعتدالیاں ہو جاتی ہیں، ان کو مناسب انداز میں ٹوکنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر تم یہ نہ کر سکو تو رسم کو لکھو، ہم تو بڑے بڑوں کو ٹوکتے ہیں، مجھے اپنے چچا جان سے تبلیغ کے بارے میں کئی چیزوں میں اختلاف تھا، مگر وہ فرماتے تھے کہ جتنا تبلیغ کا یہ مخالف ہے اور کوئی نہیں مگر اس کے باوجود جتنا نفع اس سے پہنچا اور کسی سے نہیں، ایک مرتبہ چچا جان نے خواب دیکھا کہ آگے آگے چچا جان اور ان کے پیچھے میں ہوں اور میرے پیچھے حضرت بہارنپوریؒ اس خواب کو چچا جان نے حضرت رامپوریؒ سے بیان کیا۔ حضرت نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ کی تقویت حضرت شیخ مے ہے اور ان کی پشت پر حضرت بہارنپوریؒ ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہم اسے یہاں سکوت ہے اور نظام الدین کے حضرت کے یہاں حرکت، حضرت مولانا العالم الحسن صاحب مدظلہ نے ایک خواب سنایا کہ کسی بزرگ نے خواب میں فرمایا کہ تبلیغ صرف زبان و دماغ و کاغذ سے نہیں چلے گی، بلکہ مجاہدے اور جان و مال کو سچھا اور کرنے اور دعاؤں سے چلے گی، حضرت اقدس نے فرمایا کہ انہوں نے صحیح کیا۔

مشاجرت صحابہ کرامؓ کو نبیؐ کی طرح ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عملی تعلیم کے لئے تکمیل دین کے لئے پیش آئے مبعوث ہوئے تھے، اور یہی ضرورت نبیؐ کی ہوتی ہے کہ امت کے لئے جو احکام نازل ہوں وہ ان کو عملی جامہ پہنا کر جاری کر جاتے تاکہ بعد والوں کو یہ

کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ ان پر عمل کیسے ہو سکتا ہے ایسی حالت میں قوانین دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو شان نبوت کے منافی نہیں، ان کا صدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر میں صبح کی نماز کے لئے آنکھ نہیں کھل سکی یہ واقعہ ایک مرتبہ تو قطعاً پیش آیا۔ اور محققین کی رائے یہ ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ دو تین مرتبہ پیش آیا۔ چونکہ یہ فعل شان نبوت کے منافی نہ تھا، اس لئے حضورؐ کی ذات سے صادر ہوا، اسی طرح نماز میں سہو ہو جانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار پیش آیا، جس کے بارے میں خود حضورؐ کا ارشاد ہے۔ ”اِنِّیْ لَا اِنْسِیْ وَلٰکِنْ اِنْسِیْ الْخَطَّ“ (موطا مالک) میں بھولتا نہیں ہوں، بلکہ بھلا یا جاتا ہوں۔ تاکہ سنت (طریقہ) جاری کر جاؤں، حضرت بریرہؓ کے قصہ میں آیا ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو خرید کر آزاد کرنا چاہتی تھیں مگر حضرت بریرہؓ کے آقا اپنے لئے ولار کی شرط لگاتے تھے جب حضورؐ کو معلوم ہو تو آپ نے فرمایا اشتری واشترطی لبعض علمائے اس روایت میں اشترطی پر کلام کیا ہے کیونکہ بیع میں اس طرح کی شرط لگانا ناجائز ہے جبکہ دوسری روایت میں ”الولار لمن“ آگیا ہے، مگر میری رائے ہے، یہ بالکل صحیح ہے، ایک بیع باطل ہے اور ایک بیع فاسد، حنفیہ کے نزدیک شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، مگر مفید ملک ہے۔ اس حدیث سے بیع فاسد کا جواز بتایا گیا ہے۔

اس طرح کے افعال حضورؐ سے بیان جواز کے لئے تعلیماً صادر ہوتے، اس پر عمل کرنے سے آپ کو پورا ثواب ملتا تھا۔

اسی طرح جو افعال شان نبوت کے منافی تھے۔ وہ صحابہ کرامؓ سے کرائے گئے! انہوں نے خود اس کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ کہ ہمارے ذریعہ اپنے دین کی تکمیل کر لیں، ہم سنگسار ہونے کے لئے تیار ہیں، ہاتھ کٹوانے کے لئے تیار ہیں۔ ان افعال کی قیامت میں کمی نہیں، حضرت عائشہؓ و حضرت فاطمہؓ کو سنگسار کیا گیا۔ اور ان لوگوں کے ذریعہ دین کی تکمیل کی گئی۔ ع

تو مشق ناز و دُعا عالم کہ میری گردن پر

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے مشاہیرات، جنگ جمل و صفین وغیرہ سب تکوینی طور پر پیش آئے حضورؐ کے زمانے میں حکومت پر لڑائی کرنا کفر تھا۔ کیونکہ جس جانب حضورؐ کا فیصلہ ہوتا، وہ قطعی تھا

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت میں اس کا موقع دیا گیا کہ حضورؐ کے وصال کے صدرے کا صحابہ کرامؓ سے منحل ہو جائے۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں فقہی لحاظ سے دین کی تکمیل کی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اختلافات شروع ہوئے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں تاکہ دونوں طرف کے اصول و ضوابط معرض وجود میں آجائیں۔ اور اس طرح دین کی تکمیل ہو سکے، ہم نے صحابہ کرامؓ کو نہیں سمجھا۔ وہ ہم کو حکومت و سیاست کے اصول وغیرہ ہر چیز کے دکھلا گئے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الا اعتدال ص ۲۲۹۔

علماء کا اختلاف اچھی چیز ہے ارشاد فرمایا: میرے والد صاحبؒ فرماتے تھے کہ علماء کا اور مخالفت بری ہے۔ اختلاف اچھی چیز ہے۔ میں نے نسخہ سے حدیث کی کتاب پڑھانی شروع کی تھی۔ اور آج تک ہر سبق میں اس کو بیان کرتا ہوں۔ آج کل معذوریوں کی وجہ سے سبق کا سلسلہ بند ہو گیا ہے (میرے والد صاحبؒ ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔ ایک صاحب بڑے عالم بلکہ علامہ تھے سینکڑوں شاگرد اور ہزاروں مرید تھے، ان کا ایک لڑکا تھا۔ لیکن اس نے کوئی علمی کمال نہیں پیدا کیا جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اس کو بلا کر کہا کہ جب تم سے کوئی مسئلہ دریافت کرے تو اس سے کہہ دینا کہ اس مسئلہ پر علماء کا اختلاف ہے۔ بلکہ جماع کے وقت کی دعا تک میں اختلاف ہے کہ ازار بند کھولنے سے پہلے پڑھنا چاہیے یا بعد میں، مدت حمل، نماز جنازہ کی تکبیرات تک میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے ضابطہ تو انہوں نے صحیح بتایا، اختلاف ائمہ مجھے پسند ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مقولہ گزر چکا کہ صحابہ کرامؓ کے کسی مسئلہ میں اتفاق سے مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی، جتنی اختلاف سے کیونکہ اختلاف کی وجہ سے گناہ پیش رہتی ہے، یہ اختلاف بڑی مبارک چیز ہے۔ البتہ مخالفت بُری چیز ہے۔ میرے والد صاحبؒ کو حضرت گنگوہیؒ اور حضرت سہارنپوریؒ سے جو تعلق تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ مگر بعض مسائل میں ان حضرات سے اختلاف بھی تھا۔ میرے حضرت سہارنپوریؒ بعض لوگوں سے خود فرماتے ہیں کہ فلاں چیز میرے نزدیک جائز نہیں لیکن مولوی یحییٰ صاحبؒ کے نزدیک جائز ہے۔ تیرا دل چاہے اوپر جا کر ان سے پوچھ لو، اور اس کے موافق عمل کرو، خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت جے کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے گڑ بڑ سے یہ بحث شروع

ہوتی، کہ آج مطلع صاف ہے، تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رویت نہ ہوتی تو کل روزہ رکھنا چاہیے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا، بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی، اس لئے روزہ ہے، اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ حجت شرعی سے صحیح تھی۔ اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر سجت رہی، شام کو چاند نظر نہ آیا، حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آگیا ہوں تو روزہ رکھو ورنہ نہیں، بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار، حضرت کے خدام میں متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدد دن روزہ رکھا، حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا، گو مجھے اب تک قلق ہے، کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابل اعتنا سمجھا، مگر حضرت نے ذرا بھی انتہاء کناریتہ کچھ بھی نہیں فرمایا، بلکہ نصیب ہی فرمائی۔

چار رکعت نماز میں میں نے اختلاف ائمہ کو مشکوٰۃ شریف کی تدریس کے زمانے میں شرا کیا تھا۔ تو ان کی تعداد سوا دس سو پہنچ گئی تھی، بخاری کی تدریس کے زمانے میں ان کی تعداد پونے تین سو پہنچ گئی ہوگی، جزو اسباب اختلاف ائمہ حضرت کا مستقل رسالہ ہے جواب طبع ہو چکا ہے، الاعتدال میں بھی اس پر گفتگو فرمائی ہے۔ فرمایا: علامہ شعرائی نے اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر امام نے اپنے اپنے دور کے لحاظ سے کہا ہے، جس کو لوگ اختلاف سمجھ رہے ہیں، مگر نقل مذاہب میں ان سے تسامح بھی ہوا ہے۔

فرمایا: رام پور میں ایک دعوت تھی اور وہاں فتنہ بھی تھا۔ سب اکابر نے شرکت فرمائی۔ مگر عین وقت پر حضرت تھانویؒ نے انکار کر دیا۔ لوگوں کو متعجب ہوا، حضرت نے فرمایا کہ ان اکابر کو اپنے علوشان کے باوجود ان مفاسد کا علم نہیں، جو مجھے معلوم ہیں۔ اس لئے سد اللباب میں حاضر نہیں ہوا۔

نوٹ: ایک طالب علم نے دو قرآن ختم کر کے حضرت اقدسؒ کو ایصالِ ثواب کیا تھا۔ اس پر حضرت نے اظہارِ مسرت فرمایا۔ مولانا عبد المنان دہلوی نے عرض کیا، کہ میں نے اسی طرح ایک طواف حضرت رائے پوریؒ کے لئے کیا تھا۔ حضرت سے ذکر کیا تو فرمایا اس کو ذکر نہ کرنا چاہیے۔ اس میں

اظہار احسان ہے حضرت اقدس نے بھی اس کی تصویب فرمائی۔

اپس کے اختلافات ارشاد فرمایا: آج جمعیت و مشاودت وغیرہ ہے! خلاص سے جس راستہ میں راہ اعتدال کو چاہو اختیار کرو، آپس میں ایک دوسرے پر تنقید نہ کیا کرو، گاندھی نالویہ

کے حالات سے سبق لو، دونوں میں تضاد تھا مگر ایک دوسرے کی تعریف کرتے رہتے تھے۔ ہمارے اکابر میں تضاد تھا مگر ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ حضرت مدنی کو ایک مرتبہ دلی جانے کی حکومت برطانیہ کی طرف سے ممانعت تھی، حضرت کو وہاں جانے پر اصرار تھا۔ فرمایا دلی جاؤں گا، قانون توڑوں گا۔ شعور ہوا، چنانچہ دلی کے لئے روانہ ہوئے۔ منظر نگر پہنچے تھے کہ راستے میں انارلے گئے اور سیدھے جیل خانہ پہنچا دیئے گئے۔ اس واقعہ کا علم جب حضرت تھانویؒ کو ہوا، تو ظہر کے بعد کی مجلس میں حضرت مدنی کی گرفتاری پر نہایت ہی رنج و غم اور تعلق کا اظہار فرماتے رہے، اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم نہیں تھا کہ مولانا حبیب احمد مدنی سے مجھے اس قدر محبت ہے۔ اس پر ایک شخص نے حاضرین مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت وہ تو از خود گئے تھے حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا، آپ مجھے اس فقرے سے تسلی دینا چاہتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ بھی تو یزید کے مقابلے کے لئے از خود تشریف لے گئے تھے، یزید نے ان کو جبراً قتل نہیں کیا تھا۔ لیکن حضرت امام حسینؑ کا غم ساری دنیا آج تک نہیں بھولی۔

حضرت مدنی ہر سبقت بلکہ اس سے زیادہ یہاں تشریف لایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اچانک تشریف لائے اور فرمایا، تمہارا دشمن کرتے آیا ہوں، میں نے کہا کہ مجھے ان مبارک ہوشوں سے یہ الفاظ اچھے نہیں لگتے، فرمایا کہ تھکانہ بھون جا رہا ہوں، اور تمہارے ساتھ میں نے عرض کیا کہ میرے سر میں بال نہیں، یہ وہ زمانہ تھا، جب الاعتدال نکھی گئی تھی، انسانہ عیغ (اختلاف) کا تھا فرمایا، ہمارے اکابر میں تو وہی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مدنی تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا۔ خانقاہ بند تھی، باہر مسجد میں آرام تھا۔ صبح حضرت تھانویؒ کو اطلاع ہوئی، تو فرمایا کہ اگر آپ کی آمد کی اطلاع پہلے سے ہوتی، تو میں کسی کو اسٹیشن بھیجتا۔ یہ ہمارے اکابر کے حالات تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بخاری فرمایا کرتے تھے کہ یہ مکان مشترک پلیٹ فارم ہے۔ مولانا عطاء اللہ

صاحب اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ احترازی تھے۔ یہ سب میرے ہی یہاں نہاں ہوتے تھے۔ حضرت تھانویؒ بھی اپنی علالت سے پہلے میرے یہاں نہاں ہوتے تھے۔ حضرت سہارنپوریؒ کو اپنا بڑا بھائی سمجھتے تھے۔

اسی وجہ سے میرے ساتھ تعلق تھا اور میرے والد صاحب سے بھی بے تکلفی کے تعلقات تھے۔ جب حضرت سہارنپوریؒ سفر حج کے لئے تشریف لے گئے، تو میرے والد صاحب کے نام حضرت کا نوٹی کا خط آیا، کہ ہر ماہ ایک مرتبہ تم مجھ کو زیارت کر لیا کرو، ایک مرتبہ والد صاحب نے حضرت کو سہارنپور آنے کی دعوت دی، حضرت کے ہاں قانون و ضابطہ بہت تھا، جواب آیا کہ میں ادھر سفر پر آ رہا ہوں، سہارنپور سے تھانہ بھون تک میرا اور میرے خادم کا کرایہ دینا پڑے گا۔ اور ایک ہانڈی اڑو کی وال دینی پڑے گی۔ حضرت کو اڑو کی وال بہت پسند تھی اور میری والدہ صاحبہ بہت اچھی لپکاتی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد میں نے حضرت کو خط لکھا کہ حضرت کا جو دستور تھا، اس میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟ تو جواب اپنی شفقت سے دیا کہ ضرور جاری ہوگی۔ اس کے بعد سے مستقل قانون ہو گیا کہ سہارنپور میں میرے ہی جہان ہوتے تھے۔ میری وجہ سے یہاں کی آمد تو یاد نہیں۔ البتہ اگر کسی ضرورت سے سہارنپور آمد ہوتی، تو میرے ہی جہان ہوتے۔

فرمایا، ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد تھانوی شیخ الاسلام پاکستان میرے ہاں جہان ہوتے۔ یہ زمانہ اخلاق کا تھا۔ اتفاقاً آدمی آیا اور اس نے کہا کہ حضرت مدنی تشریف لائے ہیں۔ مجھے فکر ہوئی کہ دوپہر کو دونوں کو دسترخوان پر ایک ساتھ کس طرح جمع کروں، مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ حضرت مدنی تشریف لائے ہیں پہلے انہیں کھانا کھلا دوں، کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کے لئے دسترخوان بچھاؤں گا! انہوں نے فرمایا کہ ہمارا اختلاف سیاسی ہے۔ حضرت ہمارے دینی پیشوا ہیں۔ ہم تو ساتھ کھانا کھائیں گے۔ پھر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت نے بھی فرمایا، کوئی حرج نہیں ساتھ کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ دسترخوان پر دونوں حضرات تشریف لائے، ادھر ادھر کی بے تکلفی کی باتیں کرتے رہے مگر سیاست کا کوئی ذکر تک نہیں کیا۔

ارشاد فرمایا۔ جمعیت و مشاورت کی لڑائیاں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ ایک صاحب نے اپنا خواب سنا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ غصہ میں ہیں اور فرمایا ہے ہیں کہ علی میاں بھی میرے ہیں اور اسعد میاں بھی میرے ہیں۔ آنکھ کھل گئی، میں نے کہا کہ تعبیر واضح ہے۔ دونوں مخلص ہیں۔ تم لوگ آپس میں لڑائیاں کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ یہ اختلاف و لبہا ہی ہے۔ جیسے لیگ و کانگریس کا تھا۔ اگر کوئی ان میں سے کسی راستے

کو اخلاص سے اختیار کرنا چاہیے تو کر لے، ورنہ میری طرح الگ تھلگ ہو کر تسبیح پڑھتا ہے۔
 ارشاد فرمایا: علماء کا اختلاف اگر کسی مسئلے میں ہوتا ہے تو گنجائش نکل آتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا مقولہ ہے کہ جس مسئلے میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف نہیں ہوتا اس میں مجھے تنگی نظر آتی ہے۔

ہمارے اکابر کی طبائع میں تضاد تھا ارشاد فرمایا: میں نے اپنے اکابر کو خواب دیکھا، ان کی طبائع
 مگر اس کے باوجود ایک تھے میں تضاد تھا، مگر سب ایک تھے۔ ہر ایک دوسرے کی چیزوں کو
 سرائتا تھا۔ حضرت اقدس تھانویؒ کے یہاں قوانین کا زور دیا۔ خالقہ میں ایک بڑی سختی قواعد کی لٹکی رہتی تھی۔ حضرت
 رائے پوریؒ کے یہاں تواضع کا غلبہ تھا۔ حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ رائے پور تشریف لے گئے تو فرمایا: اللہ اکبر
 یہاں کے پتہ پتہ سے تواضع ٹپکتی ہے۔ بڑے حضرت رائے پوریؒ کے زمانے میں ہر شخص اپنے کو دوسرے
 سے کمتر سمجھتا تھا۔ بڑے حضرت کے زمانے کے بعد مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ، متشی رحمت علی صاحبؒ
 وغیرہ جیکے، حضرت کے زمانے میں معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ بھی کوئی چیز ہیں۔ حضرت رائے پوریؒ و حضرت
 مدنیؒ کے یہاں ولاری و نرمی تھی۔

اللہ والوں سے ڈرتے رہنا چاہیے ارشاد فرمایا: میرے والد صاحبؒ کے انتقال پر اللہ نے
 مجھے بہت صبر دیا تھا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ باپ کے انتقال پر پانی دیاں ختم ہو گئی ہیں، شاید اسی
 لئے خوشی ہوئی ہے۔ انتقال کے بعد کثرت سے ہمارے آئے۔ میں نے کوئی ایک ڈیڑھ سو روپے کی پوٹیاں منگو کر
 لوگوں کو کھلائیں، ایک بزرگ جو میرے والد کے دوست اور مخلص خدام میں سے تھے۔ وہ بڑے صاحب کشف
 تھے کشف قبور میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ والد صاحبؒ کے انتقال کے دوسرے دن ان کی قبر پر حاضر
 ہوئے والد صاحبؒ نے ان سے تین باتیں فرمائیں۔

(۱) والد صاحبؒ کے مخالفین بہت تھے۔ فرمایا کہ مولوی ذکر کیا سے کہہ دیجئے کہ ان کی فکر نہ کرو یہ خود
 اپنا نقصان اٹھائیں گے۔

(۲) والد صاحبؒ پر قرض بہت تھا۔ اس کے مانگنے والے بہت تھے۔ والد صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی

فکر نہ کرو (الحمد للہ سب ادا ہو گیا)

(۳) بزرگوں سے ڈرتے رہنا، ان کی الٹی بھی سیدھی ہے۔

ارشاد فرمایا، کہ مخالفت تو ہر ایک کی ہوتی ہے، کوئی ایسا آدمی نہیں کہ سب اس کی تعریف کریں۔ یا سب اس کی مذمت کریں۔ دنیا جو چاہے سمجھے، مگر اللہ سے معاملہ صاف رکھو، لوگ ہمارے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ یہ نہ دیکھو، بلکہ اللہ سے مانگو، اور ان کے حقوق ادا کرتے رہو۔

لوگ سمجھیں مجھے محسوس وقار و تمکین وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل رہا

میرے حضرت بہار پوریؒ نے اپنے ملازم کے سفر حج کے موقع پر مولانا عبداللطیف صاحب کو مدینہ کا ناظم تجویز کیا تھا۔ حضرت اقدس کے ساتھ سفر میں میں بھی تھا۔ حضرت کے مدینہ منورہ قیام کے زمانے میں کچھ لوگوں نے حضرت ناظم صاحب کی شکایات لکھیں، میں ان کو غلط سمجھتا تھا۔ اس لئے وقتاً فوقتاً تردید کرتا رہتا تھا۔ حضرت اقدس راتے پوریؒ بھی اس سفر میں حج کے لئے تشریف لائے تھے۔ جب واپس ہوتے لگے تو حضرت نے ان کے ذریعہ ناظم صاحب کو یہ پیغام بھیجا کہ فلاں فلاں سے معاملہ اچھا رکھنا جب مولانا عبدالقادر صاحب راتے پوریؒ نے ناظم صاحب کو یہ پیغام پہنچایا، تو انہوں نے تردید کی کہ یہ شکایات بالکل جھوٹ ہیں، جن لوگوں کی ناظم صاحب ملازمت کرتے تھے، ان لوگوں نے بھی شکایات لکھی تھیں کہ ہم لوگوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔

عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ کہا ان عین السخط تبد المسادیا
بہر حال حضرت راتے پوریؒ کو جب حقیقت حال کا علم ہوا، تو انہیں عجیب تاثر ہوا، مجھے جب یہ معلوم ہوا، تو اس موقع پر اپنے والد صاحب کی بات یاد آگئی کہ اللہ والوں کی الٹی بھی سیدھی ہے۔ میرے حضرات نے یوں فرمایا، ان اللہ والوں کو اگر کسی بات سے تنکدہ پیدا ہو جائے تو آدمی کو مصیبت میں پھانس دے، بڑے حضرت راتے پوریؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صحبت اکیسیر ہے، بشرطیکہ دل میں کوئی خدشہ نہ آئے اس کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ دل میں تنقید کا جذبہ نہ پیدا ہو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر شخص کے معتقد ہو یا قیام مرید ہو جاؤ، حضرت مدنی سے کسی نے ایک صاحب کی شکایت کی، تو حضرت نے فرمایا، بھائی تقصیر سے اس زمانے میں کون خالی ہے؟ یہ چودہویں صدی ہے اکابر بھی اسی صدی کے ہیں، ہر بزرگ سے اعتقاد ضروری نہیں، مگر ان کی مخالفت نہ کرو، من عادی لی ولیاً

فقد آذنتہ بالحرب۔ اگر تمہارا کسی بزرگ سے میل نہیں ہے، تو ان کے پاس نہ جاؤ، مگر مخالفت نہ کرو۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمَقْصِدَ مِنَ الْمَطْلَعِ آج کل خطوط کی کثرت ہے کہ فلاں فلاں میں آپ اتحاد کیوں نہیں کر دیتے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت گنگوہیؒ کے دور سے یہ دیکھتا چلا آرہا ہوں، ہر ایک کے لئے کلمہ خیر کہتا ہوں، پارٹی سے الگ ہو اکابر کے حالات معلوم کرنے کا اشتیاق

ارشاد فرمایا، میرا ہمیشہ کا یہ دستور رہا ہے کہ بزرگوں کے معمولات معلوم کرتا رہتا ہوں، چنانچہ فضائل رمضان میں میں نے اپنے اکابر بالخصوص حضرت رائے پوریؒ حضرت سہارنپوریؒ حضرت مدنیؒ کے معمولات لکھے ہیں، ان بزرگوں کے حالات سننے کا میرا بہت جی چاہتا ہے، کتابوں میں ان کے حالات پھول کے گلہستہ کی طرح معلوم ہوتے ہیں، الاعتدال میں ان کے حالات لوگ توجہ سے نہیں سنتے، حالانکہ یہ بہت اہم ہیں۔ ان بزرگوں کی طبائع میں اختلاف تھا، مگر اس میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔ میرے والد صاحب کا بھی ان اکابر کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ حضرت رائے پوریؒ کے ساتھ عظمت اور حضرت تھانویؒ کے ساتھ بے تکلفی کا۔

ہر گلے سازنگ و بوئے دیکر است

ارشاد فرمایا، سر رحیم بخش صاحب جو ریاست بہاولپور کے اہم ذمہ دار تھے، ہمارے اکابر سے ان کے تعلقات تھے۔ اکثر ان حضرات کو بلایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سہارنپوریؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الہندؒ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ جب یہ حضرات تشریف لے گئے، تو سر رحیم بخش صاحب نے ہر ایک کے لئے الگ الگ تدارک پیش کیا۔ ان دونوں بزرگوں نے قبول فرمایا، مگر حضرت تھانویؒ نے فرمایا، کہ آپ کے ہم لوگوں پر بہت احسانات ہیں، اس کی ضرورت نہیں، مگر جب انہوں نے بہت اصرار کیا، تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا، جب آپ نے ہم کو بلایا تھا، اسی وقت مجھے خیال ہوا تھا کہ آپ کچھ ہدیہ دیں گے! اس میں اشتراق نفس ہے۔ اس لئے واپس کر رہا ہوں۔ ہمارے اکابر کے حالات عجیب ہیں۔ انہوں نے بالکل تامل نہیں کیا، واپس لے لیا۔

”ع محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی۔“

چنانچہ یہ حضرات جب وہاں سے واپس ہونے لگے، تو انہوں نے ایک ملازم ساتھ کر دیا۔ اور اس کو ایک لفافہ دیا، اس میں رقم بھی تھی اور خط بھی تھا۔ اور اس سے کہہ دیا، کہ تین چار شیشن کے بعد حضرت

مٹانوی کو دے دینا، حضرت جو جواب دیں وہ مجھے بتا دینا، چنانچہ اس نے حضرت کو تین چار اسٹیشن کے بعد اس لفافہ کو پیش کیا، حضرت نے خوشی سے قبول کر لیا۔

بڑوں انتہا اس وقت اچھا معلوم ہوتا ہے ارشاد فرمایا، ہم نے بچپن میں یہ سنا تھا کہ مشہور ہے جب آدمی میں کوئی ذاتی کمال ہو کہ گیدڑوں کا سوار کہا کرتا ہے۔ پھر من سلطان بود تو دوسرے گیدڑ کہتے ہیں۔ تراچہ تراچہ ہماری مثال بھی ایسی ہی ہے، کچھ کرنے سے ہوتا ہے۔ اگر آدمی میں کوئی کمال نہ ہو تو والد صاحب کیسے تھے، ہوتے رہیں ے

بتدۃ عشق خدی ترک نسب کن جاتی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں اللہ میاں نے کہہ دیا۔ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ

بڑوں سے انتساب اسی وقت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جب آدمی کچھ ہو۔ مثلاً شک آنت کہ خود بویہ

پریشانی کا سبب کوئی ایک ڈاکٹر صاحب ایک مقدمہ میں پریشان تھے حضرت نے ارشاد فرمایا

معصیت ہوتی ہے اللہ کی قدرت کے کارخانے عجیب ہیں، میں نے ڈاکٹر صاحب کو ایک مہینہ

ہوا خط لکھا تھا جب آدمی کوئی کام نہیں کرتا تو بیٹھ کر سوچا کرتا ہے، ایک قصہ ہے ایک آدمی نے ایک ملازم رکھا

دونوں ایک سفر پر روانہ ہونے ان کے ساتھ ایک گھوڑا تھا اس نے ملازم سے کہا کہ دور کا سفر ہے، آدمی رات

میں جاگوں گا اور آدمی رات تم جاگو، گھوڑے کے بارے میں فکر ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے میں سوتا ہوں،

جب آدمی رات ہو جائے تو تم مجھ کو جگا دینا، چنانچہ ایک منزل پر وہ آدمی رات تک سوتا رہا، اور آدمی کو

از خود اٹھ گیا، دیکھا تو ملازم سو رہا تھا، اس نے ملازم سے کہا کہ تم سو رہے ہو ملازم نے کہا کہ نہیں، میں پڑا ہوں

سوچ رہا ہوں، اس نے کہا کیا ہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ بگیاں پتے کھاتی ہیں تو پھر یہ درد دہ

کہاں سے آتا ہے تھوڑی دیر کے بعد اس نے بھی کہا کہ میں بھی سوچ رہا ہوں، اتنے میں معلوم ہوا کہ گھوڑا چوری

ہو گیا، ڈاکٹر صاحب کا پریشانی کا خط آیا، میں نے سوچ کر ان کو جواب لکھا کہ زندگی میں کسی پر ظلم تو

نہیں ہوا ہے انہوں نے جواب دیا کہ عرصہ ہوا، میں نے ایک بے قصور کو قید کر دیا تھا،

ما اصابکم من مصیبت فبما کسبت ایدیکم الخ

فرمایا: میرے پیارے خدا کے یہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ آج کل مجلس میں میں نے الاعتدال شروع کر رکھی ہے۔ آج کل زبانوں پر گالیاں اور بدگمانیوں کے سبب لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ آدمی کو خدا کی طرف سے ڈھیل ملتی رہتی ہے، جب آدمی توبہ نہیں کرتا، تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ یہ کوئی جرم تو نہیں کہ مصیبت آئے، ہم سوچتے نہیں۔

اکثر مصائب کا سبب فرمایا: اکثر زبانوں کی بے احتیاطیوں کے سبب مصیبتیں آتی ہیں۔
زبان درازیاں ہیں، حدیث میں بھی آیا ہے **هل یکب النار الا حصائد السمسم**۔
 زبان درازیوں کے سبب اونا سے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ حضور کے ارشادات بہت اہم ہیں۔ ہم مولوی پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے، ایک حدیث ہے: **”احببک ہونا ما عسی ان یکون بخیضک یوماً الخ“** اگر تمہاری کسی سے دوستی ہو، تو ملکی ملکی، ممکن ہے کہ وہ کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے۔ اسی طرح اگر کسی سے عداوت ہو تو اس میں بھی اس کا خیال رہے کہ شاید کسی دن اس سے دوستی ہو جائے۔ آج کل لوگوں نے راہ اعتدال چھوڑ دی ہے۔

”آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا“

حضرت اقدس بہت کثرت سے اپنے سبق میں بیان فرماتے تھے کہ یہی قرآن و حدیث صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تھا، اور یہی ہمارے زمانے میں بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ان پر ایمان قلبی و حقیقی تھا، اور ہمارا زبانی ان حضرات کو حضور کے ارشادات و قرآن پر اتنا زیادہ قطعی یقین ہوتا تھا کہ اس میں کسی قسم کے تردد کا شائبہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ اور ہم لوگوں کی زبان پر سب کچھ ہے، اور دل میں کچھ بھی نہیں اس قسم کے مختلف واقعات سناتے رہتے تھے۔ سبق کے علاوہ یہ مضمون اور اس کے نظائر حضرات کی مجالس میں بہت کثرت سے آتے ہیں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

ہمارے مدرسہ مظاہر علوم کے بانیوں میں ایک حافظ فضل حق صاحب تھے، جن کے صاحبزادے

حافظ زندہ حسین مرحوم تھے۔ ان کا تکیہ کلام اللہ کے فضل سے تھا، درحقیقت انہوں نے اپنے والد حافظ فضل حق صاحب سے اس کو لیا تھا۔ حافظ زندہ حسین صاحب کو دیکھنے والے ثواب بھی بہت سے لوگ موجود ہیں۔ اسی لئے میں بھی ان کا نام لیا کرتا ہوں، حافظ فضل حق صاحب حضرت مولانا منظر صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے جاں نثاروں میں تھے اور انہیں کی کوشش سے مدرسہ منظر اہر علوم قاضی کے محلہ سے یہاں آیا تھا۔ ایک روز حافظ صاحب حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اللہ کے فضل سے آج رات اللہ کا غضب ہو گا۔ حضرت مولانا ہنس پڑے اور پوچھا، حافظ جی! اللہ کے فضل سے اللہ کا غضب کیا ہوا؟ کہنے لگے حضرت جی! آج رات تین چار چور میرے مکان میں داخل ہوئے، میں ان کو دیکھ کر بیٹھ گیا۔ اور میں نے ان سے پوچھا ارے تم چور ہو؟ کہنے لگے، ہاں ہم چور ہیں۔ میں نے کہا سنو! میرے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ سہارنپور کے روسا میں میرا شمار ہے اور مدرسہ کا خزانہ بھی میرے ہی پاس ہے اور یہ سارا اس کوٹھری میں ہے، جس پر تم بیٹھے ہو وہ مدرسہ کے خزانچی بھی تھے اس میں صرف چھپے کا معمولی نالا لگا ہوا ہے۔ مگر یہ نالا تم سے کیا تمہارے باپ دادا سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ صبح تک ٹھوکتے رہو حضرت جی! میں تو جا کر سو گیا، اور وہ صبح تک ٹھوکتے رہے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے مولوی جی (حضرت مولانا منظر صاحب نانوتوی) سے سنا ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ مال اللہ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ اور میں نے اس مال کی پوری زکوٰۃ دے رکھی ہے بلکہ اس سے کچھ زائد پس اللہ کے فضل سے وہ صبح تک ٹھوکتے رہے۔ حافظ جی فرمایا، کہ میں تو سو گیا۔ یہ بھی حافظ صاحب کے یقین و اعتماد کی بات تھی۔ ورنہ گھر میں چوروں کی موجودگی میں کون سو سکتا ہے۔ حافظ جی نے کہا کہ جب سحر کے وقت میں بیدار ہوا۔ تو دیکھا کہ وہ ٹھوک رہے ہیں۔ تو میں نے ان سے کہا، کہ میں نے تو کہہ دیا تھا کہ تم لوگوں سے کہہ تمہارے باپ سے بھی نہیں کھلے گا۔ چنانچہ وہ چور بھاگ گئے۔

ارشاد فرمایا کہ مرزا پور سلیوں میں انگریزوں کی پہلے کثرت سے تجارتی کوٹھیاں اور نگلے تھے۔ جن میں وہ آکر کبھی کبھی رہا کرتے تھے۔ ورنہ عام طور پر وہ کلکتہ، بمبئی یا دہلی رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں آگ لگ گئی ایک انگریز کا مسلمان ملازم بھاگا ہوا دہلی آیا اور اپنے افسر سے کہا کہ وہاں سارے مکانات میں آگ لگ گئی ہے اور

وہ جل رہے ہیں، آپ کا مکان بھی جل گیا ہوگا۔ وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا۔ وہ بدستور اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور اس نے کہا کہ میرا مکان محفوظ ہے۔ کیونکہ میں مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتا ہوں اور میں نے سن رکھا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ جو دین محمدی کے مطابق زکوٰۃ نکالے اس کے مال ہر طرح کی آفات سے محفوظ رہتا ہے اس لئے میرا نیگہ محفوظ ہے۔ چنانچہ بعد میں تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہاں سارے نیگلے جل گئے سوائے اس انگریز کے نیگلہ کے، یہ قصہ بچپن میں میں نے سنا تھا۔

ارشاد فرمایا: یقیناً اعتقاد پر سب کچھ ہوتا۔ ہمارے بابو عیاض مرکز نظام الدین کے ایک مبلغ کا قصہ ہے کہ سنگم کے ہنگامہ میں جو قیامت صغریٰ دتی میں برپا تھی، ایسی حالت میں باہر کسی کی آمد و رفت مشکل اور دشوار تھی اس زمانے میں میرا قیام بھی نظام الدین میں تھا۔ راشن سبزی منڈی میں ملتا تھا، جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا، سارے سکھ آباد تھے۔ بابو عیاض اس کو لینے کے لئے تنہا سبزی منڈی گئے وہاں ایسی میں انہوں نے ایک تانگہ کیا۔ اس پر تین سکھ بیٹھے ہوتے تھے، وہ آپس میں اشارہ کرنے لگے کہ اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ بابو جی نے ان کی باتوں کو سن کر کہا کہ تم کیا کہہ رہے ہو تین کے بجائے تیس ہوتے۔ جب بھی تم لوگ میل کچھ نہیں کر سکتے تھے، وہ سکھ حیرت زدہ و مرعوب ہو گئے۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے جب نظام الدین قریب آیا تو اس وقت بھی بابو جی نے کہا کہ اب بھی جو کرنا چاہتے ہو کر لو آگے میرا علاقہ ہے۔ مگر وہ خاموش رہے، نظام الدین پہنچ کر بابو جی تانگے سے اترے، تو ان سکھوں نے کہا کہ ملا جی! ہم تمہیں مار تو نہیں سکے لیکن ایسی حالت میں اس طرح بے خوف ہو کر کس طرح بات کر رہے ہو؟ بابو جی نے کہا کہ یہ میں کھڑا ہوں، اب بھی جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر لو، مگر ان کی ہمت نہیں ہوئی، جب انہوں نے آکر ہم کو یہ قصہ سنا، تو ہمیں بھی حیرت ہوئی۔ انہوں نے کہا، حضرت جی! آپ نے دعا بتلائی تھی "اللہم! انما یصل فی الخور و الخور" میں جب کہیں جاتا تھا۔ تو آتے جاتے ہر وقت یہی دعا پڑھتا ہوں۔ اس لئے اطمینان تھا۔

ارشاد فرمایا: اگر واقعی یقیناً اعتقاد سے عمل کیا جائے، تو اب بھی ان دعاؤں

میں وہی تاثیر ہے۔

اضافہ از مرتبہ:

آج بھی موجود براہِ سیتم کا ایمان پیدا

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

طائم ٹیل کا قصہ

ارشاد فرمایا: کہ اللہ کے مجھ پر اور ہر شخص پر بہت سے

احسانات ہیں۔ "لَا تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تَحْصُرُهَا" اور اگر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کو

شمار کرو، تو ان کا احصاء نہیں کر سکتے، اللہ کا شکر ہے، کہ جمعِ راپس کے اختلافات کے باوجود لوگوں کو

مجھ پر اعتماد رہا ہے، چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ نور اللہ مرقوم) کے انتقال کے بعد

لکھنؤ ندوۃ العلماء میں ایک تبلیغی اجتماع رکھا گیا، مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی کی آمد چچا جان کے

نمانے سے تھی۔ یہ حضرات دل و جان سے چچا جان کے معتقد تھے اور مولانا یوسف سے بھی ایسے ہی رہے۔ ان لوگوں

کی کوشش سے ندوہ میں تبلیغ آتی آج کل مظاہر و دیوتید سے زیادہ وہاں تبلیغی کام ہوتا ہے۔ البتہ علی گڑھ

سے کم ہے جو واقعہ میں سنانا چاہتا ہوں، وہ اس زمانے کا ہے کہ جب مشاودت وغیرہ شروع نہیں ہوتی تھی

اور سیاست کے میدان میں ان دونوں حضرات نے قدم نہیں رکھا تھا۔ حیدر آباد دونوں نے اس میدان میں

قدم رکھا، تو میں نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ تمہارے پس کا یہ کام نہیں ہے بلکہ کے واقعات سے اس کی

تصدیق بھی ہو گئی، ازت مگر ملکی حالات سے یہ مجبور تھے۔ مولانا یوسف صاحب سے ان سارے واقعات

کے باوجود بعض چیزوں میں ان حضرات کو اختلاف بھی تھا۔ وہ یہ کہ مولانا یوسف صاحب کے یہاں کوئی نظام

نہیں تھا اور یہ حضرات نظام و قواعد سے کام کرنا چاہتے تھے، میں بھی ان دونوں کے ساتھ تھا۔ لکھنؤ کے اجتماع

سے پہلے علی میاں انہیں بڑی عقیدت سے تشریف لائے۔ اور کہا کہ ہم لوگ اجتماع کر رہے ہیں۔ اور یہ طے کیا

گیا ہے کہ جماعتیں پہلے آجائیں اور مولانا یوسف صاحب تیسرے دن اجتماع میں شریک ہوں، تاکہ

اس سے پہلے ہم لوگ وہاں کی فضا کو سہوار کر دیں، میں نے مولوی یوسف سے کہہ دیا کہ جلسہ میں تیسرے

دن شریک ہوتا، میں نے قصداً علی میاں کا نام نہیں بتایا مگر شاید وہ سمجھ گئے، وہ ہمیشہ میری باتوں

کا لحاظ کرتے تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی یوسف تیسرے دن شریک ہوئے اور ان کی پہلی

ہی تقریر میں تنو نام آئے، سب کو تعجب ہوا، یہ ایک اصولی بات ہے، کہ کام قواعد سے ہونا چاہیے، مگر اکثر بے قاعدہ ہی ہوتا ہے علی میاں جب مصر تبلیغ کے لئے گئے تو ان کا خط آیا، کہ یہاں اگر سب قواعد غائب ہو گئے

انسان کے مقدر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہیں نے سیکھ کے اس پاس ایک سالہ التقیہ

ہوتا ہے وہ مل کر رہتا ہے پرکھا تھا کہ جو آدمی کے مقدر میں ہوتا ہے وہ مل کر رہتا

ہے، ورنہ اس سے کم ملتا ہے اس میں میں نے بہت سی مثالیں سکھی تھیں، میرے مکان کے سامنے جو نیا

مکان ہے، وہاں پر ایک پرانا مکان تھا، شہر میں جو ڈپٹی کلکٹر آتا تھا اس میں رہتا تھا، ایک خاتسامہ

تھا وہ نہیں بدلتا تھا اس سے میرے تعلقات ہو گئے تھے اس سے میں پوچھتا تھا کہ کیا پکتا ہے، وہ

بتاتا تھا کہ میں یہ چیزیں کھاتا ہوں، اگر اللہ نے کرم فرمایا اور کوئی دینی تفوق عطا فرمایا تو پیر بن کر کھائے

گا یا ڈپٹی کلکٹر بن کر ورنہ خاتسامہ بن کر کھائے گا، تعویذوں کی بدولت ہر آنے والے کے گھر کے حالات پوچھ

لیتا تھا کہ کیا آمد ہے اور کیا کھاتے ہو، وہ یہ سمجھ کر کہ تعویذ میں اس کی ضرورت ہے، سب بتا دیتا تھا، اس

زمانے میں ایک حج یہاں آیا اس کی والدہ بیمار رہا کرتی تھیں، وہ میرے یہاں تعویذ لینے آیا، میں نے اس سے

پوچھا کہ گھر میں کیا پکتا ہے، اس نے کہا کہ ارہر کی دال اور روٹی، والدہ صاحبہ بیمار ہیں، ایسی صورت میں

اور کیا پکے گا، اس زمانے میں کلکتہ سے ایک اخبار نکلتا تھا اس میں ایک دفعہ لکھا تھا کہ ایک انگریز جو

ایک بڑی کمپنی کا مالک تھا ایک گھنٹہ میں ہزاروں کی آمدنی کرتا تھا، لیکن اس کی صحت خراب تھی، ڈاکٹروں

نے اس کے لئے ارہر کی دال کا پانی بے نمک کے تجویز کر رکھا تھا، اس رسالہ میں میں نے لکھا تھا کہ کار پر چڑھنا

اگر مقدر میں ہے تو حضرت جی بن کر بیٹھے گا، یا لیڈر بن کر چنانچہ ایک مرتبہ ہمارے حضرت راتے پوری دلی

تشریف لے گئے، تو ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹

زندہ ہوتی تو دھوئی کے یہاں کپڑے بھجواتے گا اور اگر سو، ڈیڑھ سو روپے آمدنی ہوتی تو اسی اعتبار سے ضروریات زندگی بڑھاتا جائے گا۔

ایک ریتیں کا لڑکا تھا، باپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ماں کے قابو میں نہیں تھا۔ وہ لڑکا منچلا تھا۔ اور اس کو اپنی ریاست کا بھی گھمنڈ تھا۔ گلستان کا ایک شعر آیا، جس کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ مقدر میں ہو گا وہ مل کر رہے گا۔

اس لڑکے نے اپنے استاد سے کہا، مولوی صاحب! اگر میں کھانا نہ کھاتا چاہوں تو کون مجھے کھلاتے گا؟ غرور و گھمنڈ تو تھا ہی، ماں کے پاس آیا اور کہا کہ کتاب بھوٹی ہے، اس میں لکھا ہے کہ اگر مقدر میں ہے تو بھوتا کھا کر کھاتا ملے گا۔ اب میں کھانا نہیں کھاتا، مجھے کون کھلاتے گا۔ ماں نے اپنی محبت سے اس کی خوشامد کی مگر وہ خفا ہو کر گھر سے باہر قبرستان میں شام کو چلا گیا۔ ماں کو فکر ہوتی، کہ کہاں ہے، تلاش کر لیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہاں قبرستان میں ایک درخت کے نیچے ہے۔ چنانچہ ماں نے شام کو نہایت خوشبودار پلاؤ لپکایا اور رات میں اس کے قریب لے کر گئی اس کی بہت خوشامد کی مگر کسی طرح کھانے کے لئے تیار نہ ہوا، اور نہ وہاں سے گھر آیا۔ بالآخر ماں وہاں سے واپس آگئی خوشبودار کے آس پاس آرہی تھی۔ اُدھی رات کو ڈاکوؤں کی ایک جماعت آرہی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے۔ اُجی یہاں پلاؤ کی خوشبودار ہی ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو وہاں ایک لڑکا ہے اور اس کے قریب پلاؤ ایک برتن میں رکھا ہوا تھا۔ ان سمجھوں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ یہ پلاؤ کیسا ہے؟ اس نے کہا بہت اچھا آپ لوگ کھالیں مگر ان ڈاکوؤں کو اس جواب سے شبہ ہوا کہ کہیں اس میں زہر نہ ملا ہو۔ اس لئے اس لڑکے کو پہلے اس میں کھا لینا چاہیے۔ جب اس سے کھانے کے لئے کہا تو اس نے انکار کیا۔ ان کو اس سے اور بھی شبہ بڑھا۔ ایک نے جوتا نکالا اور ایک گال پر ایک جوتا لگایا کہ کھاق اس نے کھایا۔ پھر دوسرے گال پر لگایا۔ کہ ادھر سے کھاق پھر تیسرا لگایا کہ نیچے سے بھی کھاق غرض جوتا لگا لگا کر چاروں طرف سے اور اندر کا پلاؤ بھی اس کو کھلایا۔ اس کے بعد ان سمجھوں نے کھایا۔ وہ لڑکا خالی برتن لے کساں کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اماں! پلاؤ بھی کھایا۔ اور جوتے بھی کھائے۔ کتاب سمجھ میں آگئی۔ اب پڑھنے جاؤں گا۔

ارشاد فرمایا: میرے دوستو! یہ سننے کی چیزیں نہیں۔ کیوں مالداروں اور مدرسہ کے ہتھمیں

کی خوشامد کرتے ہوئے ہر دانت پر رکھا ہوا ہے کہ یہ کس کے منہ میں جائے گا۔

کابل سے ایک صاحب نے انگور کی ایک ٹوکری پشاور کے ایک صاحب کے یہاں ہدیہ بھیجی، انہوں نے لاہور اپنے ایک دوست کو بھیج دی، وہ صاحب میرے چچا جان کے مرید تھے! انہوں نے مستقل ایک آدمی کے ذریعے چچا جان کے پاس نظام الدین بھیجی اور چچا جان نے اس کو میرے پاس بھیجوا دیا۔ میں نے مولوی نصیر کی پہلی بیوی کے پاس اس میں سے چند دانے بھیج دیئے۔ پھر میں نے غور کیا کہ اللہ نے اس اجنبی گناہ کے پاس بھیجنے کا کس طرح انتظام فرمایا اور اس کے مقدر کا حصہ کس طرح پہنچایا۔

ارشاد فرمایا: ہم نے یہ سنا ہے کہ روزی کے ہر دانت پر تھرگی ہوتی ہے جس کے جو مقدر میں ہوگا۔ وہ اگر رہے گا۔ کاش یہ باتیں ہمارے دل میں اتر جائیں۔

ایک صاحب ایک مسجد میں گئے اور ملا سے کہا کہ رات میں تمہاری مسجد میں گزانا چاہتا ہوں۔ ملا کو نئے آدمی کی فکر ہوتی ہے۔ ملا کے پاس محلہ سے کھانا آیا تھا۔ اس نے ان صاحب کو کھانے میں شرکت کی دعوت دی، انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا، کہ میں مرغ پلاؤ کھایا کرتا ہوں۔ تم اپنا کھانا کھاؤ۔ ملا کو بہت غصہ آیا، اس نے کہا کہ مرغ پلاؤ کے انتظار میں رات بھر بھوکے رہو، دیکھو کہاں سے تمہیں مرغ پلاؤ ملتا ہے۔ نصف رات کو ایک آنے والے نے آکر مسجد کے دفنے کو دستک دی، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب طباق میں مرغ پلاؤ لیتے ہوئے ہیں انہوں نے کوئی منت مانی تھی، جس کو پورا کرنے کے لئے اس وقت لائے تھے۔ چنانچہ ملا حیران، ان صاحب کو جگایا، انہوں نے کھانا کھایا۔ اور اس میں ملا بھی شریک رہا۔ صبح کو بچے ہوئے حصہ کو ملاتے کہا کہ ساتھ لیتے جاؤ راستے میں ضرورت پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ میری جو روزی ہے وہ مل کر ہے گی جیسے یہاں ملی ہے۔

نوٹ: یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب عارف باللہ اور متوکل تھے۔ ایسے لوگوں کے اس طرح کے

بکثرت واقعات ہیں۔

ارشاد فرمایا: ایک بزرگ تھے! انہوں نے ایک مسجد میں آکر ملا سے کہا کہ میں مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتا ہوں۔ ملا نے کہا کہ اعتکاف تو کرو گے مگر کھاؤ گے کیا؟ انہوں نے فرمایا روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے، ملا سے مناظرہ ہوتا رہا، اتنے میں امام صاحب بھی آگئے۔ جو کچھ پڑھے لکھے تھے۔ وہ بھی

اس مناظرے میں متلا کے ساتھ ہو گئے۔ بالآخر بزرگ مسجد سے باہر آئے، مسجد کے نزدیک ایک ہوٹل والے کے یہاں جتنے دن کا اعتکاف کرنا چاہتے تھے۔ ان کے کھانے کا انتظام ہو گیا۔ چنانچہ وہ مسجد میں واپس آئے اور امام و ملا سے کہا کہ میل نظم ہو گیا ہے۔ امام صاحب خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا اچھا آپ میری مسجد میں اعتکاف ضرور کریں۔ اس پر ان بزرگ کو غصہ کو آیا اور امام کے منہ پر فھوک کر چلے آئے کہ ایسی مسجد کے امام کتے بچھے میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ اور نہ یہاں اعتکاف کروں گا۔ جس امام کو اللہ جل شانہ کی ذات عالی پر اعتماد نہ ہو اور ہوٹل والے پر اعتماد ہو۔

بے شک دنیا دارالاسباب ہے مگر توکل کی یہ باتیں دل میں اتارنے کی ہیں، ہمارے اکابر ترک اسباب کا حکم نہیں دیتے، بلکہ یہ فرماتے ہیں دینے والا مالک کو سمجھا جائے اور گھوڑا بہت ہاتھ مار لیا جائے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ الدلائل میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روحانی سوال کیا کہ توکل و اسباب میں کیا افضل ہے؟ آپ نے ایک روحانی توجہ مجھ پر ڈالی، اس کا یہ اثر ہوا کہ دنیا کے اسباب میں سے کسی چیز سے تعلق نہ رہا۔ حتیٰ کہ اہل و عیال کی طرف بھی التفات نہ رہا۔ طبیعت ہٹ گئی، گویا توکل نام کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد دوسری بار آپ نے توجہ ڈالی، تو اس کا اثر یہ ہوا کہ باطن تو وہیں رہا، البتہ ظاہر میں اسباب اختیار کرتے کا حکم دیا گیا۔ یہ مضمون حضرت گنگوہیؒ نے بھی بیان فرمایا ہے اس لئے میرے دوستو! بہت غور سے اس کو دل میں اتارو تم حضرات اسی مقصد کے لئے یہاں آئے ہو۔ خاص طور سے علماء کرام کو خطاب فرمایا۔ اس کے بعد کیمیا اور کاغذ بنایا، جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

تقدیر و تدبیر کی لڑائی

ارشاد فرمایا:۔ ایک کہانی میں ہے اپنے والد صاحب سے سنی

تھی، ایک مرتبہ تقدیر و تدبیر کی آپس میں لڑائی ہوئی، تدبیر

کہنے لگی، لوگ بدتمیزی و بدسلیقی سے کام کرتے ہیں اگر کوئی انتظام سے کھائے تو کیوں بیمار ہو، اور اس کے فوائد بتائے۔ تقدیر سنتی رہی، آخر میں اس نے چپکے سے کہا بشرطیکہ میں بھی ساتھ ہوں، درمیاں میں ایک کہانی اور سن لو، ایک صاحب گھوڑا خریدنے گئے تھے وہاں ان کے ایک دوست مل گئے۔ ان سے کہا کہ کل ہم گھوڑا خریدیں گے۔ انہوں نے کہا انشاء اللہ تو وہ کہنے لگے کہ انشاء اللہ کیا کرے گا۔ کل تو میں گھوڑا

خریدوں گا۔ رات میں سوئے۔ کسی نے جیب کا ٹلی دوسرے دن بازار لگا۔ تو یہ افسوس کرتے ہوئے وہاں سے واپس آئے۔ کسی نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو کہنے لگے انشاء اللہ گھوڑا خریدنے گیا تھا۔ انشاء اللہ جیب کٹ گئی۔ انشاء اللہ گھر افسوس کرتے ہوئے واپس جا رہا ہوں۔ بہر حال تقدیر نے کہا کہ بشرطیکہ میں بھی ساتھ ہوں، دونوں میں مناظرہ ہوا، اور تین دن کی شرط قرار پائی کہ دیکھا جائے کہ کون غالب آتی ہے۔ ایک آدمی پھیلی فروش تھا۔ تدبیر آدمی کی صورت میں اس کے پاس آئی۔ اور کہا کہ تم کیوں مائے مائے پھرتے ہو میں تمہیں ایک میرا دیتا ہوں اس کی قیمت کوئی بادشاہ دے سکتا ہے یا کوئی بہت بڑا جوہری اور اس سے تخم کو لاکھوں مل جائیں گے، اس نے سوچا کہ پہلے تہالوں اور کپڑے بدل لوں، جب بادشاہ یا جوہری کے پاس جاتا گا۔ دریا کے کنارے اس موتی اور کپڑے کو رکھ کر تہا رہا تھا کہ دریا میں جوش آیا وہ موتی اور کپڑے سب پانی میں چلے گئے۔ اس نے رونا چلانا شروع کیا۔ چنانچہ دوسرے دن تدبیر پھر آدمی کی صورت میں آئی اور اس کو سونے کا ہار دیا، اور اس کو بہت تاکید کر دی کہ کل کی طرح حماقت نہ کرنا۔ دیکھو نہانا نہیں یہ بڑا قیمتی ہار ہے۔ چیل لال چیز کو گوشت سمجھتی ہے۔ میرے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ جس سال چچا جان کا انتقال ہوا، اس سال میں رمضان کا اعتکاف کرتے نظام الدین گیا، ۲۹ رمضان کو مغرب کی پہلی رکعت میں میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، اٹھا رہ دن تک خوب بخارا آتا رہا۔ اس سے پہلے میں دور کی عینک بھی لگاتا تھا اور سر پر عمامہ بھی رہتا تھا۔ حضرت مائی کی اقتدار میں سردی میں کھدر کا اور گرمی میں ملل کا کرتا ہوتا تھا، پھولوں کا شوق تھا۔ احباب کثرت سے لایا کرتے تھے، میں اپنے کالے ڈوٹے میں پھول ڈال کر سر پر عمامہ باندھ کر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اسی طرح عمامہ باندھ کر ابو داؤد شریف پڑھانے چلا چیل آئی۔ اور اچانک لے گئی، پھول بھی گر گئے اور دور جا کر ڈوٹہ بھی چھوڑا، بخاری شریف پڑھانے والے ایک بچی کے ہار کا قصہ جانتے ہوں گے بہر حال چیل آئی، اور ایک جھپٹ مار کر ہار لے آئی، تیسرے دن تدبیر پھر آئی اور اس سے کہا کہ تم بڑے لائق ہو اور اس کو خوب زحمت و تنہیہ کی اور نصیحت کر کے تنورو پے دیتے کہ اس سے تجارت کرو چنانچہ وہ اپنے کپڑے میں باندھ کر گھر آیا۔ معلوم ہوا کہ اہلیہ محترمہ کسی اور کے گھر گئی ہیں۔ اس نے جلدی سے چولہے کے درمیان سے آگ ہٹا کر اس میں روپے رکھ کر بیوی کی تلاش میں چلا گیا۔ اس زمانے میں روپے

چاندی کے ہوا کرتے تھے، اتنے میں پڑوس کی ایک عورت آگ لینے آئی اور سب کچھ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئی، یہ واپس آیا تو معلوم ہوا کہ روپے غائب ہیں، پریشان ہوا۔

اب تدبیر کی ناکامی ظاہر ہو گئی، بیوی نے کہا کہ یہ سب کچھ چھوڑو، گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ پھلی مار کر لایا اور جلاتے کے لئے جنگل میں لکڑیاں کاٹنے گیا، وہاں ایک گھونسلہ ملا۔ اس میں وہ چیل والا ہار مل گیا۔ مارے خوشی کے شور کرتے ہوئے گھرایا، پڑوس نے سمجھا شاید میری چوری کا حال معلوم ہو گیا اس نے لا کر تنوروپے واپس کئے اور کہا کہ کہیں اس طرح رکھا کرتے ہیں۔ جب پھلی کا پیٹ پھاڑا تو اس میں موتی بھی مل گیا۔ اس پر تقدیر نے کہا کہ ہمارا کام تو چٹکیوں میں ہوتا ہے۔

میرے دوستو! اسباب بضرورت اختیار کرو، مگر مالک پر نظر رکھو، دینے والا وہی ہے۔ میں یہ

نہیں کہتا کہ اسباب اختیار نہ کیا جائے مگر اس کو مقصود و اصل نہ سمجھو۔

منجانب اللہ سفر حج کے انتظام اور ارشاد فرمایا: مقدر میں جو ہوتا ہے وہ مل کر رہتا ہے۔ میں

مدرسہ کی تنخواہ نہ لینے کا واقعہ نے اتنی مرغی کھائی ہیں شاید ہی کسی بزرگ یا رئیس کو

نصیب ہوتی ہوں گی۔ میں حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے ساتھ سفر حج میں جانا ہوا، پہلے سے

کوئی ارادہ نہیں تھا۔ عین وقت پر اللہ نے انتظام فرمادیا۔ میرا ہر سفر ایسا ہی ہوا ہے کہ چارہا ہوں یا نہیں پندرہ شعبان کو وہاں قرعہ میں نام لکھ دیا جاتا ہے۔ جس کا نام لکھ دیا جاتا ہے وہ جا کر رہتا ہے۔

۱۹۴۷ء میں میرا سفر حج کا ارادہ بالکل نہیں تھا۔ چونکہ حضرت سہارنپوریؒ کا ایک سال کے لئے

حجاز مقدس میں قیام کا ارادہ تھا، شعبان ۱۳۶۷ھ میں حضرت قدس سرہ نے اپنی غیبت کے لئے جو انتظامات

لکھوائے اس میں اس سببہ کار کو صدر مدرس بنایا، اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مرحوم کے ناظم مدرسہ

مجھے اتفاقاً اس تحریر کو دیکھنے کا موقع مل گیا، بناوٹ سے نہیں کہہ رہا ہوں، اس کو دیکھ کر میں چکر اگیا۔

میرے ذہن میں یہ تھا کہ یہ میرے بس کا نہیں ہے۔ صدر مدرس کے فرائض بہت سخت تھے۔ حضرت کے

سفر میں چار پانچ دن باقی رہ گئے تھے۔ میں نے موقع پا کر حضرت کی خدمت میں عرض کیا: حضرت بدلہ کا

کیا ہوگا؟ فرمایا تمہارے بغیر تو میں کچھ نہیں سکتا۔ اور تمہارے جانے کی کوئی صورت نہیں، میں نے

مدرسہ سے بچنے کے لئے عرض کیا کہ میں بھی قرض لے کر چلوں گا۔ مجھے خوب یاد ہے، حضرت کا چہرہ اس وقت خوشی سے کھل گیا، حضرت نے فرمایا، کہ تمہاری مدرسہ میں تنخواہ بھی کچھ جمع ہے اس کی شرح یہ ہے کہ شدہ میں جب میں ملازم ہوا تھا تو اس وقت میری تنخواہ ۵ روپے تھی، یہ میرے ساتھ خصوصیت برتی گئی تھی مولانا منظور احمد صاحب کی ابتدائی تنخواہ چار روپے تھی، اس وقت بڑے حضرت رائے پوری قدس سرہ نے میرے لئے سفارش کی کہ یہ تنخواہ کم ہے کم از کم پچیس روپے ہونی چاہیے اور مجھ سے یہ فرمایا کہ جب اللہ توفیق دے تو تنخواہ چھوڑ دیجو۔

حضرت اقدس رائے پوری کے ارشاد پر میرا جی چاہتا تھا کہ تنخواہ لینا چھوڑ دوں مگر میرے ذمہ قرض تھا اور میرے حضرت بھی تنخواہ لیتے تھے، میرے والد صاحب نے کبھی نہیں لی، اس لئے اس کے چھوڑنے میں ایک طرح کی بے ادبی معلوم ہوتی تھی، اس لئے کسی ہیتے میں لیتا تھا اور کسی ہیتے میں ترک کر دیتا تھا حضرت نے فرمایا، کہ تمہاری تنخواہ رکی ہوئی ہے میری تنخواہ کے نو سو پتالیس روپے جمع تھے اس زمانے میں جمع کے اخراجات زیادہ سے زیادہ چھ سو روپے تھے، میں نے عرض کیا، کہ جس ہیتے میں میں نے تنخواہ نہیں لی ہے اس میں اسی بیت سے میں نے پڑھایا ہے حضرت نے فرمایا تم اجیر تھے اور مدرسہ مستاجر تمہیں بکھڑا قلعہ اجارہ کا کیا حق تھا حضرت ناظم صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں ان کو سمجھاؤں گا، حضرت بہت خوش ہوئے حضرت سے مجھے بات کرتے میں تکلف تھا مگر حضرت ناظم صاحب سے خوب مناظرہ ہوا، میں نے کہا کہ آپ اپنی طرف سے دیتا چاہیں دے دیجئے، آپ مدرسہ کے امین ہیں، حضرت اقدس تھانویؒ کے سرپرستوں میں سے تھے اور مولانا طفر احمد صاحب تھانہ بھون کے مفتی اعظم میری ان سے بے تکلفی تھی، میں تان سے کہا کہ جب حضرت کے یہاں مدرسہ کے کاغذات آئیں تو میری تنخواہ نام منظور کر دیجئے مگر حضرت تھانویؒ نے لکھا کہ ان کو تنخواہ ضرور ملنی چاہیے، مولانا عاشق الہی صاحب بھی سرپرستوں میں سے تھے، انہوں نے بھی اس کی تائید کی،

حضرت نے مجھ سے فرمایا، کہ میں نے تمہاری جمع شدہ تنخواہ مدرسہ سے لے لی ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت رائے پوریؒ کی نسبت کا اثر کچھ ایسا غالب آیا تھا کہ میں نے سب سے پہلے

مہتمم صاحب کو ایک خط لکھا جس میں تنخواہ کا تو کوئی ذکر نہیں تھا۔ البتہ یہ لکھا کہ میرا ارادہ ایک عرصے مدرسہ کے ان حقوق کے معاوضہ میں جو مجھ پر ہیں، مدرسہ میں ایک بڑی رقم پیش کرنے کا ہو رہا ہے مگر آپ کو معلوم ہے کہ مجھ سے اس رقم کا جمع ہونا ناممکن ہے اس طرح بالفصل میری طرف سے صرف ایک ہزار روپے کا وعدہ، اس طرح تحریر فرمالیں، کہ اس ماہ جمادی الاولیٰ سے مبلغ پانچ روپے ماہانہ میری واپسی تک میرے کارکن مولوی نصیر الدین سے اور بعد واپسی کے خود مجھ سے وصول فرماتے رہیں۔ اگر اس کے پورا ہو جانے سے قبل میرا انتقال ہو جائے تو اس وقت جس قدر رقم باقی ہو وہ میری وصیت ہے جو کہ معزوکہ سے وصول کی جائے، الخ تحریر از مدرسہ منورہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ اللہ کے فضل سے جب یہ رقم ادا ہو گئی تو مجھے ساتویں جذبہ سے یہ خیال ہوا کہ اس سے پہلے زمانہ میں جو تنخواہیں لی ہیں، وہ بھی واپس کر دی جائیں، اللہ نے وہ بھی واپس کر دیں، فلذا الحمد والمہ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو آپ بیتی ۲۔“

۱۳۰۶ھ سے پہلے مولوی یوسف مرحوم کے اصرار پر سفر فرج ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ کا جانا ضروری ہے میں نے کہا کہ تم تو خود مستقل ہو، میری کیا ضرورت؟ مگر ان کے اصرار پر جانا ہوا ۱۳۰۶ھ کا سفر فرج اس طرح ہوا تھا کہ میں نظام الدین مولوی انعام کو پہنچانے کے لئے آیا، اور ان کی روانگی کی رات میں سفر طے ہوا، ٹکٹ مولوی سلیم نے رمضان ہی میں بھیج دیا تھا، میں نے انکار کیا، پاسپورٹ بھی کھو گیا۔ مگر اسی دن سب کچھ نظم ہو گیا، قصہ یہ ہوا کہ بھائی سلیم نے خواب دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ گیا اور جبل ابی القبیس پر ٹھہر گیا۔ انہوں نے خود ہی یہ تعبیر نکالی کہ مولوی انعام و ہارون کہے ہیں، ان کا ٹکٹ تمہیں بھیجا گیا، اس لئے خفا ہو کر الگ ہیں فوراً ٹکٹ بھیج دیا۔

میں یہ بیان کر رہا تھا مقتدرات پورے ہو کر رہیں گے جس کے مقدر میں مرغ کھانا ہے وہ مرغ کھاتا رہے گا۔

۱۳۲۵ھ کے سفر فرج میں حضرت رائے پوریؒ اپنے خدام کے ساتھ تھے۔ اور میں اپنے قافلہ کے ساتھ ایک جگہ ٹپاؤ ہوا، میں حاضر ہوا تو کچھ کھانے کا تذکرہ ہوا، میں نے عرض کیا کہ ہمارے قافلہ میں کچھ پی پی تھی حضرت نے فرمایا، میں نے مرغ کھایا تھا۔ میں نے اس کا گلہ کیا تو حضرت نے فرمایا، کہ ہم اس کا کفارہ ادا

کریں گے میں نے عرض کیا، حرم کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ یہاں کے مرغ کا کفارہ ایک مرغ سے نہیں ادا ہو سکتا۔ فرمایا اچھا ہم ادا کریں گے۔ چنانچہ واپسی کے سفر میں ان خدام سے جو ملنے آتے رہے۔ مزاحاً فرماتے رہے، کہ شیخ کے ایک لاکھ کے مرغ میرے ذمے ہیں، مجھے کفارہ ادا کرنا ہے، چنانچہ ہر جگہ کثرت سے مرغ پک کر لاتے تھے۔ یہاں سے میرے مرغ کھانے کی ابتدائی اور خوب کھایا، اب تو ہم کھانے کے قابل نہ رہے۔

اضافہ: گزشتہ سفر حجاز مقدس میں حضرت اقدس مد فیوضہم کی خصوصی مجلس عشاء بعد ہوتی تھی اس وقت حضرت اقدس کبھی کسی چیز کو تناول فرماتے یا بطور تفکھہ کے کوئی چیز چکھ لیتے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ بس باتیں قسم کی چیزیں اکٹھا ہو جاتیں جو لوگوں میں تقسیم کی جاتیں۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس مد فیوضہم کے شام کے وقت کھانا کھانے کا معمول نہیں ہے! اس موقع پر ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم نے بہت سے بزرگ دیکھے ہیں مگر یہ کہیں نہیں دیکھا کہ رزق چاروں طرف سے اٹتا ہوا آ رہا ہو، حضرت اقدس مد فیوضہم کی واپسی کے بعد کچھ مخلصین نے حضرت کی یاد میں اس مجلس کو باقی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ دو چار روز تک لوگ اپنے اپنے گھروں سے کھانے کی چیزیں لاتے اور ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے۔ پھر یہ دیکھا کہ اپنا اپنا کھانا لانا اور ساتھ بیٹھ کر کھانا اگر صرف یہ ہے تو اس سے بہتر اپنے گھروں پر ہی کھا لینا ہے مجلس ختم کر دی گئی۔

روزی انسان کو تلاش کرتی ہے ارشاد فرمایا: ہم نے خوب سنا ہے کہ دنیا سے جس قدر

کوئی بھاگے گا اسی قدر وہ آتی ہے اور جس قدر قریب جائے گا۔ اسی قدر وہ بھاگتی ہے، یہ میل الاشکال ہے حضرت مفتی محمود صاحب نے عرض کیا حضرت دنیا کو دین بنا کر حاصل کیا جائے تو اس میں کیا حرج؟

اس کے بعد ایک قصہ سنایا کہ میرے والد صاحب کے پاس کئی خادم رہتے تھے، اب تو طلباء کرام ذرا اونچے ہو گئے، بھائی سعید صاحب گنگوہی کے یہاں بھی کئی خدام رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ میرا دیونا جانا ہوا، تو وہاں کوئی نظر نہیں آیا، میں نے کہا کہ خادم کہاں گئے۔ تو انہوں نے کہا کہ اب نہیں ہیں۔ پہلے زمانے میں طلباء اساتذہ کی خدمت کو کارِ ثواب سمجھتے تھے، تو دوڑے دوڑے پھرتے تھے تقسیم سے پہلے یہاں پشادی

طالب علم کثرت سے آیا کرتے تھے! اور قریب کی مسجد بہادران میں کھڑا کرتے تھے میرے والد صاحب ایک دفعہ گرنی کے موسم میں کتوں کے قریب بیٹھے ہوئے غسل کر رہے تھے اور یہ طلباء کتوں سے پانی کے ڈول نکال نکال کر ڈال رہے تھے ایک وکیل صاحب اتفاقاً وہاں آگئے انہوں نے کہا کہ حضرت جی یہ اسراف نہیں؟ والد صاحب نے فرمایا جی نہیں؟ ہم مولویوں کے لئے اسراف نہیں ہے اور تمہارے لئے ہے۔ مولوی دنیا کو دین بنا کر کام کرتا ہے، یہ غسل برائے تبرید تھا۔ اگر غسل مسنون ہوتا تو تین ہی مرتبہ پانی ڈالتے، اس فرق کو وکیل صاحب نہیں جانتے تھے۔

میں نے جو کچھ کہا کہ دنیا سے جو حسن قدر بھاگے گا۔ اسی قدر وہ پیچھے آئے گی۔ اس پر طالب علمانہ اشکال و جواب نہیں آتا ہے میں نے مقدر والا قصہ سنایا تھا۔ آدمی کے مقدر میں جو کچھ ہوگا وہ مل کر رہے گا۔ اور دلنے والے پر مہر لگی ہوئی ہے پھر ہم دنیا کے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم بھیک مانگیں تو ملے گا ورنہ نہیں ملے گا۔

حضرت مولانا نانوتوی کا قصہ ہے حضرت دارالعلوم میں تشریف فرما تھے ایک صاحب میرٹھ سے آئے اور حضرت کی خدمت میں اس زمانے کے دو سو روپے پیش کرنے چاہیں۔ حضرت نے انکار کر دیا وہ خوشامد کرتے رہے اور یہ عرض کیا کہ حضرت طلباء میں بانٹ دیں حضرت نے فرمایا کہ تم خود کیوں نہیں بانٹ دیتے، مجھے یہ کام نہیں آتا وہ خوشامد کرتے رہے جب مجلس سے اٹھے تو وہ روپے حضرت کے جوتوں میں پڑے ہوئے تھے حضرت نے اسے چھپکار دیا۔ بھائی دنیا سے جو بھاگتا ہے، وہ جوتوں میں آکر گر جاتا ہے ہمارے اکابر اور مولوی یوسف میں یہ بات تھی۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے چچا جان کے زمانے میں اور ان کے انتقال کے بعد میں نظام الدین میں ماہ رمضان میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔

استغفار کا ایک قصہ

اور پورے چھپتے کا اعتکاف کیا کرتا تھا۔ ایک رمضان میں غری جان میرا معتکف تھا۔ اور شرقی جانب مولوی یوسف صاحب کا، حاجی وجہ الدین صاحب میرٹھ کے ایک بڑے تاجر تھے۔ دلی میں بھی ان کا ایک مکان تھا۔ ان سے ہم لوگوں کے خاندانی تعلقات تھے۔ وہ مسجد میں آئے اور مولوی یوسف کو کچھ پیش

کیا عزیز موصوف نے پھینک دیا اور کہا کہ مجھے تو آپ کی ضرورت ہے، روپے نہیں چاہتیں، وہ خوشامد کر رہے تھے مگر عزیز موصوف نے قبول نہیں کیا، میں یہ منظور دیکھ رہا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا کہ جا کر ڈانٹ دوں بہر حال وہ مولوی یوسف کے معتکف سے باہر نکلے تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر آیا۔ اور حاجی صاحب کی خوشامد کی کہ وہ روپے آپ مجھے عتابت فرمادیں، آپ جس طرح چاہیں گے میں خراج کر دوں گا۔ مگر وہ خفا ہو کر چلے گئے، میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ ہر شخص سے ایسا برتاؤ نہ کیا کرو، یہ خواص ہیں سے ہیں، میرے حضرت ان کے لئے اپنے گھر سے کھانا لیا کرتے تھے، چچا جان بھی ان کا اعزاز و اکرام کیا کرتے تھے اور مجھ سے بھی ان کے ایسے ہی تعلقات ہیں دوبارہ میں دلی گیا، چچا جان کے زمانے میں اور مولوی یوسف کے زمانے میں بھی جب میں دلی جاتا تو رشید الدین کو فون کر دیا جاتا، چنانچہ وہ اور مولوی یوسف بھی اسٹیشن پر آتے، میں نے کہا کہ آپ پہلے حاجی وحید الدین صاحب کے مکان پر چلنا ہے۔ ہم لوگ وہاں گئے، میں نے کہا آج مولوی یوسف آپ سے معافی مانگنے آئے ہیں، ان کو ہمارے اور آپ کے تعلقات کا علم نہیں تھا حاجی صاحب نے فرمایا اس وقت تو واقعی رنج ہوا تھا مگر اس کے بعد آپ کی معذرت کا مجھ پر اتنا اثر نہیں جتنا مولوی یوسف کے واپس کرنے کا ہے اس وقت سے آج تک کوئی تبلیغی اجتماع ایسا نہیں ہوا کہ میں نے شرکت نہ کی، ارشاد فرمایا بھائی! مگر یہ استغناء دل سے ہو،

کرنل اقبال صاحب کا قصہ بھوپال کے کرنل اقبال صاحب ایک وجیہہ و خوبصورت فوجی آدمی تھے، میرا صبح کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کسی کا آنا گوارا نہیں ہوا، سوائے حضرت مدنی، چچا جان، اور حضرت رائے پوری کے اس سلسلہ میں میرے ٹھکے وکیل صاحب کا قصہ سنایا، جو اس سے پہلے نقل ہو چکا ہے فرقان بھاگا ہوا اوپر آیا کہ ایک بہت بڑے آدمی آئے ہیں۔ وہ ملاقات کرتا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا بھاگ یہاں سے ساڑھے گیارہ بجے ملاقات ہوگی، انہوں نے کہلویا کہ مجھے ابھی رائے پور جا رہا ہے، صرف ملاقات مقصود ہے، چنانچہ اوپر سے نیچے اتر کر مہمان خانہ میں آیا میں اپنے سادہ لباس میں تھا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کرنی ہے، میں نے کہا کہ مجھی کو لوگ شیخ الحدیث کہتے ہیں، وہ جلدی سے اٹھے اور ملاقات کی، میں نے کہا کہ دوپہر کا کھانا کھا کر رائے پور چلیے گا، بہر حال وہ کھانا کھا کر رائے پور گئے۔ دوسرے دن واپس

آئے، اللہ کی شان اس دن دسترخوان پر کھانا خوب آیا تھا کہیں ولیمہ تھا، وہاں سے پلاؤ وغیرہ بھی آگیا تھا۔ میں نے کہا کہ کھانا کھائیے، کھانا کھا چکے تو کہنے لگے کہ آپ کے خلاق کو دیکھ کر ایک بات عرض کرنی ہے، کسی نے میری جیب کتلی، کرایہ کے لئے تیس روپے کی ضرورت ہے، میں نے ان کو روپے دیدیئے۔ انہوں نے جاکر تیس روپے اور تین سو روپے مزید دیدیئے بھیجے، میں نے جواب میں سکھا کہ اتنا سود نہیں ہوتا، بہر حال اصرار کے بعد میں نے قبول کر لیا اس کے بعد مجھ سے تعلقات ہو گئے انہوں نے ایک وقف سوالا کھ کا دیوبند، مظاہر علوم تبلیغ اور جمیعت علما کے لئے کیا تھا۔ مدرسہ والوں نے ان کا خوب شکریہ ادا کیا اور مولوی یوسف نے ٹھوکر مار دی اور کہا کہ ہمیں آپ کا وقت چاہیئے۔ انہوں نے میرے ذریعہ مولوی یوسف سے سفارش کرائی چاہی، میں نے کہا کہ میں حکم نہیں دے سکتا، مشورہ دے دوں گا کہ قبول کر لیں۔ چنانچہ جب میں مولوی صاحب سے کہا تو انہوں نے کہا کہ طبیعت نہیں چلتی، ویسے آپ کا حکم، میں نے کہا کہ تمہاری طبیعت کے خلاف میں حکم نہیں دے سکتا۔ ان کے واپس کرنے کے بعد تینوں اداروں نے کوشش کی کہ یہ رقم ہم کو مل جائے۔ اتفاقاً میرا دلی جانا ہوا، وہاں ان سے ملاقات ہو گئی، وہ بہت خوش ہوئے، میں نے کہا کہ مجھے بھی خوشی ہوتی، ہمارے یہاں کی شوریٰ نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک وفد آپ کی خدمت میں شکریہ کے لئے جائے۔ اس میں میں بھی شرکت کروں، مگر اچھا ہوا کہ آپ سے یہیں پر ملاقات ہو گئی۔

داد اور قابلیت شرط نیست

ارشاد فرمایا: کہ مالک جس کو نوانا چاہیں راستہ چلتے نواز دیتے ہیں۔ فضائل صدقات میں ایک قصہ لکھ چکا ہوں۔

ڈاکوؤں کی ایک جماعت کہیں جا رہی تھی، راستہ میں دیکھا کہ دو درخت ہیں۔ ایک انگور کا سرسبز درخت ہے اور دوسرا کبکیر کا خشک، ایک بلبل بار بار انگور کے درخت سے اس کا دانہ چونچ میں لے کر درخت پر جا رہا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار کو اس پر بڑا تعجب ہوا، دیکھا تو کبکیر کے درخت پر ایک اندھا سانپ منہ کھولے ہوئے ہیں وہ بلبل دانہ لاکر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے اس نے غور کیا، کہ ایک اندھا سانپ کی روزی کا اللہ چل شانہ نے یہ انتظام فرما رکھا ہے۔ تو کیا وہ ہمارے لئے نہ کرے گا۔ یہ واقعہ اس کی ہدایت کا بہانہ بن گیا۔ اس سردار نے اس کے ساتھیوں نے قویہ کی اور لوگوں کا سامان وغیرہ سب واپس کر دیئے۔ یا مالک کے نہ ملنے پر خیرات

کودیتے، وہاں سے یہ عہد کیا کہ مکہ مکرمہ چل کر توبہ کریں گے، اور چل دیتے، راستہ میں ایک عورت ملی، وہ اس جماعت کو تلاش کر رہی تھی، جس میں ابراہیم ہو، اس سوار کا نام ابراہیم ہی تھا اس بڑھیا نے کہا کہ میں ابراہیم ہی کو تلاش کر رہی ہوں، اس نے کہا کہ یہ نام تو میرا ہے اس عورت نے کہا کہ دو روز سے میں تمہارے لئے کھانا پکا رہی ہوں اور آج بھی یہ عمدہ مرغین کھانا پکایا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ برسوں رات میرے لٹکے ابراہیم کا انتقال ہو گیا، مجھے بہت صدمہ ہوا تھا میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ فرما رہے ہیں کہ بڑا صدمہ تمہیں ہوا ہے ایک میرا ابراہیم بھی آ رہا ہے اس لئے میں نے یہ کھانا تیار کیا ہے اور اپنے لٹکے کے کپڑے وغیرہ سب اس کے حوالہ کئے

ماثورہ دعواؤں کی تاثیر ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ، ارشاد فرمایا: ہمارے دادا کے زمانے میں اتفاقاً نظام الدین کا گھنٹہ بند ہو گیا شور ہوا، تو حضرت نے فرمایا، کسی چیز کی ضرورت نہیں بسم اللہ سمیت الحمد شریف، آیتہ الکرسی، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، تین تین بار پڑھ کر دم کر دیا جلنے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، وہ جلنے لگا حضرت خالد بن ولید کا مشہور واقعہ ہے کہ یرموک کی جنگ میں ایک راہب کے شرط لگانے پر بسم اللہ الذی لا یضومع اسمہ شی الخ پڑھ کر زہری لیا اور کوئی اثر نہ ہوا، اس راہب نے عیسائیوں سے کہا کہ اس قوم سے مقابلہ ممکن نہیں۔

آج کا قصہ یہ ہوا کہ پانی گرم کرنے کا چولہا گرم نہیں ہوتا تھا حضرت نے متند دادی دوڑائے، ایک صاحب نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ کسی نیگالی نے کچھ کر دیا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ ادھر جاتے ہیں بسم اللہ سمیت الحمد شریف، آیتہ الکرسی، معوذتین تین مرتبہ دم کریں، چنانچہ اس کے بعد وہ جلنے لگا۔

ایک خصوصی سوال ارشاد فرمایا: میرے مخاطب خاص طور سے علی میاں اور مولانا

منظور صاحب ہیں یہ حضرات بھی مجلس میں حاضر تھے، میں نے ایک سوال خاص خاص لوگوں سے تحریر بھی کیا تھا۔ گزشتہ سال بھی خواص سے سوال تھا، اور اس سال بھی کہ جمع جتنا زیادہ ہوتا ہے، اتنی ہی کیفیت میں کمی محسوس ہوتی ہے،

ایک صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجمع کی کثرت جتنی جگ میں ہوتی ہے کیفیات میں کمی ہو جاتی ہے یہی رائے مولانا منظور صاحب کی بھی تھی حضرت نے فرمایا، ماحول کے اثرات ہیں ورنہ مجمع کی کثرت کیا اثر ڈالتی، حب میں پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ حاضر ہوا، تو ایک صاحب نے طواف کے لئے کہا، تو میں ہنسنے لگا، میں نے کہا کہ میں حضرت کے ساتھ کروں گا چنانچہ حضرت کے ساتھ کیا اس وقت کیا کیفیات تھیں، بیان نہیں کر سکتا۔ میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ اپنے تدریس حدیث کے زمانے میں ہر رمضان کے بعد شوال میں جو جماعت دورہ حدیث میں آتی ہے۔ اس میں اور پہلی جماعت میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔ پچاس سال سے میں بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔

سند سے زیادہ استعداد مطلوب ہے ارشاد فرمایا۔ ہمارے مدرسہ مظاہر علوم میں مولانا عنایت الہی کے دورِ اہتمام میں مدرسہ کی سند نہایت معمولی تھی۔ اس کے بعد اس میں ترقی ہوئی اور آج کل زرق برق تعزیر کی طرح ہو گئی ہے۔ اس پر دستخط کر لئے جاتے ہیں۔ پہلے یہ دستور تھا کہ بہت سے لوگ لیتے نہیں تھے۔ چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رنگون ملازمت پر گئے۔ حالانکہ مشہور تھے۔ ان کا وہاں سے سند کے لئے خط آیا۔ اتفاقاً حضرت ناظم صاحب کے علاوہ سب ان کے شاگرد تھے۔ میں نے ناظم صاحب سے کہا کہ آپ بھی اپنی سند منوالیں، شاید آئندہ شاگرد در شاگردوں کو دستخط کرنے کی ضرورت پڑے، ہمارے توجہ والوں میں سے شاید کسی نے ہی ہوں ہم لوگوں نے بالکل نہیں لی تھی۔ اصل تو یہ ہے کہ

ع۔: عینِ آنست کہ خود ہوید نہ کہ عطار بگوید۔

ایک شب میں ختم قرآن ارشاد فرمایا: ہم نے سنا ہے، کہ رات نفلوں و تراویح میں حافظ زبیر نے چھتیس پائے پڑھے ہیں؟ میرے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے میرے چچا جان بہت تحیف و ضعیف تھے۔ سہارنپور سے کاندھلہ تراویح سنانے جاتے، تو دورات میں ایک قرآن ختم کر دیتے۔ مفتی صاحب نے بتایا کہ ایک گھنٹہ میں اٹھ پارہ پڑھ ڈالتے، حضرت امام اعظمؒ و امام شافعیؒ کا قصہ ہم نے سن رکھا ہے۔ رونانہ دو قرآن ایک رات میں اور دوسرا دن میں ختم کر ڈالتے۔ ایک حافظ کے لئے ایک گھنٹہ میں چھ پارہ پڑھنا آسان ہے۔ ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو قرآن ختم کرنے کے لئے لکھا۔ میرے

دوستوں نے کوشش کی، مولوی العام نے ۱۱ قرآن سنائے، ایک نے ۵۶ اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کئے۔ اب ہم قویٰ کے کمزور ہونے کی وجہ سے نہیں کر سکتے۔ باقی جہاں تک ہو سکے کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

میری دادی جان کا روزانہ اپنے وظائف کے ساتھ رمضان المبارک میں چالیس پارہ ختم کرنے کا معمولی تھا۔ تذکرۃ الخلیل میں ان کے حالات مذکور ہیں، حالانکہ ہمارے خاندان میں اس زمانے میں خادمہ کھانے پکانے کے لئے نہیں ہوتی تھی۔ اگر فکر لگ جائے اور موت کا استحضار ہو تو سب آسان ہے۔

حفظ قرآن

دستور کے مطابق ماہ مبارک میں کئی آدمیوں نے حضرت کے سامنے حفظ قرآن کی نیت سے قرآن مجید کا آغاز کیا، اور دعا کی درخواست کی، دعا کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا: یہ نہ صرف محنت سے ہوتا ہے، اور نہ کوشش سے، بلکہ دعا مانگنے سے یہ دولت ملتی ہے۔ فقہائے قرآن میں ایک تجربہ عمل اس کا بتایا گیا ہے جس کو خصوصیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بتایا تھا کہ اس پر عمل کرنے والوں کے کثرت سے خطوط آئے کہ اس کی برکت سے قرآن حفظ ہو گیا، مولانا امیر احمد صاحب نے اپنا قصہ خود سنایا کہ وہ یہاں شاخ میں مدرس تھے۔ آٹھ، دس روپے تنخواہ پاتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ تجربہ کرنے کے لئے میں نے اس پر عمل کیا۔ صبح کو آدھ پون گھنٹہ مدرسہ جلتے ہوئے راستے میں یاد کرتے تھے۔ اور اسی طرح دو باہ عصر کے بعد تفریح میں یاد کرتے تھے۔ بقیہ اوقات میں گنجائش نہیں تھی! اسی طرح مدرسہ کرتے ہوئے سات مہینے میں پورا قرآن حفظ ہو گیا، ان کے چھوٹے بھائی دورہ حدیث میں تھے، میں نے ان کو غیرت دلائی، چنانچہ اس نے دورہ پڑھتے پڑھتے یاد کر لیا۔

ہمارے ہاں کا اندھلہ میں میرے بچپن میں مودن کے سوا سب حافظ تھے۔ لوگ کہا کرتے تھے: اوتلا تو نے روک رکھا ہے اگر تو نہ موتا تو ساری مسجد کے لوگ حافظ ہوتے۔

اپنے مشائخ کیلئے ایصالِ ثواب ارشاد فرمایا: اکابر کے لئے ایصالِ ثواب ضرور

کی خصوصی تاکید کیا کرو اس سے ان کی ارواح متوہ بہ ہوتی ہیں اور

ان کے فیوض و برکات ملتے ہیں۔ حاجی عبدالرحمن صاحب نو مسلم میرے تایا آبا کے زمانے میں اسلام لائے تھے ان کی بہت سی خصوصیات ہیں جو سوانح محمد الیاس میں مذکور ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص بات

عطا فرمائی تھی کہ ان کے ذریعہ بہت سے آدمی اسلام لائے۔ ایک مرتبہ دلی میں ایک تانگہ والے کے پاس گئے اس نے کہا کہ میری گاڑی میں جگہ نہیں ہے، بہر حال بہت جھگڑے کے بعد تانگہ والے نے بٹھالیا۔ اللہ کی شان دلی سے نظام الدین پہنچے کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے میرے چچا جان کے انتقال پر ایک معمول یہ بنایا تھا کہ سورۃ یسین پڑھ کر اور دو رکعت نفل پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے۔ ایک روز خواب میں دیکھا کہ چچا جان نے فرمایا کہ میرے اکابر کو چھوڑ دیتے ہو، مجھے اس سے شرم آتی ہے۔ بہر حال اکابر کے لئے ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ان کے سامنے سرخروئی ہو سکے۔

ہمارے اکابر کے یہاں احتفا ہے ارشاد فرمایا: ہمارے بزرگوں میں امیر خان صاحب امیرالروایات ہیں، وہ حج پر گئے، وہاں ایک نقشبندی بزرگ سے بہت متاثر ہوئے، ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جب امیر خان واپس آئے تو گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت اقدس گنگوہی کا بدن دبا پے تھے حضرت کو یہ قصہ سنایا مگر حضرت نے کوئی توجہ نہیں کی، تو انہوں نے دوبارہ دریافت کیا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے فرمایا کہ ستو، دس سال پہلے تک تو میں حضرت حاجی صاحب سے (جو مکہ معظمہ میں تھے) دریافت کیا کرتا تھا اور اس کے بعد براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہوں، یہ جو تم نے سنایا وہ اکابر نقشبندیہ کے دل بہلانے کے لئے ہے، حضرت نے ارشاد فرمایا: شیخ سے محبت و تعلق کی برکت سے یہ سب ہو سکتا ہے ہمارے اکابر خدا کھل کر کہتے سے احتیاط برتتے ہیں۔

اکابر کی دعا کے ساتھ ارشاد فرمایا: اللہ والوں کے منہ سے کوئی بات نکل جاتی **حرکت کی ضرورت ہے** ہے وہ اکثر اثر کرتی ہے۔ مگر ہر وقت نہیں۔ اس کے خاص خاص مواقع ہوتے ہیں۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ ایک صحابی نے حضور کے لئے وضو کا پانی رکھا اس پر آپ خوش ہوئے اور دعا دی اور فرمایا: اَعْنِي عَلَى ذَلِكَ بَكْرَةُ السَّجُودِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس ایک شخص اولاد کے لئے تعویذ مانگنے آیا۔ تو حضرت نے فرمایا تعویذ تو ہے مگر کچھ کمزور لگاتے کی ضرورت ہے، نئی دعا بغیر عمل کے کام نہیں کر سکتی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر امت

کے لئے اور کون مانگنے والا ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر ذرا سی حرکت آدمی اللہ کے لئے کرے گا۔ تو ادھر سے بہت کچھ ملے گا۔

ارشاد فرمایا: آہ بھی کیا کرو، حضرت حاجی صاحب کا شعر ہے۔

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے حصّے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے (فقائل رمضان)

ایک تاجر کا کارنامہ ارشاد فرمایا: رتی میں ایک بزرگ حافظ محمد اسمعیل تھے وہ بڑے تاجر تھے، ان کی کئی دکانیں تھیں۔ کئی کارخانے تھے۔ اللہ کی دین جس کو چاہیں دیں۔ ان کا ہم پر بھی احسان ہے انہوں نے ایک میل سوال اکھڑے میں خریدا اور اندازہ شفقت و محبت ہمارے مدرسہ میں خط لکھا کہ یہ میل غرباء کے لئے خریدا ہے، ان کے لئے سو روپے کا حصّہ رکھا ہے، تاکہ ان کی تنخواہ کی کمی پوری ہو جائے، چنانچہ ہمارے مدرسہ میں مدرسین نے دو تین، پانچ تک کے حصّے خریدے، ان تاجروں کا جس طرف رخ ہو جائے، طبیعت خوب چلتی ہے اس میل میں بہت سے لوگوں نے حصّہ لیا۔ یہاں تک کہ ملاتے بھی حصّہ لیا۔ چھ مہینے کے بعد اس میل کو توڑ دیا۔ مگر جس کے تلو تھے اس کے دو سو ہو گئے۔ ان کے چار لڑکے تھے انہوں نے آخر زندگی میں اپنی ملکیت ان چاروں میں تقسیم کر دی تھی۔ اور کچھ حصّہ اپنے پاس رکھا تھا انہوں نے اپنے مکان کے سامنے ایک مکتب قائم کیا تھا میرا بھی، چچا جان کے ساتھ اور تنہا بھی ان کے یہاں کثرت سے جانا ہوا، مجھے خوب یاد ہے۔ چند برس میں اس مکتب سے تقریباً سو حفاظ نکلے، وہ خود بھی قرآن سنا کرتے تھے! اپنی لڑکیوں تک کو حافظ کر دیا تھا۔ اللہ جل شانہ جس کو دینا چاہے دیتا ہے

اصل علاج رُوح کا ہے ارشاد فرمایا: اس وقت ڈاکٹر غلام کریم صاحب

علاج کے بہت شوقین ہیں۔ اس وقت میں ان سے کہہ رہا تھا کہ تہ میکرینف دیکھتا اور نہ دوا دینا، آپ ڈاکٹروں کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی، خفا تہ ہونا اگر کوئی روٹی نہ کھائے تو کہتے ہیں، کہ ضعف آگیا ہے ہم لوگوں کو فکر ہوتی ہے۔ خمیرہ چاہیے۔ دوا چاہیے، اور دوا و ظائف رُوح کی غذا ہیں۔ مگر ان کے چھوٹے پراسوس نہیں ہوتا حالانکہ اصل رُوح ہے۔ رُوح کے ضعف کی فکر نہیں ہوتی، اور جسم کی فکر

ہوتی ہے، رُوح اصل ہے، اسی سے جسم کا قوام ہے۔ رُوح میں اگر قوت ہے تو سب کچھ ہے۔ میرے چچا جان کو دلی کے مشہور ڈاکٹر نے دیکھا اور بہت سے آلات لگا کر دیکھا۔ اور کہا کہ یہ زندہ کس طرح ہیں، جسم میں قوت نہیں ہے، صرف رُوح کی قوت سے زندہ ہیں، ہمارے شہر کے مشہور ڈاکٹر، ڈاکٹر برکت مرحوم حضرت مدنیؒ کو دیکھتے جاتے تھے ان کے ساتھ میں بھی جاتا تھا۔ انہوں نے کئی دفعہ مجھ سے کہا کہ میں نے بہت سے آلات کے ذریعہ حضرتؒ کا اچھی طرح معائنہ کیا، طبی اصول سے ان کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ ان کے معرہ اور حکم وغیرہ نے جواب دے دیا ہے۔ البتہ دل بہت قوی ہے اس میں ضعف نہیں ہے۔ اس لئے کہ رُوح کو غلامتی رہتی ہے چنانچہ انتقال سوتے سوتے ہو گیا، حضرت کو دل کی بیماری بتائی گئی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ نیم کریں، اور بیٹھ کر نماز پڑھیں، مگر ہمیشہ کھڑے ہو کر نماز پڑھی کبھی تیمم کر لیتے اور کبھی وضو میرے چچا جانؒ نے تو آخر تک وضو سے نماز پڑھی، میرے چچا جانؒ نے انتقال کے وقت آخرات میں فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ خوب غسل کروں، اچھے کپڑے پہنوں اور خوشبو لگاؤں، یہ بھی فرمایا تھا کہ آج میری آخری رات ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اچھی طرح رہوں۔“

ارشاد فرمایا: ایک بزرگ تھے۔ ان کی فجر کی جماعت فوت ہو گئی۔ صبح سے رنج و غم میں وہ پیر تک بیٹھے رہے، فرمانے لگے کہ بے حسی کی کوئی حد ہے، اگر میرے لڑکے کا انتقال ہو جاتا تو بہت لوگ میرے یہاں تعزیت کے لئے آتے اور نماز کی جماعت چھوٹ جانے پر کوئی تعزیت کے لئے نہیں آتا۔“

میرے دوستو! خوب کر لو، دنیا و آخرت دونوں جگہ کام آئے گا۔ رُوح میں اگر قوت آجائے تو بیماری وغیرہ سب ٹھیک رہتی رہے گی اور اگر اس میں ضعف ہے تو مشکل ہے۔ اگر اللہ جل شانہ کی ذات پر اعتماد اور توکل پیدا ہو جائے، یہ صرف زبان پر نہیں بلکہ دل میں اتر جائے۔ تو ڈاکٹر وغیرہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تبوک کے موقع پر اپنا سالہ اثاثہ لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آدھا لائے۔ دونوں کا مال آپؐ نے قبول فرمایا۔ ایک اور صاحب سونے کا ایک ڈالے کر آئے اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے رخ مبارک پھیر لیا۔ دوسری طرف آئے، پھر آپؐ نے رخ

مبارک پھیر لیا، پھر تسیری طرف آئے، راوی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے وہ ڈھیلہ کھینچ کر پھینک دیا۔ اگر لگ جاتا تو زخمی کر دیتا۔

حضرت شیخینؒ کا مل توکل کے مقام پر تھے، اس لئے آپؐ نے قبول فرمایا۔ اور یہ صاحب اس درجہ پر نہیں تھے، اس لئے آپؐ نے واپس فرما دیا۔

دنیا مسافر خانہ ہے حضرت اقدس مدنیو ضہم کی طبیعت ناساز تھی، ڈاکٹر غلام کریم صاحب بازار سے دوا خرید کر لائے تھے فرمایا رکھ دو رمضان کے بعد دیکھیں گے ہمارے حضرت اقدس راپوریؒ فرمایا کرتے تھے، کہ مرنے کے بدن پر ممکن مل دینے سے قوت نہیں آتی، اس کا ایک نمائندہ ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی تھکا ہوا مسافر کسی رخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا۔ ارشاد فرمایا یہ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے، کسی غیر ملک میں باہر جانے والے کے لئے دشواری ہے وہ پیسے نہیں لے جاسکتا، یہی حال عالم آخرت کا ہے، البتہ عالم آخرت کے لئے پیشگی بھیجنا آسان ہے۔ وہاں جو عمل کر کے بھیجے گا، اس کے لاکھوں اور اس سے زائد ملیں گے۔

ارشاد فرمایا یہ میرے پیارے! بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا، نہ بھائی، نہ بیوی، اور نہ کوئی اور، شاید ہی کوئی تمہارے لئے ایصالِ ثواب کرنے، اس لئے زندگی کو غنیمت سمجھو اور بھیجتے رہو۔

ایک غصی مدد ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ کو ڈاکٹر عبدالمنان صاحب مرحوم جن کو تین مرتبہ قلبی دورہ پڑ چکا تھا۔ انہیں ان کے وطن پٹنہ بھیجا تھا۔ اسٹیشن بھیجنے کے لئے کار کی ضرورت تھی حضرت نے مولوی نصیر صاحب سے کار کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے شہر میں تین چار بجے آدمی بھیجے تھے۔ اتنے میں مراد آباد کے کچھ لوگ کار سے آگئے حضرت نے مولوی نصیر سے کار کے لئے منع

فرمایا۔ اور مراد آباد والوں کی کار سے ڈاکٹر صاحب کو اسٹیشن بھیجا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ کسی کو بھیجنے کی ضرورت تھی، بڑودھ سے ڈوریلوے کے ملازم عید کرنے سہارنپور حاضر ہوئے ان دونوں کے پاس سنٹ کلاس کا پاس تھا۔ چنانچہ وہ دونوں پلٹے تک ڈاکٹر صاحب کو پہچانے گئے، اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لیے شمار احسانات ہیں۔ وہی مرنے حقیقی ہے، افسوس یہ کہ ڈاکٹر صاحب کا اپنے وطن پہنچ کر چند دنوں کے بعد قابل رشک حالت میں انتقال ہو گیا۔
ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

ارشاد فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب میرے لئے دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ مگر رمضان تو میرے لئے دوا کا ہوتا نہیں۔

عادت کو عبادت کا درجہ دیا جائے چائے کی عادت شام کو ساری زندگی رہی

اور رمضان میں تراویح کے بعد چائے پیتا تھا، مگر دو تین دن سے اس کی طرف بھی رغبت نہیں رہی
ارشاد فرمایا: میرے چچا جان چائے کے مخالف تھے۔ اور مولانا یوسف والنعام چائے کے عادی تھے۔ دونوں پر خفا ہوتے تھے کہ تبلیغی آدمی کو ہر جگہ چائے کہاں ملے گی، ایک دن میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں نے چائے چھوڑ دی، بہت خوش ہوئے، بعد میں بتایا گیا کہ چائے کی پٹریا جو سرائے میں ملتی تھی، اب آٹے کی ہو گئی ہے۔ اس لئے چلے ان دونوں نے چھوڑ دی، فرمایا۔
لاحول ولا قوۃ اس لئے چھوڑ دی، جو مالک ۳ آئے میں دیتا تھا۔ وہ ۶ آئے میں بھی دے گا۔ حضرت اقدس رائے پوری کا جس زمانے میں قیام بھٹ ہاؤس سہارنپور میں تھا۔ میں شام کو سبق پڑھا کر عصر کی نماز پڑھ کر سیدھے بھٹ ہاؤس جاتا تھا۔ وہاں حضرت کو معلوم ہوا کہ عصر کے بعد کی چائے میں نے چھوڑ دی ہے، حضرت نے خدام کو حکم دیا کہ شیخ کے لئے چائے بنائی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ تھوڑا سا وقت آپ کی خدمت میں حاضری کا ملتا ہے، عادت کو عبادت کا درجہ کیوں دیا جائے۔ اس پر حضرت کو بہت لطف آیا۔

نماز کے اوقات کے اسرار ارشاد فرمایا: اللہ جل جلالہ کی حکمتوں اور احکام کے اسرار تک کس کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ہر کام میں جتنی حکمتیں پنہاں ہیں وہاں تک ہمارے ذہن نہیں پہنچ سکتے، لیکن بعض احکام کی حکمتیں آشکارا ہوتی جا رہی ہیں، جن احکام کی حکمتیں سمجھ میں نہیں آتیں ان کو فقہاء تعبیری کہتے ہیں۔

نماز کے اوقات میں ایک خلجان ہے، کہ صبح کی اور ظہر کی نماز میں ایک طویل فاصلہ ہے اس کے بعد مسلسل چار نمازوں کے اوقات ہیں، یہ عدم تناسب ظاہر کے اعتبار سے ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ ہمارے حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک رسالہ المصالح العقلیۃ فی المسائل^{لشعاعہ} لکھا ہے اس میں اس کی دو توجہیں لکھی ہیں، اس کی ایک توجہ مجھے پسند آتی۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقفہ کو بھی بہت پسند تھی۔

حضرت نے فرمایا: اس میں انسانی زندگی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ صبح کی نماز اس دنیا میں انسان کی پیدائش کا نمونہ ہے، حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ سو کر بیدار ہونے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے الحمد للہ الذی احیا بعدہا امانا والیہ المنشور اور اس کے بعد کا زمانہ بچپن و عفتوان شباب کا زمانہ ہے، زوال کے بعد ظہر کی نماز رکھی گئی ہے۔ گویا اس میں انسان کی کہولت کی طرف اشارہ ہے، آدمی کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عمر ختم ہو رہی ہے اور عصر کی نماز گویا اس کا الارم ہے کہ پڑھایا گیا، قبر کی فکر کرو، غروب آفتاب موت کی خبر دے رہا ہے موت کو یاد کرنے کے لئے مغرب کی نماز فرض کی گئی، اور عشاء کی نماز غروب شفق کے بعد پڑھی جائے گی۔ گویا مرنے کے بعد کچھ ذکر و تذکرہ انسان کا باقی رہتا ہے۔ اس میں مشابہت ہے شفق سے، پھر دنیا اس کو بھلا دیتی ہے کہ کون تھا۔ اس کو یاد دلانے کے لئے عشاء کی نماز فرض کی گئی، کہ نام و نشان مٹ جائے گا۔

اصناف سے

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے زمیں گئی آسماں کیسے کیسے
حضرت مدنیؒ نے ایک توجہ یہ اور کی ہے، اس پر میں نے حواشی لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہا خلقت، المحن والانس الا لیعبد ورت
اس آیت کریمہ میں حصر ہے کہ انسان کی پیدائش کا بس ایک ہی مقصد عبادت ہے۔ حق تعالیٰ نے
انسان پر بے شمار احسانات والعمات کئے ہیں اور مسلسل ان کی بارش ہو رہی ہے! عصارہ انسانی یہ ایسے
العمات ہیں کہ ان کا احصار نہیں ہو سکتا، غور کرو اگر تمہاری آنکھیں نہ ہونیں تو تم بت کی مانند نظر
آتے، اگر کان کی سماعت زائل ہو جائے تو دنیا کی آوازوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے، اگر ہاتھ
کی انگلیاں کٹ جائیں، تو تم ایک لوٹا تک نہیں اٹھا سکتے۔ اسی لئے قرآن نے کہا ہے ”وإن تعدوا نعمة الله
لا تحصوها“ حضرت سہارنپوری قدس سرہ قدس سرہ فرمایا، نعمت کو واحد استعمال کیا گیا ہے۔ جب ایک نعمت کا
احصار ممکن نہیں تو خدا کے انعمات بے شمار ہیں، ان کا احصار کیونکر ممکن ہوگا؟ آدمی جب کسی کو نوکر
رکھتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ وہ تمہاری ہر وقت فرمانبرداری کرے، پس اللہ تعالیٰ کے احسانات
کا تقاضا تھا کہ تم ہر وقت عبادت میں مشغول رہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم پر صرف چند
اوقات کی نمازیں فرض کی ہیں گویا ہمارے اوقات کو تقسیم کر رکھا ہے، آدھا اپنے لئے اور آدھا ہمارے لئے
یہ بھی ہو سکتا تھا کہ رات عبادت کے لئے مقرر کی جاتی اور دن کام کے لئے، مگر اس میں ہمارے لئے دشواری
تھی کیونکہ بہت سی ضروریات ہماری رات سے وابستہ ہیں، اسی طرح اس کے برعکس کرتے میں بھی ہمارے
لئے دشواری تھی، اللہ جل شانہ نے دن میں آدھا اپنے لئے رکھا۔ صبح سے ظہر تک کام کے لئے اور ظہر سے
مسئل چار اوقات کی نمازیں ہیں، صاحب نور الانوار نے لکھا ہے کہ عزیمت یہ ہے کہ پورا وقت نماز
میں صرف کیا جائے مگر مالک نے کرم فرمایا، صرف چند رکعتوں کو پورا شمار کر لیا! اس کے بعد فرائض میں
حضورؐ نے تخفیف کو مستحسن قرار دیا، رات کو اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنایا اور دن کو مشغولیت کے
لئے رات میں سونا ضروری ہے خواہ تھوڑا ہی ہو، وہ کفایت کرتا ہے۔ برخلاف دن کے سونے کے، اسی
لئے عشاء کا وقت مستحب نصف لیل تک ہے، اس کے بعد مکروہ ہے کیونکہ آرام کا وقت ہے۔ اس کے
بعد ایک ضابطہ تیار کیا کہ جس کے صحیفہ میں جس کو روزانہ صبح و شام فرشتہ خدا کی بارگاہ میں پیش
کرتا ہے۔ عبادت ہو، مالک کے کرم سے اُمید ہے کہ اس کو معاف فرما دیں گے۔ اسی لئے مغرب

کے مقابلہ میں فجر کی نماز رکھی گئی اور صبح و شام تسبیحات کا پڑھنا مستنون ہے، سوتے وقت کی دعا بتائی گئی کہ پڑھ کر چپکے سے سو جاؤ تاکہ صحیفہ کے دونوں حصے میں عبادت آجائے اسی سبب سے ظہر میں تعجیل اگر گرجی کا موسم ہو تو براہِ افضل ہے اور عصر میں تاخیر افضل ہے کہ صحیفہ کے دونوں طرف عبادت میں آجائے اور درمیان کے حصہ کو مالک اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیں

بہر حال نماز کے اوقات میں اللہ کے احسانات کے مناسب یہی تھا کہ پورے وقت میں نماز ادا کی جاتی مگر ہماری سہولت کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا کہ چند رکعتیں خواہ مختصر سی اگر پڑھ لی جائیں تو مالک قبول کرے گا۔ اس کے علاوہ نوافل کو رکھا گیا کہ اگر کوئی عزمیت پر عمل کرنا چاہے، تو پڑھ لیا کرے، تہجد و اوابین، چاشت و اشراق کی نمازیں اسی قبیل سے ہیں، میرے ذہن میں اوقات کی تقسیم یہ ہے: ۸ گھنٹے تو سونے اور کھانے وغیرہ کے لئے اور آٹھ گھنٹے عبادت کے لئے اور آٹھ گھنٹے ملازمت و دیگر ضروریات کے لئے۔

محمد صاحب کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ ایک مولوی صاحب و غلط فرما رہے تھے۔ وہ سادے آدمی تھے مگر نماز کی تلاوت سے آشنا تھے انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب! بتاؤ تو صحیح جنت میں بھی نماز ہوگی؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر ایسی جنت کو لے کر میں کیا کروں گا، ایک بزرگ کی خواہش تھی کہ قبر میں مجھے تلاوت کا موقع ملے، چنانچہ ان کی قبر سے تلاوت کی آواز سنی گئی۔

فکر آخرت ارشاد فرمایا: "عدو النفسکم فی الموقی" اپنے نفسوں کو مردوں میں شمار کرو، یہ تصور قائم ہو جائے تو ہر عمل آسان ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جب انتقال کا وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے اپنا سب کچھ مال بانٹ دیا، لوگوں نے کہا کہ اپنے بچوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا، تو فرمایا: اگر میری اولاد صالح ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واللہ ولی المؤمنین" اللہ تعالیٰ مؤمنین کا کارساز ہے اور اگر غیر صالح ہے تو ان پر اپنے پیسے کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

ارشاد فرمایا: اور احوط ظائف کے لئے ہمیں وقت کیوں نہیں ملتا، جب کہ یہ چیزیں کام آنے والی ہیں سب کو معلوم ہے کہ زندگی بہت تھوڑی ہے۔ جیسے خواب کہ اس میں بہت سی چیزیں کوہم دکھتے ہیں، مگر جب آنکھ کھلتی ہے، تو کچھ نظر نہیں آتا، اگر اس زندگی میں اچھے اعمال نہیں کئے گئے، تو یہ خیال جان بن جائیگا

ارشاد فرمایا: مدرسہ کا کوئی طالب علم جب انتقال کرتا تھا تو اپنی جوانی میں میں خود اس کو نہلاتا تھا اور مفتی سعید صاحب مرحوم میرے رفیق ہوتے تھے، موت کو کثرت سے یاد کرو کیونکہ یہ لذتوں کو توڑنے والی ہے، جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے اگر کوئی ہنستا ہے، تو مجھے بہت غصہ آتا ہے، مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کی اہلیہ کے انتقال کی خبر پر ایصالِ ثواب کی طرف توجہ دلائی، مجھے بجلی کے بند ہونے پر موت یاد آتی ہے۔

حضرت ولی اللہ صاحب ارشاد فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اکابر کا کے والد صاحب کا واقعہ فاقہ اختیاری تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے الدائمین

منہ میں سکھایا ہے کہ میرے والد صاحب نے اپنے ابتدائی دور میں دائمی طور پر روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ پھر انہیں اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے تردد ہوا، تو وہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے آپ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ نے ایک روٹی عنایت فرمائی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الهدایا مشترکہ“ میں نے ان کے سامنے اس کو پیش کیا، انہوں نے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا توڑ لیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ”الهدایا مشترکہ“ میں نے عرض کیا، اگر اس طرح میں تقسیم کرتا رہا، تو اس فقیہ کے لئے کیا باقی رہے گی، انہاں العارفین میں اتنا اصراف ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ سے سلسلہ سلوک ملتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے سلسلہ نسب، اس لئے میں مرعوب ہو گیا اور حضرت عثمانؓ سے ان دو میں سے کوئی بات نہیں تھی، اس لئے میں نے عرض کیا۔

آداب کی رعایت ارشاد فرمایا: میرے دوستوں آداب و مستحبات کی رعایت ضروری ہے مشہور حدیث ہے ”من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر“ جن نے قصداً نماز کو ترک کر دیا۔ اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ صفوں کی درستگی کے بارے میں حدیث میں آیا ہے ”لا تختلفوا تختلف قلوبکم“ تم صفوں میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اختلاف کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا ہے، جو آداب میں تہاؤں کرتا ہے۔ کسی ایک ادب کو بیماری یا مشغولی کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ ایک تہاؤں کی بنا پر چھوڑنا ہے۔ سالیکن کے لئے آداب کی رعایت عمل کے اعتبار سے وجوب کے درجے میں ہے۔ بہر حال حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ جب آدمی تہاؤں کی وجہ سے آداب کو چھوڑتا ہے۔ اس

پر خدا کی طرف سے ایک عذاب مسلط ہو جاتا ہے اور سنیتیں چھوٹنے لگتی ہیں۔ تم دیکھ سکتے ہو، کہ آدمی جب کسی برائی کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر وہ عادتیں اس کو اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ بہر حال اس پر سنت کے چھوٹنے کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ شروع میں ایک دو دفعہ چھوٹنے پر ایک بوجھ معلوم ہوتا ہے مگر جہاں دو چار دفعہ چھوٹیں تو پھر یہ کیفیت بھی جاتی رہتی ہے اس کے بعد اس پر قرآن کے چھوٹنے کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ اور حیب قرآن چھوٹنے کا عذاب مسلط ہو جائے تو اس پر معرفت کا حرمان مسلط ہوتا ہے اور سوء خاتمہ کا عیاذ باللہ اندیشہ ہوتا ہے، فقد کفر کا یہی مصداق ہے، بہر خبر خیر کو کھینچتا ہے اور ہر شر شر کو کھینچتا ہے۔ جب آدمی اپنے کسی علم پر عمل شروع کر دیتا ہے تو یہ اس کو دیگر علوم کی طرف کھینچتا ہے۔ آج تمام مدرسین سے ہزاروں فضلا نکلتے ہیں مگر ڈھونڈنے پر کوئی مدرس نہیں ملتا، کیونکہ پڑھنے کے زمانے میں آداب کو بیش نظر رکھ کر پڑھنے والے بہت کم ہیں۔ پڑھنے کے زمانے میں اگر آداب کی رعایت رکھ کر پڑھتے تو اس کی برکتیں حاصل ہوتیں۔ پہلے زمانے میں اتنی استعداد ہوتی تھی کہ بے پڑھا ہوا پڑھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ آج معاملہ برعکس ہے

طالب کیلئے بیعت مفید ارشاد فرمایا: ہمارے بڑے حضرت رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے

ورنہ غنیمت مفید کہ حال لگا رکھا ہے اس امید پر کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ

پھنس جائے۔ یہ جب ہوگا جب طلب صادق ہو بغیر طلب صادق کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میرا بھی تجربہ ہے جو اپنی رغبت و خواہش سے بیعت ہوا، اس کو تو قائم ہوا، اور جس نے کسی سفارش پر بیعت کی، اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ وکیل عبداللہ مرحوم کو حضرت سہارنپوریؒ سے خصوصی تعلق تھا، میں نے حضرت سے عرض کیا: حضرت حیب انہیں ایسا تعلق ہے، کچھ ذکر و شغل انہیں بتا دیں تو حضرت نے فرمایا کہ بلا طلب نہیں بتا سکتا، میں نے عرض کیا کہ میں کچھ دوں، حضرت نے فرمایا، اپنی طرف سے۔

حضرت سہارنپوریؒ کے صاحبزادے گنگوہ بیعت کے لئے حاضر ہوئے، تو حضرت نے فرمایا مولوی خلیل احمد نے ترغیب دی ہوگی، حضرت سہارنپوریؒ نے عرض کیا، اس سے میں نے نہیں کہا ہے، البتہ مولانا کچلی وغیرہ ترغیب دیتے تھے، میرے حضرت تو آفتاب ہیں، یہاں ترغیب کی کیا ضرورت،

علماء مدرسین سے خصوصی خطاب ارشاد فرمایا، کسی کی آبروریزی بڑی سخت چیز ہے اگر کوئی کسی کو گولنا چاہے، تو اس کو چاہیے کہ جواب نہ دے، علماء و مدرسین میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے، وقار کا مسئلہ مولویوں کی جماعت میں زیادہ بڑھ گیا ہے، ہمیں اپنے وقار کو بڑھانے اور دوسروں کو گرتے کی فکر نہ کرنی چاہیے۔ آج کل مدرسین عام طور پر دوسروں کے وقار کو گرتے میں اس قدر لگ گئے ہیں کہ دوسرے تو گرتے نہیں خود گر جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من تواضع لفلان رفعہ" جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ اس کو اونچا کرتا ہے، آج کل ہمارے آپس کے فسادات بڑھتے جا رہے ہیں، میں نے اسلامی سیاست میں اس مضمون کی بہت سی حدیثوں کو جمع کر دیا ہے، علماء کرام کو خاص طور سے بار بار پڑھنا چاہیے۔ جس طرح حضرت تھانوی نے لکھا ہے کہ میرے اس مضمون کو تین دفعہ پڑھو، اسی طرح میں بھی تاکید کرتا ہوں کہ اعتدال کو بار بار پڑھو، حدیث میں آیا ہے: "من عادى لي وليا فقد اذنت بحربه" جو میرے کسی دلی سے دشمنی کرے، اس کے ساتھ میں نے اعلان جنگ کر رکھا ہے ایک اور حدیث میں آیا ہے، جو شخص دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے اللہ اس کی پردہ دری کرتا ہے، بھائی موت و حیات کا ٹھکانہ نہیں اس لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں اللہ اگر کسی کو عزت دے تو اس کو ذلیل کرنے کی فکر نہ کرنا چاہیے۔ اضافہ از مرتب

چوں خلا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان زند

حسد حرام ہے اور رشک جائز ہے، تم خود بڑھو اور امتیاز پیدا کرو، میری ابتدائی مدرسہ میں میرے اور مولانا عبدالرحمن صاحب کمبل پوری کے درمیان طلباء کا یہ دستور بن گیا تھا: میری تقریر سن کر ان کے سبق میں جا کر اعتراض کرتے اور وہاں کی یہاں نقل کرتے، ہم دونوں نے بار بار کہا کہ کسی استاد کا نام لے کر اعتراض نہ کیا جائے، بلکہ مولانا نے یہ فرمایا، کہ جب شیخ نے یہ مطلب بیان فرمایا، تو یہ متہ کیا جو اس سے اختلاف کرے انہیں باتوں سے مدرسین میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے مدارس اور دینی جگہوں پر یہ مرض عام ہے، الاعتدال حضرت مدنی کے بکس میں رہتی تھی حضرت تھانویؒ کی مجلس میں اس کا ذکر آیا، تو فرمایا، کہ میں نے اس کو دیکھا ہے بھائی سعید حضرت گنگوہی کے پوتے تھے مزاج میں تیزی تھی میری ان سے زندگی بھر لڑائی رہی میرے بہت اصرار پر آخر میں حضرت مدنیؒ سے بیعت ہو گئے تھے ایک مرتبہ میری وساطت سے ان کی ابتدائی

مدرسے میں دس روپے آتے، میں نے کہا کہ کیا کرو گے، انہوں نے کہا کہ علوہ کھاؤں گا۔ دفاع میں فوٹ آتے گی، پھر مولانا انور شاہ صاحب بن جاؤں گا۔ مدرسے تھے، کہتے تھے کہ کتب خانہ میں جانا ہوں، تو ناظر کتب خانہ کہتا ہے کہ جاؤ ہنتم سے لکھا کر لاف اور مولانا انور شاہ صاحب جب کتب خانہ میں آتے ہیں، سارے کتب خانہ والے دوڑتے ہیں، جب مولانا انور صاحب جیسا بنوں گا، تو لوگ میرے ساتھ بھی ایسا معاملہ کریں گے، بہر حال بھائی سبیل ایک روز آئے اور کہا کہ الاعتدال آپ نے بہت اچھی کتاب لکھی ہے، میں اس کے دس نسخے خرید کر اپنے انگریزی داں دوستوں کو تقسیم کروں گا۔ مگر میں نے ان کو ہدیہ دے دیئے۔

ہمارے حضرت گنگوہیؒ کا مقولہ ہے کہ مادی و دہش کو برابر سمجھنا ہوں، معمولات کی پابندی کرو، ہر چیز میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھو، دوسری چیزوں کی طرف التفات نہ کرو، لوگوں کے مادی و دہش کی پرواہ نہ کرو، محرمات سے بچتے رہو، بزرگوں کا مقولہ ہے، یہ صرف اس کا نام نہیں، کہ لوگ بڑا سمجھیں، یہ تو شرک ہے، لوگوں کے دیکھنے کے سبب سے عمل کو چھوڑ دینا یہ بھی ریل ہے۔

۱۳۹۴ھ کا رمضان المبارک

یہ ناکارہ امسال ۱۲ شعبان بروز ثنبہ حضرت اقدس مافیوضہم کی خدمت یا برکت میں حاضر ہو گیا تھا، حضرت اقدس مافیوضہم کی طبیعت رمضان المبارک سے قبل سخت خراب ہو گئی تھی۔ شدید بخار تھا، اعتکاف بظاہر مشکل معلوم ہو رہا تھا۔ مگر ایک دن کی نیت سے اعتکاف کیا۔ اس کے بعد مستقل نیت کر لی، اور بحمد اللہ چار روز کے بعد بخار جاتا ہے۔

۲۹ کا چاند نظر نہیں آیا۔ اور یوم جمعہ سے رمضان کا آغاز ہوا، نیز امسال حضرت اقدس نے اپنے بیت سے خواص کو تحریر فرمادیا تھا کہ اپنے مقامات پر یہاں کا ماحول قائم کریں، یہاں آنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ مختلف مقامات پر یہاں کا ماحول قائم کیا گیا، یا مخصوص جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ہنتم مولانا سید ہمدان صاحب کا مسلسل تقاضا تھا کہ مفتی اسماعیل صاحب جامعہ کی مسجد میں اعتکاف کریں۔ بحمد اللہ اخیر عشرہ میں وہاں متکفین کی تعداد تلوے کے قریب ہو گئی تھی جس پر حضرت اقدس نے انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا، اسی طرح مولانا سجاد صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب نجیب آبادی اور مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کا زمبیا سے اور مولوی یوسف صاحب سلمہ کالڈن سے اسی مضمون کا خط آیا کہ ہر جگہ کچھ لوگوں نے اعتکاف کیا۔ اور یہاں کا ماحول قائم

کیا، اس لئے اس سال رمضان المبارک کی ابتداء میں گذشتہ سال کے مقابل میں مجمع کم رہا، البتہ اخیر عشرہ میں یہ تعدد قریباً پانچ سو پہنچ گئی تھی۔

ہر سال کی طرح اس سال کے رمضان المبارک کے وہی معمولات تھے! البتہ مغرب کی نماز کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدس کے ضعف و لقاہت کے سبب ملفوظات کا سلسلہ بہت کم رہا، ابتداء میں سبکدوش کی مجلس ہی اس کے بعد کبھی کبھ موقع کی مناسبت سے ارشاد فرمایا پھر اس مجلس میں بھی کتاب سنانے کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ عید کے چاند میں پٹری گڑ بڑ رہی، صبح کو اس کا ثبوت شرعی معلوم ہو سکا، عید شبہ کو ہوئی۔

قابل رشک موت ارشاد فرمایا: اپنے زندگی کے اوقات کی قدر و قیمت پہچانی جائے۔

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کے وعظ کے دو شعر بہت مشہور تھے: بتایا یہی کوئی وعظ ایسا ہوتا ہے جس میں وہ ان کو نہ پڑھتے ہوں، پھر حضرت اقدس نے ان اشعار کو بہت درد سے متغیر دیا پڑھا۔

زلگالے نہ چند یا گندھالے نہ سیس تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی کھڑی متہ تیکے گی اری دن کے دن

فرمایا: بھائی! معلوم نہیں کب وقت آجائے، بھائی اکرام دو والدین پر گوار حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی موت بے شک قابل رشک ہے، حالت سجدہ میں ان کی روح پرواز کر گئی، یہی حال والدہ ہارون کا ہوا تھا کہ دوسرے سجدہ میں اس کی روح پرواز کر گئی۔

تبلیغی جماعت کی ضرورت ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ کی عادتِ شریفہ یہ ہے کہ جب مرض

کہیں اترتا ہے، تو حق تعالیٰ اس مرض کے موافق کوئی دوا آمارا کرتے ہیں، اب سے تئیس برس پہلے جب یہاں انگریزوں کا اقتدار ہوا، تو انہوں نے ہمارے مذہب کو بگاڑنے کی کوشش کی، اور ہمارے عقائد و اعمال کو تبدیل کرنے کئے۔

درپے ہو گئے، انگریز بڑے مدبر و ہوشیار تھے۔ اللہ جل شانہ نے اس وقت ہمارے اکابر کے دلوں میں

یہ بات ڈالی کہ اس انگریزی اور مغربی تہذیب کے فتنہ کا مقابلہ کرتے کے لئے مدارس قائم کرو، چنانچہ ان

حضرات نے مدارس قائم کئے اور ان کے مساعی سے مدارس کا یہ سلسلہ قائم ہوا، دارالعلوم دیوبند، مدرسہ

مظاہر علوم بہار، تپور شاہی مراد آباد وغیرہ مدارس اسی زمانے میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے قائم کئے

اللہ جل شانہ تے بڑی مدد فرمائی مانگریز اپتے منصوبے میں ناکام رہے۔ اور ان کی اسکیم پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکی۔ اور ان مدارس کی برکت سے بہت سے لوگوں نے دین کو اپنایا اور اس پر استقامت دکھائی، حالانکہ ان اکابر کے پاس نہ مال تھا نہ حکومت تھی، البتہ ان تئویرس میں انگریزوں نے ہمارے نوجوان طبقہ کو دین سے ضرور ریگشتہ کیا اور آہستہ آہستہ ان کی تہذیب و ثقافت تے نوجوان و عوام الناس کی ایک بڑی تعداد کو متاثر کر لیا۔ اور اس قدر متاثر کیا کہ حالت بدل گئی، اسی فتنہ و مرض کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے تبلیغی کام کو جاری فرمایا اب اس کی قدر دانی یہ ہے کہ ہمیں پوری توجہ اس کی طرف کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ جب کسی بیماری کا کوئی علاج تجویز ہو جائے۔ اگر کوئی اس پر استقامت دکھائے گا۔ تو کامیاب ہو گا۔ ورنہ اپنا ہی نقصان ہو گا۔

آج سے سویرس پہلے عام طور پر قلوب میں دین اور علم دین کی عظمت و قدر تھی ہر گھر میں مدرسہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب یہ مدارس قائم ہوئے تو ان کا نام سنتے ہی لوگ ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوئے، مگر آج ایک صدی گزرنے کے بعد انگریزی اثر نے ہمارے مدارس و خانقاہوں اور مکاتب سے عام بے توجہی پیدا کر دی ہے، اس کی بنا پر اس کی ضرورت ہوئی کہ لوگوں کے گھروں پر جایا کر انہیں متوجہ کیا جائے۔ کیونکہ پہلے جب لوگ کسی شیخ کا نام سن لیتے تھے، تو خود بخود اس کی طرف آتے تھے۔ اور فیض یاب ہوتے تھے۔ یہی حال مجالس ذکر و مدارس و مکاتب کا تھا مگر آج حالات بدل گئے اس لئے تبلیغ کی ضرورت پڑی مشرق و مغرب میں ہر جگہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ تبلیغ کی برکت سے لوگ دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ مدارس و خانقاہیں اس وقت مفید ہوں گی جب لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں، اور اس کے لئے تبلیغ ہے، بغیر لوگوں کی توجہ کے کوئی نفع اٹھانے کے لئے نہیں آئے گا۔ مجلس میں ترقی کی جماعت تھی (میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور ترقی میں ترجمہ کرا کے اس کو سمجھو اس میں سب تفصیل آگئی ہے۔

موجودہ دور میں جس طرح دین کمزور ہو رہا ہے۔ اسی طرح مطایع کی کثرت کی بنا پر نئی نئی مطبوعات طبع ہو رہی ہیں، حضرت (قدس گنگوہی نور اللہ مقادس نے جیسا آباد سے سفن سیفی کا ایک نسخہ نقل

کہا ہوا تھا۔ اس کے بعد میرے حضرت نے گنگوہے سے ان کی نقل کرا کے مدرسہ منطہ علوم کے کتب خانہ میں داخل کر دیا۔ اس کو مولانا ثابت علی صاحب ہنتم مدرسہ بڑی مشکل سے کسی کو دیکھنے کے لئے دیتے تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوریؒ کو البدایہ، النہایہ کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر اس زمانے میں حسرت ہی رہی مصنف عبدالرزاق اور بہت سی وہ کتابیں جن کا مولانا علیؒ صاحب نے الفوائد البہیۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ طبع ہو کر آرہی ہیں، مولانا ثابت علی صاحب ہنتم فرماتے تھے کہ مولانا زکریا، حوں حوں استعدادیں گرتی جا رہی ہیں سدیں اتنی ہی لمبی ہو رہی ہیں میرے پاس بعض اکابر کی سدیں موجود ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ ان کا فولوڈ چھاپ دوں، بہر حال میں بیان کر رہا تھا کہ پہلے زمانے میں دینداری بھی ۱۸۵۰ء کے قدر میں انگریزوں نے مسلمانوں کے کارقوس کے بارے میں کہا کہ اس میں سوری چربی رہتی ہے۔ اور ہندوؤں سے کہا کہ اس میں گلے کی چربی رہتی ہے یہ انگریزوں کی سیاست تھی۔

اسی زمانے میں کا ایک قصہ ہے کہ رائے پور کی نہر کی کھدائی ہو رہی تھی۔ اس میں ایک سونے کا ڈالا ملا، نافونہ کے قریب ڈپٹی کلکٹر کا خیمہ پڑا تھا۔ چنانچہ مزدور ایک ستار کے سر پر رکھ کر ڈپٹی کے پاس لے گئے اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ بہت ہی گھورتا رہا۔ اور تعجب کرتا رہا۔ اس کے پیش برس کے بعد وہ ڈپٹی مظفر نگر میں کلکٹر ہو کر گیا، تو اس کی عدالت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک سقے نے ایک لڑکی کے کان سے سونے کی بالی نکال لی ہے، اور اس کو کنوئیں میں ڈال دیا ہے، جب کلکٹر نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس ستار نے کہا کہ میں نے سونا سمجھ کر نکالا تھا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پتیل کی ہے! اس لئے کنوئیں میں ڈال دیا، وہ کلکٹر بہت دیر تک بیٹھ کر غور کرتا رہا اور اس ستار کو پہچان لیا، اور کہا کہ تم ہی تو نافونہ میں میرے پاس سونے کا ڈالا لاتے تھے؟ اس نے اقرار کیا، اس نے کہا کہ یہ فرق کیوں ہو گیا ہے۔ ستار نے کہا کہ اس زمانے میں دوسرے کی چیز اپنے پاس رکھتی مشکل تھی، مگر اب وہ بات جاتی رہی۔ اس انگریز کلکٹر نے اس کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں اپنی قوم انگریز کو مجرم سمجھتا ہوں۔

گنگوہے میں ایک مولانا احمد علی صاحب تھے۔ ان کی ایک کتاب مناجات پر ہے۔ وہ بوڑھے اور معذور تھے، ان کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا کہ مولانا احمد علی صاحب نے یہ قصہ بتایا

کہ گنگوہیر مال مسجد کے پاس سے ایک فوجی گذرا اور اس نے مسجد کو سلام کیا۔ میں نے لڑکوں کے ذریعہ اس کو اپنے پاس بلا کر بیٹھایا۔ اور اس سے پوچھا کہ ہم نے سب کچھ سنا مگر یہ نہیں سنا کہ کسی نے مسجد کو سلام کیا سو؟ اس نے کہا کہ اللہ کا گھر ہے، جب میں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ کوئی دس برس ہوئے ہیں اپنے گھر سے والد صاحب سے لڑکر بھاگ گیا تھا۔ تو مندا آدمی تھا۔ سہارنپور جا کر فوج میں بھرتی کرایا۔ چونکہ فوجی لوگ کسی چیز کا لحاظ نہیں کرتے، اس لئے لوٹ جھپٹ کر سوا شرقیاں میں نے جمع کی تھیں۔ چنانچہ عرصے کے بعد حیدر علی واپس ہوا تو اس مسجد کے پاس آکر نہایا، جب اپنے وطن بھٹوتی پہنچا، تو معلوم ہوا کہ مسجد میں ہمیاتی چھوٹ گئی، میں پریشان واپس آیا اور تلاش کیا، مگر نہیں ملی اس لئے حیدر علی اس مسجد کے پاس سے گذرتا ہوں، تو اس کو سلام کرتا ہوں، مولانا نے فرمایا کہ وہ دیکھو چھپرے، آٹھ دس برس سے کوئی چیز اس میں ٹنک رہی ہے، اس زمانے میں دیانت بہت تھی، اس کو جا کر کھولا تو لوہی سوا شرقیاں تھیں، وہ بہت خوش ہوا اور اس میں سے دس اشرفی مولانا کو دینا چاہا، مگر مولانا نے انکار فرما دیا۔

ارشادِ حقانیہ تبلیغی کام دیناری پیدا کرنے کے لئے ہے۔

بیعت کا طریقہ حضرت اقدس رضویہم عام دنوں معرب کے بعد اور جمعہ کے

دن ساڑھے گیارہ بجے مجلس میں بیعت فرماتے ہیں اور رمضان المبارک میں عشر کی افان سے پہلے بیعت فرماتے ہیں، بیعت ہونے والوں کی کثرت کی بنا پر رمضان المبارک میں اور جمعہ کے دن کوئی خاص خادم عام طور پر مولوی احمد ولایت مکی کی طرح توبہ کے الفاظ دہراتے ہیں اور بیعت کرنے والے ان کو ادا کرتے ہیں اس وقت عجیب منظر ہوتا ہے۔

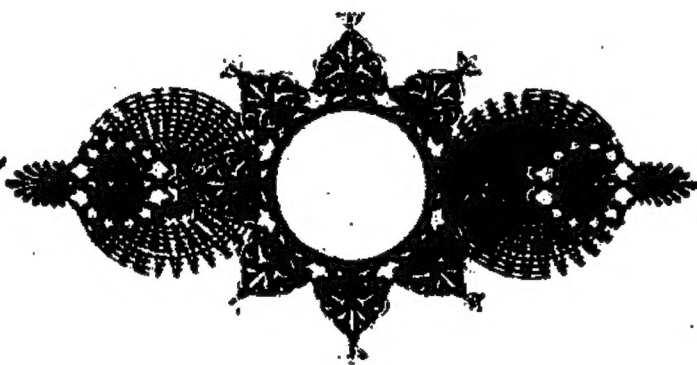
خطبہ ماثور کے بعد آیت ”ان الذین یبایعونک سے اجرا عظیما“ تک تلاوت فرماتے ہیں اور ان الفاظ سے توبہ کراتے ہیں، کہو بھائی، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لاتے ہم اللہ پر اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقاریر پر بھلا ہوا میرا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، لواطت کرنے سے، جھوٹ بولنے سے،

پرایا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے چھوٹا،
یا طبر اور عہد کیا ہم نے انشاء اللہ کوئی نہیں کریں گے اور جو ہو جائے گا۔ تو توبہ کریں گے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ
ہماری توبہ قبول فرما، میں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضا مندی کی، اپنے
پاک رسول کی تابعداری کی، بیعت کی ہم نے مولانا خلیل احمد صاحب سے ذکر کیا کہ ہاتھ پر،
اس کے بعد فرماتے کہ دعا کرو بھائی، اللہ تمہیں بھی توفیق دے اور مجھے بھی اور دعا کے بعد فرماتے کہ
معمولات کا پرچہ اردو گجراتی اور انگریزی میں طبع ہو چکا ہے اس کو اپنے ساتھ لے لیں۔

ختم خواجگان حضرت کے یہاں ماہ مبارک میں اس کا اہتمام رہتا ہے اور اس
کے بعد کوئی صاحب دعا کراتے ہیں جس میں خصوصیت کے ساتھ امت کے لئے دعا مانگی جاتی ہے
اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام شکر کا ختم دس دس مرتبہ درود شریف پڑھیں اس کے بعد مجموعی طور پر
تین سو ساٹھ مرتبہ کا ملجاء ولا منجا من اللہ الا الیہ پھر تین سو ساٹھ بار مع بسم اللہ سورہ
الم نشرح پھر تین سو ساٹھ مرتبہ کا ملجاء ولا منجا من اللہ الا الیہ پھر دس دس مرتبہ
سب لوگ درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔

طالب صدق کی کامیابی یقینی ہے ارشاد فرمایا۔ افضل چیز اخلاص ہے جس
کی وجہ سے پیر کا نا اہل ہونا بھی مرید کے اخلاص کی بدولت اس کو مضر نہیں ہوتا، چنانچہ میں
نے اپنے والد صاحب سے ایک قصہ سنا تھا کہ ایک ڈاکو تھا جب تک شباب و قوت رہی
خوب ڈاکے مارے لیکن جب ضعف و پیری لاحق ہوئی اور اعضا نے جواب دے دیا تو اس نے
اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا پیشہ اختیار کیا جائے۔ ساتھیوں نے بتلایا کہ پیری مریدی
ایک ایسا پیشہ ہے جس میں بے محنت، مشقت خوب مزے اڑتے ہیں، قصہ تو طویل ہے اس مصنوعی
پیر کی لغویات کے ساتھ ایک سچا طالب حق اس کے پاس پہنچا۔ یہ اپنی لغویات میں مشغول تھا مگر
اس کی طلب اور صدق نیت نے پیر کی خرافات کی طرف توجہ بھی نہ ہونے دی اس نے جا کر بہت
ادب سے ہاتھ جوڑ کر کہا، میں آپ سے اللہ کا راستہ سیکھنے آیا ہوں وہ چونکہ غلطی سے با واقف و جگہ

پہنچ گیا تھا اس لئے وہ اس کے بعد بے وقت آنے پر بہت ناراض ہوا اور کہا کہ اللہ کا راستہ
یوں نہیں آتا یہ کہہ کر اس کو ایک پھاوڑا دیا اور کہا کہ فلاں باغ میں اس کی گولوں کو صاف کر دے اس کی،
ڈولیں بناؤ اور نالیاں درست کرو، وہ اسی وقت پھاوڑا لے کر تحقیق کرتا ہوا اس باغ میں پہنچا اور
اس کی مرمت شروع کر دی، باغ والے مزاحم ہوئے کہ تو ہمارے باغ میں کیوں دخل دیتا ہے اس
نے بہت منت خوشامد کر کے کہا کہ مجھے تمہارے باغ سے کچھ لینا نہیں مجھے میرے پیر نے اس باغ
کو صاف کرنے کو اور مرمت کرنے کو کہا ہے۔ اول اول تو وہ لوگ بہت ڈرتے رہے اس کو مارا
پیٹا بھی مگر یہ دیکھ کر یہ نہ کھانے کو مانگتا ہے نہ اور کچھ، جو کچھ روکھی سوکھی ہوتی ہے کھا لیتا ہے۔
تین مہینے اسی حال میں گزر گئے۔ مشہور یہ ہے کہ ابدال میں سے جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو غوث
وقت کی مجلس میں اس کا بدل منتخب ہوتا ہے، چنانچہ کسی ابدال کا انتقال ہوا، اور غوث کی مجلس
میں انتخاب کے لئے ابدال حضرات نے اپنی اپنی رائے سے لوگوں کے نام بتلائے، حضرت غوث نے
سب کے نام سن کر یہ کہا کہ ایک نام ہمارے ذہن میں بھی ہے اگر تم پسند کرو، سب نے عرض کیا
ضرور ارشاد فرمائیں حضرت نے فرمایا کہ فلاں باغ کا فلاں مالی بڑا مخلص ہے۔ سچی طلب رکھتا ہے،
بہت اخلاص سے مجاہدہ میں مشغول ہے، سب نے اس رائے کو بہت پسند کیا پھر سب نے مع حضرت
غوث اس پر توجہ ڈالی جس کی وجہ سے اسی وقت اس پر انکشافات ہوئے اور ظنی الارض کرتا ہوا اور
پھاوڑا باغ والوں کو یہ کہہ کر حوالہ کر دیا کہ یہ فلاں پیر صاحب کا ہے جو فلاں گاول میں رہتے ہیں،
اور میں جا رہا ہوں، ہر چند ان لوگوں نے خوشامد منت سماجت کی کہ ذرا اپنا حال تو بتلا دے مگر اس
نے کچھ نہیں بتلایا اور کہا سنا معاف کر اگر وہیں سے غائب ہو گیا۔ یہی مطلب ہے اس مشہور مقولہ کا کہ
پیر من خس است اعتقاد من بس است، اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔



خاتمہ

حضرت اقدس مدنیو ضہم کے ارشادات و ملفوظات کو اسی پر ختم کر رہا ہوں اگرچہ ان کی ترتیب وغیرہ کا کام میں نے گذشتہ سال ہی مکمل کر لیا تھا مگر کتابت و طباعت کی دشواریوں کی بنا پر کافی تاخیر ہو گئی میرے بہت سے بزرگوں و دوستوں نے ان کے مطالعہ و زیارت کے اشتیاق کا اپنے خطوط کے ذریعے اور زبانی اظہار فرمایا اور ان کی اشاعت کے لئے دعا گو ہے ، بالخصوص محترم المقام مولانا سید آفتاب احمد مدنی صاحبزادہ گرامی فخر المحدثین حضرت مولانا میرٹھی نور اللہ مرقدہ جنہیں حضرت اقدس سے والہانہ تعلق و محبت ہے اسی طرح مولانا غلام محمد نورگت صاحب (ترکیسر) اور مولانا یوسف ٹوٹکسا و تھانہ لقیہ اور مبارم مولانا محمد الحسنی مدیر المبعث الاسلامی لکھنؤ نے ان کی ترتیب و اشاعت کے لئے ہر طرح کی حوصلہ شکنی فرمائی یہ ناکارہ ان سب حضرات کا دل سے ممنون ہے حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ناکارہ کی ، خطاؤں و لغزشوں کو درگزر فرما کر ان ملفوظات اور صاحب ملفوظات کی برکات سے سرفراز فرمائے ، واللہ ولی التوفیق

فقط

والسلام

تقی الدین مظاہری

مقیم استمانہ خلیلیہ

مدرسہ نظامہ علوم سہارنپور

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

